اُردوئے معلّیٰ

مرتبہ

سید مرتضیٰ حسین فاضل

حصۂ اوّل

جلد دوم

بعونِ صناعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۱۱۲

اُردو کا کلاسیکی ادب

اُردوئے معلّٰی

از

مرزا اسد اللہ خاں غالب

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

اُردوئے معلّیٰ

(صدی ایڈیشن)

حصّہ اول

(جلد دوم)

تدوین وحواشی

سیّد مرتضیٰ حسین فاضل

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : ۹۶۹۱ع

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج (ستارۂ امتیاز)
ناظم مجلس ترقی ادب ، لاہور

طابع : سید ظفر الحسن رضوی

مطبع : ظفر سنز پرنٹرز - ۹ کوپر روڈ لاہور

قیمت : نو روپے

فہرست

صفحات

(۲۰) بہ نام عضدالدولہ حکیم غلام نجف خاں

۱- سعادت و اقبال نشان، حکیم غلام نجف خاں صاحب طال بقاہ۔ ۱۹ جنوری ۱۸۵۸ع ۳۳۳

۲- میاں! حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ع ۳۳۴

۳- اقبال نشان عضدالدولہ حکیم غلام نجف خاں کو غالب علی شاہ۔ ۲۱ اکتوبر ۱۸۶۵ع ۳۳۵

۴- میاں! تمھارا خط پہنچا، آج میں نے اس کو اپنے۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۷ع ۳۳۶

۵- بھائی! تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سے۔ یکم اپریل ۱۸۵۸ع ۳۳۶

۶- میاں! ہوش میں آؤ۔ میں نے تم کو خط کب بھیجا۔ ؟ ۱۸۵۸ع ۳۳۸

۷- میاں! چانول برے، بڑھتے نہیں، لمبے نہیں پتلے نہیں۔ اگست ۱۸۵۸ع ۳۳۸

۸- حکیم غلام نجف خاں، سنو! اگر تم نے مجھے بنایا ہے۔ ؟ ۱۸۶۶ع ۳۳۹

۹- میاں! پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو۔ ؟ ۱۸۶۶ع ۳۴۰

۱۰- بھائی! میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیسا ہوں۔ نومبر ۱۸۶۵ع ۳۴۰

۱۱- صاحب ! تم سچ کہتے ہو - بھائی فضل اللہ
خاں - ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۵ع ۳۳۲
۱۲- صاحب ! کل آخر روز تمہارا خط آیا ، میں نے
پڑھا - ۱۱ جنوری ۱۸۶۳ع ۳۳۳
۱۳- بھائی میرا دکھ سنو ! ہر شخص کو غم موافق
اس کی طبیعت کے - اپریل ۱۸۵۸ع ۳۳۴
۱۴- قبلہ ! یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے
دس آدمی - اگست ۱۸۵۸ع ۳۳۶
۱۵- بھائی ! تمہارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو -
مارچ ۱۸۵۹ع ۳۳۷
۱۶- بھائی ! ہاں ، غلام فخر الدین خاں کی رہائی
زندگی دوبارہ ہے - اگست ۱۸۵۸ع ۳۳۸
۱۷- برخوردار سعادت و اقبال نشان حکیم غلام
نجف خاں - ۳۰ فروری ۱۸۶۰ع ۳۳۹
۱۸- میاں ! تم نے برا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ
پڑھ لیا - ۱۴ فروری ۱۸۶۰ع ۳۵۱
۱۹- صاحب ! تمہارے دو خط متواتر آئے -
۱۲ نومبر ۱۸۶۵ع ۳۵۳
۲۰- میاں ! تمہارا گلہ میرے سر و چشم پر -
یکم اپریل ۱۸۶۵ع ۳۵۴
۲۱- میاں ! آج صبح کو تم آئے تھے ، میں
اس ٹکٹ - اگست ۱۸۵۹ع ۳۵۶
۲۲- میاں ! میں تم سے رخصت ہو کر اس دن -
۲۱ جنوری ۱۸۶۰ع ۳۵۷

۲۳- برخوردار حکیم غلام نجف خاں کو فقیر غالب
علی شاہ - ۱۱ اکتوبر ۱۸۶۵ع ۳۵۸

(۲۱) به نام ظہیر الدین احمد خاں

۱- پنج شنبہ . . . . اقبال نشاں حکیم ظہیر الدین
احمد خاں کو فقیر غالب علی شاہ -
۲ نومبر ۱۸۶۵ع ۳۵۹

(۲۲) به نام نجم الدین حیدر از طرف ظہیر الدین احمد

۱- جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ -
۱۸۵۶ع ۳۶۰

(۲۳) به نام میر ابراهیم علی خاں وفا

۱- ولیِ نعمت کو غالب کی بندگی - بہ سبب
ضعفِ پیری - ۲ اکتوبر ۱۸۶۶ع ۳۶۲
۲- سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خاں
بہادر - ۵ دسمبر ۱۸۶۶ع ۳۶۳
۳- پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علی خاں صاحب
کو بندگی - ۲۱ جولائی ۱۸۶۶ع ۳۶۴
۴- بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی
تسلیم - ۱۷ اگست ۱۸۶۸ع ۳۶۵
۵- جناب تقدس انتساب سید صاحب و قبلہ -
جولائی ۱۸۶۸ع ۳۶۶

(۲۴) به نام احمد حسن قنوجی

۱- یا رب ! یہ خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے
آیا ہے - اگست ۱۸۶۰ع ۳۶۸

۲- مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خاں
صاحب۔ ۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ع ۳۷۰

(۲۵) بہ نام سید احمد حسن مودودی

۱- حضرت قبلہ! پہلے التماس یہ ہے کہ آپ۔
۲۹ جون ۱۸۶۱ع ۳۷۲
۲- حضرت پیر و مرشد! غزل بعد اصلاح کے
پہنچتی ہے۔ ۱۹ جنوری ۱۸۶۲ع ۳۷۳
۳- سید صاحب و قبلہ! عنایت نامہ مع قصیدہ
پہنچا۔ یکم ستمبر ۱۸۶۶ع ۳۷۴
۴- پیر و مرشد! تین برس عوارضِ احتراقِ خون
میں۔ ۲۴ جولائی ۱۸۶۵ع ۳۷۶
۵- حضرت پیر و مرشد! ان دنوں میں اگر فقیر۔
۱۷ جنوری ۱۸۶۶ع ۳۷۶
۶- پیو و مرشد! آپ کو میرے حال کی بھی خبر
ہے؟ ۸ اپریل ۱۸۶۶ع ۳۷۸
۷- پیر و مرشد! یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو
پہنچا۔ ۲ جون ۱۸۶۶ع ۳۷۹
۸- قبلہ! ڈاک کے ہرکارے نے کل دو خط۔
۲۵ ستمبر ۱۸۶۶ع ۳۸۰
۹- حضرت! یہ آپ کے جدِ امجد کا غلام تو
مر لیا۔ ۱۸ اکتوبر ۱۸۶۶ع ۳۸۱
۱۰- سید صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب
کو غالب۔ ۳ جولائی ۱۸۶۷ع ۳۸۳
۱۱- جناب سید صاحب و قبلہ سید احمد حسن
صاحب کو غالب۔ ۱۷ جولائی ۱۸۶۸ع ۳۸۳

(۲۶) به نام تفضل حسین خان صاحب

۱- کیوں صاحب ! یہ چچا بھتیجا ہونا ۔

؟ ۱۸۶۰ع ۳۸۵

(۲۷) به نام مرزا حاتم علی مہر

۱- بہت سہی غمِ گیتی ، شراب کم کیا ہے

جون ۱۸۵۸ع ۳۸۷

۲- بھائی صاحب ! از روئے تحریر مرزا تفتہ ۔

ستمبر ۱۸۵۸ع ۳۹۱

۳- صاحب میرے ، عہدۂ وکالت مبارک ہو ۔

مئی ۱۸۶۳ع ۳۹۲

۴- جناب مرزا صاحب ! آپ کا غم فزا نامہ پہنچا ۔

جون ۱۸۶۰ع ۳۹۴

۵- شرطِ اسلام بود ورزشِ ایماں بالغیب

۲۷ اپریل ۱۸۵۹ع ۳۹۶

۶- مرزا صاحب ! ہم کو یہ باتیں پسند نہیں ۔

۱۸۶۰ع ۳۹۹

۷- مرا بسادہ دلیہائے من تواں بخشید

۲۱ ستمبر ۱۸۵۸ع ۵۰۱

۸- بندہ پرور ! آپ کا مہربانی نامہ آیا ۔

ستمبر ۱۸۵۸ع ۵۰۴

۹- مرزا صاحب ! میں نے وہ انداز تحریر ایجاد
کیا ہے ۔ نومبر ۱۸۵۸ع ۵۰۶

۱۰- بھائی صاحب ! آپ کے خامۂ مشک بار کی
صریر نے ۔ اکتوبر ۱۸۵۸ع ۵۰۹

۱۱۔ بھائی صاحب ! مطبع میں سے سادہ کتابیں۔

نومبر ۱۸۵۸ع ۵۱۰

۱۲۔ بھائی صاحب ! خدا تم کو دولت و اقبال۔

۳۰ ستمبر ۱۸۵۸ع ۵۱۲

۱۳۔ خود شکوہ دلیل رفع آزار بس ست

۵ مارچ ۱۸۵۸ع ۵۱۴

۱۴۔ بھائی صاحب ! تمھارا خط اور قصیدہ پہنچا۔

جنوری ۱۸۵۹ع ۵۱۵

۱۵۔ خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف۔

۱۸۵۸ع ۵۱۶

۱۶۔ بھائی جان ! کل جو جمعہ روز مبارک و سعید۔

۱۹ نومبر ۱۸۵۸ع ۵۱۹

۱۷۔ بندہ پرور ! آپ کا خط کل پہنچا۔ اکتوبر ۱۸۵۸ع ۵۲۰

۱۸۔ جناب مرزا صاحب ! دلی کا حال تو یہ ہے۔

۱۸۵۸ع ۵۲۴

(۲۸) بہ نام منشی الٰہی بخش صاحب

۱۔ بھائی صاحب ! آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔

۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ع ۵۲۶

۲۔ بھائی ! میں تم کو اطلاع دیتا ہوں۔

۱۷ جنوری ۱۸۵۹ع ۵۲۸

(۲۹) بہ نام منشی عبداللطیف صاحب

۱۔ صاحب ! آگے تمھارا ایک خط، پھر بارہ کتابوں۔

۶ دسمبر ۱۸۵۸ع ۵۲۹

(٣٠) بہ نام خواجہ غلام غوث خاں بے خبر

١- قبلہ! اس نامۂ مختصر نے وہ کیا جو پارۂ ابر -
دسمبر ١٨٥٨ع ٥٣١

٢- قبلہ! کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ
کوئی ہمارا دوست - ٣٠ جنوری ١٨٥٩ع ٥٣٢

٣- جناب عالی! آج دو شنبہ، ٣ جنوری ١٨٥٩ع
کی ہے - ٥٣۴

۴- پیر و مرشد! یہ خط ہے یا کرامت ہے،
صاف صفائے ضمیر - ٢ دسمبر ١٨٥٨ع ٥٣٦

٥- مولانا! بندگی، آج صبح کے وقت شوق
دیدار - ١٢ جنوری ١٨٦٦ع ٥٣٨

٦- قبلہ! پیری و صد عیب، ساتویں دہاکے -
؟ ١٨٦٥ع ٥٣٩

٧- بندۂ گنہ گار شرمسار عرض کرتا ہے -
١٠ جنوری ١٨٦٦ع ٥۴٠

٨- قبلہ! آپ کا خط پہلا آیا - ٧ جولائی ١٨٦٥ع ٥۴٢

٩- در نومیدی بسے امید است - ٥ مارچ ١٨٦٣ع ٥۴۴

١٠- حضور! پہلے خدا کا شکر، پھر آپ کا شکر
بجا لاتا ہوں - مارچ ١٨٦٠ع ٥۴٨

١١- قبلہ! میں نہیں جانتا کہ ان روزوں -
١٨٦۴ع ٥٥٠

١٢- قبلہ! میرا ایک شعر ہے - اگست ١٨٦۴ع ٥٥٢

١٣- قبلۂ حاجات! قطعہ میں جو حضرت نے -
٣١ جنوری ١٨٥٩ع ٥٥٣

۱۴- میں سادہ دل آزردگیِ یار سے خوش ہوں -
اگست ۱۸٦۴ع ۵۵۵

(۳۱) بہ نام نواب ضیاء الدین احمد خاں

۱- جناب قبلہ و کعبہ ! آپ کو دیوان کے دینے
میں - ؟ ۱۸٦۰ع ۵۵۸

(۳۲) بہ نام مرزا شہاب الدین احمد خاں

۱- بھائی ! تمھارا خط حکیم محمود خاں صاحب -
۸ فروری ۱۸۵۸ع ۵٦۰
۲- بھائی ! شہاب الدین خاں ! واسطے خدا کے
تم نے - مارچ ۱۸۵۸ع ۵٦۱
۳- بھائی ! تمھارا خط پہنچا ، کوئی مطلب جواب
طلب نہیں تھا - ۱۲ اپریل ۱۸۵۸ع ۵٦۲
۴- میاں مرزا شہاب الدین خاں ، اچھی طرح
ہو ؟ ۹ اکتوبر ۱۸٦۵ع ۵٦۳
۵- میاں ! وہ قاضی تو مسخرہ حوتیا ہے -
جولائی ۱۸٦۲ع ۵٦۴
٦- نور چشم شہاب الدین خاں کو دعا -
۲۴ ستمبر ۱۸٦۱ع ۵٦٦
۷- تمھارے بھائی کا خط تمھارے پاس -
اگست ۱۸٦۱ع ۵٦۷
۸- رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے -
؟ ۱۸٦۵ع ۵٦۸
۹- اے روشنیِ دیدۂ شہاب الدین خاں -
؟ ۱۸٦۵ع ۵٦۸

(۳۳) به نام نواب انور الدوله سعد الدین خاں شفق

۱- ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق۔
۱۵ فروری ۱۸۶۴ء ۵۶۹

۲- پیر و مرشد! حضور کا توقیعِ خاص۔
؟ ۱۸۵۶ء ۵۷۱

۳- پیر و مرشد! اگر میں نے امید گاہ۔
؟ ۱۸۵۶ء ۵۷۲

۴- قبلۂ حاجات! قصیدہ دوبارہ پہنچا۔
اکتوبر ۱۸۵۳ء ۵۷۴

۵- پیر و مرشد! کورنش، مزاج اقدس۔
جولائی ۱۸۶۰ء ۵۷۷

۶- پیر و مرشد! شبِ رفتہ کو مینہ خوب برسا۔
۱۸۶۰ء ۵۷۸

۷- پیر و مرشد! میں آپ کا بندۂ فرماں بردار۔
۲ جون ۱۸۶۱ء ۵۸۰

۸- خداوندِ نعمت! شرف افزا نامہ پہنچا۔
۲۴ اگست ۱۸۶۰ء ۵۸۲

۹- پیر و مرشد! بارہ بجے تھے، میں ننگا اپنے
پلنگ پر لیٹا۔ ۱۸۶۰ء ۵۸۳

۱۰- پیر و مرشد! آداب، غلط نامۂ قاطع برہان۔
۱۱ اگست ۱۸۶۲ء ۵۸۷

۱۱- پیر و مرشد! ایک نوازش نامہ آیا۔
۵ نومبر ۱۸۵۸ء ۵۹۲

۱۲- حضرت پیر و مرشد! اگر آج میرے سب
دوست۔ ۸ ستمبر ۱۸۵۸ء ۵۹۴

۱۳- پیر و مرشد! معاف کیجیے گا ۔

۱۹ جولائی ۱۸٦۰ع ۵۹٦

۱۴- قبلہ و کعبہ! وہ عنایت نامہ ۔ ۱۰ نومبر ۱۸۵٦ع ۵۹۷

۱۵- پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہیں ہے ۔

۲۹ جون ۱۸۵٦ع ۵۹۹

۱٦- للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس ۔

۱۸ اکتوبر ۱۸۵۵ع ٦۰۰

۱۷- کیوں کر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں ۔

۴ اکتوبر ۱۸۵۵ع ٦۰۲

۱۸- پیر و مرشد! آداب ، مزاجِ مقدس ۔

۲۲ اکتوبر ۱۸۵۵ع ٦۰۴

۱۹- قبلہ و کعبہ! کیا لکھوں ، امور نفسانی ۔

۲۲ اکتوبر ۱۸٦۱ع ٦۰۵

(۳۴) بہ نام میر افضل علی عرف میرن صاحب

۱- سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب
المعروف بہ میرن صاحب ۔ ۹ نومبر ۱۸۵۸ع ٦۰۹

۲- برخوردار کامگر میر افضل علی عرف میرن
صاحب طال عمرہ ۔ ٦ جولائی ۱۸۵۹ع ٦۱۰

۳- میری جان! تمھارا رقعہ پہنچا ۔

۲۱ جولائی ۱۸٦۵ع ٦۱۱

(۳۵) بہ نام مرزا قربان علی بیگ سالک

۱- وللرحمٰن الطاف خفیہ ۔ ۱۱ جولائی ۱۸٦۴ع ٦۱۲

۲- میری جان! کن اوہام میں گرفتار ہے ۔

? ۱۸٦۴ع ٦۱۳

(۳۶) به نام مرزا شمشاد علی بیگ رضوان

۱- فرزند دلبند، شمشاد علی بیگ خاں کو، اگر
خفا نہ ہو۔ ۴ نومبر ۱۸۶۵ع ۶۱۵
۲- مرزا! رسمِ تحریرِ خطوط بہ سببِ ضعف ترک
ہوتی جاتی ہے۔ اگست ۱۸۶۶ع ۶۱۷

(۳۷) بہ نام مرزا باقر علی خاں کامل

۱- اقبال نشاں! مرزا باقر علی خاں کو غالبِ
نیم جاں کی دعا۔ ؟ ۱۸۶۷ع ۶۱۹
۲- نور چشم، راحتِ جاں، مرزا باقر علی خاں۔
۷ دسمبر ۱۸۶۷ع ۶۲۰
۳- اقبال نشاں، باقر علی خاں کو غالبِ نیم جاں۔
۱۶ نومبر ۱۸۶۷ع ۶۲۱

(۳۸) بہ نام ذوالفقار الدین حیدر خاں، حسین مرزا

۱- بھائی! تمھارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے
خطوں کا جواب۔ ۲۹ اکتوبر ۱۸۵۹ع ۶۲۳
۲- نواب صاحب! آج تیسرا دن ہے کہ تم کو
حال۔ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۹ع ۶۲۵
۳- جنابِ عالی! کل آپ کا خط لکھا ہوا۔
۹ نومبر ۱۸۵۹ع ۶۲۷
۴- نواب صاحب! پرسوں صبح کو تمھارا خط۔
۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ع ۶۲۹

(۳۹) بہ نام یوسف مرزا صاحب

۱- کوئی ہے! ذرا یوسف مرزا کو بلائیو!
؟ اپریل ۱۸۵۶ع ۶۳۳

۲- آؤ صاحب ، میرے پاس بیٹھ جاؤ۔
۲۹ اپریل ۱۸۶۰ع ۶۳۵
۳- یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو۔
۹ مئی ۱۸۶۰ع ۶۳۷
۴- یوسف مرزا ! کیوں کر تجھ کو لکھوں کہ تیرا
باپ - ۱۹ مئی ۱۸۶۰ع ۶۳۹
۵- اے میری جان ! اے میری آنکھیں !
جون ۱۸۵۹ع ۶۴۰
۶- میری جان ! خدا تیرا نگہبان ۔
۱۵ جولائی ۱۸۵۹ع ۶۴۴
۷- میاں ! پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب
آئے۔ ۲۸ جولائی ۱۸۵۹ع ۶۴۶
۸- حق تعالیٰ تمھیں عمر و دولت و اقبال و
عزت دے ۔ ۱۸ اگست ۱۸۵۹ع ۶۴۹
۹- میری جان ! شکوہ کرنا سیکھو۔
۵ نومبر ۱۸۵۹ع ۶۵۱
۱۰- یوسف مرزا ! میرا حال سوائے خدا اور
خداوند کے - ۲۸ نومبر ۱۸۵۹ع ۶۵۳
۱۱- میاں ! کل صبح کو تمھارے نام کا خط روانہ
کیا - ۲۹ نومبر ۱۸۵۹ع ۶۵۷
۱۲- میاں ! تمھارا خط رام پور پہنچا ۔
۲ اپریل ۱۸۶۰ع ۶۵۹
(۴۰) بہ نام منشی شیو نرائن
۱- صاحب ! خط پہنچا ، اخبار کا لفافہ پہنچا ۔
اگست ۱۸۵۸ع ۶۶۲

۲- شفیق میرے ، مکرم میرے منشی شیو نرائن
تم ہزاروں برس - ۳۱ اگست ۱۸۵۸ع ۶۶۵
۳- مہاراج ! سخت حیرت میں ہوں کہ منشی
ہرگوپال - ۳ ستمبر ۱۸۵۸ع ۶۶۷
۴- نور بصر ، لخت جگر منشی شیو نرائن
کو دعا پہنچے - ستمبر ۱۸۵۸ع ۶۷۰
۵- برخوردار ، نور چشم منشی شیو نرائن کو
کو معلوم ہو - ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۸ع ۶۷۲
۶- برخوردار ، اقبال نشاں منشی شیو نرائن کو
بعد دعا - ۲۳ اکتوبر ۱۸۵۸ع ۶۷۴
۷- میاں ! تمھارے کمال کا حال معلوم کرکے
میں بہت خوش ہوا - ۹ نومبر ۱۸۵۸ع ۶۷۶
۸- برخوردار ، کامگار منشی شیو نرائن -
۱۳ نومبر ۱۸۵۸ع ۶۷۹
۹- صاحب ! تمھارا خط آیا ، دل خوش ہوا -
۱۸ نومبر ۱۸۵۸ع ۶۸۰
۱۰- برخوردار ، اقبال نشاں کو دعا پہنچے -
۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع ۶۸۱
۱۱- صاحب ! تم کندھولی سے کب آئے -
۳۰ نومبر ۱۸۵۸ع ۶۸۲
۱۲- صاحب ! تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے -
۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ع ۶۸۲
۱۳- بھائی ! یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا
جواب - ۱۵ دسمبر ۱۸۵۸ع ۶۸۴

۱۴- برخوردار! آج اس وقت تمہارا خط مع لفافوں
کے - ۱۸ دسمبر ۱۸۵۸ع ٦۸٦
۱۵- اب ایک امر خاص کو سمجھو - دو جلدیں
دستنبو - ۴ جنوری ۱۸۵۹ع ٦۸۷
۱٦- پرسوں اور کل دو ملاقاتیں جناب آرنلڈ
صاحب - ۱۵ جنوری ۱۸۵۹ع ٦۸۹
۱۷ صاحب! میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے ؟
۱۹ اپریل ۱۸۵۹ع ٦۹۰
۱۸- بھائی حاشا ثم حاشا - ۲٦ اپریل ۱۸۵۹ع ٦۹۳
۱۹- برخوردار منشی شیو نرائن کو دعا پہنچے ،
خط تمہارا - ۱۲ جون ۱۸۵۹ع ٦۹۵
۲۰- برخوردار نورچشم منشی شیو نرائن کو دعا
پہنچے - صاحب میں تو - ۲۰ جولائی ۱۸۵۹ع ٦۹۷
۲۱- برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو -
۲۳ جولائی ۱۸۵۹ع ٦۹۸
۲۲- میاں! یہ کیا معاملہ ہے ؟ ایک خط -
۱۷ اگست ۱۸۵۹ع ٦۹۸
۲۳- کیوں میری جان! تم نے خط لکھنے کی قسم
کھائی ہے ؟ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ع ۷۰۰
۲۴- برخوردار منشی شیو نرائن کو بعد دعا کے
معلوم ہو - کیا میرے خط - ۲ نومبر ۱۸۵۹ع ۷۰۰
۲۵- برخوردار ، دو خط اور آج یکشنبہ -
۱۳ نومبر ۱۸۵۹ع ۷۰۲
۲٦- میری جان! دو جلدیں بغاوت ہند کی -
۲۰ اکتوبر ۱۸۵۹ع ۷۰۳

۲۷- برخوردار کا.گر کو بعد دعا کے معلوم ۔
آخر اکتوبر ۱۸۵۸ع ۷۰۳

۲۸- برخوردار منشی شیو نرائن کو دعائے دوام دولت ۔
۳ مارچ ۱۸۶۰ع ۷۰۶

۲۹- برخوردار اقبال آثار منشی شیو نرائن کو بعد دعا کے ۔
۱۴ مارچ ۱۸۶۰ع ۷۰۷

۳۰- میاں ! دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت ۔
اپریل ۱۸۶۰ع ۷۰۸

۳۱- برخوردار منشی شیو نرائن . . . تصویر پہنچی ۔
۳ مئی ۱۸۶۳ع ۷۱۱

۳۲- میاں ! تمھاری باتوں پر ہنسی آتی ہے ۔
۳ جولائی ۱۸۶۰ع ۷۱۳

۳۳- میاں ! میں جانتا ہوں کہ میر نیاز علی ۔
۱۰ جنوری ۱۸۶۲ع ۷۱۳

(۳۱) بہ نام ہرگوبند سہائے

۱- برخوردار ! بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا ۔
۲۹ دسمبر ۱۸۵۸ع ۷۱۵

۲- صاحب ! تم کو دعا کہتا ہوں اور دعا دیتا بھی ہوں ۔
جنوری ۱۸۵۹ع ۷۱۶

(۳۲) بہ نام امین الدین احمد خاں

۱- بھائی صاحب ! ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے تمھارے بزرگوں میں ۔
۱۸۶۲ع ۷۱۷

۲- برادر صاحب ! جمیل المناقب ، عمیم الاحسان سلامت ۔
۲۶ جولائی ۱۸۶۵ع ۷۱۹

۳۔ برادر صاحب ، جمیل المناقب ۔ ۔ ۔ تمھاری
تفریح طبع کے واسطے ۔ ۲۶ مئی ۱۸۶۵ع ۲۱۷
۴۔ برادر صاحب جمیل المناقب ۔ ۔ ۔ بعد سلام
مسنون و دعائے بقائے دولت ۔
۲۲ جون ۱۸۶۵ع ۲۲۲
۵۔ بھائی صاحب ! آج تک سوچتا رہا ۔
۱۵ نومبر ۱۸۶۶ع ۲۲۵
۶۔ اخِ مکرم کے خدام کرام کی خدمت میں بعد ۔
۲۳ جون ۱۸۶۴ع ۲۲۶

(۳۴) بہ نام مرزا علاء الدین احمد خاں

۱۔ صاحب ! تمھارا خط پہنچا مطالب دل نشیں ۔
جنوری ۱۸۶۶ع ۲۲۷
۲۔ جمعہ ۔ ۔ ۔ ۔ مرزا روبرو بہ از پہلو ۔
۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ع ۲۳۰
۳۔ یکشنبہ۔ ۔ ۔ شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح
فتاد ۔ یکم اکتوبر ۱۸۶۵ع ۲۳۲
۴۔ جانا جانا ! ایک خط میرا تمھارے دو خطوں ۔
۲۶ دسمبر ۱۸۶۵ع ۲۳۳
۵۔ صبح دو شنبہ ۔ ۔ ۔ ۔ میری جان ! نئے مہمان
کا قدم ۔ ۱۳ فروری ۱۸۶۵ع ۲۳۴
۶۔ چاشتگاہ ، سہ شنبہ ۔ ۔ ۔ ۔ آج جس وقت کہ ۔
۱۲ نومبر ۱۸۶۱ع ۲۳۶
۷۔ اقبال نشانا ! بہ خیر و عافیت و فتح و نصرت ۔
اپریل ۱۸۶۳ع ۲۳۷

۸- جان غالب ! یاد آتا ہے کہ تمھارے عم نامدار۔
جون ۱۸۶۱ع ۴۳۸

۹- سعادت و اقبال نشان میرزا علاء الدین خاں
بہادر !
؟ ۱۸۶۶ع ۴۴۳

۱۰- صاحب میری داستان سنیے ، پنشن بے کم و
کاست۔
۸ جولائی ۱۸۶۰ع ۴۴۴

۱۱- چار شنبہ . . . علائی مولائی اس وقت۔
۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ع ۴۴۶

۱۲- اقبال نشان مرزا علاء الدین خاں بہادر !
۳ دسمبر ۱۸۶۴ع ۴۴۸

۱۳- جمعہ . . . میری جان ! تمھارا خط بھی آیا۔
۹ دسمبر ۱۸۶۴ع ۴۵۰

۱۴- پنجشنبہ . . . صاحب کل تمھارا خط پہنچا۔
۲۳ فروری ۱۸۶۵ع ۴۵۱

۱۵- میری جان علائی ہمہ دان ! اس دفع دخل۔
یکم جون ۱۸۶۱ع ۴۵۳

۱۶- یکشنبہ . . . میری جان ! مرزا علی حسین خاں۔
۲۱ جون ۱۸۶۳ع ۴۵۵

۱۷- میرزا نسیمی کو دعا پہنچے ، آنکھ کی گھاجنی۔
مئی ؟ ۱۸۶۱ع ۴۵۷

۱۸- یار بھتیجے ، گویا بھائی مولانا علائی۔
۱۹ جون ۱۸۶۲ع ۴۵۸

۱۹- میاں ! تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو۔
مارچ ۱۸۶۳ع ۴۶۱

۲۰- میری جان ! تخلص تمہارا بہت پاکیزہ اور میری
پسند ہے - ۱۲ مئی ۱۸۶۱ع ۶۶۲
۲۱- صاحب ! بہت دن سے تمہارا خط نہیں آیا -
؟ ۱۸۶۲ع ۶۶۳
۲۲- صبح یکشنبہ . . . . صاحب ! پرسوں تمہارا
خط آیا - یکم مارچ ۱۸۶۲ع ۶۶۴
۲۳- مرزا علائی ! پہلے استاد میر جان صاحب کے
قہر و غضب - جنوری ۱۸۶۲ع ۶۶۵
۲۴- میاں ! چلتے وقت تمہارے چچا نے غلیل
کی فرمائش - ۱۳ جنوری ۱۸۶۶ع ۶۶۷
۲۵- جان غالب ! دو خط متواتر تمہارے پہنچے -
۱۸ جولائی ۱۸۶۵ع ۶۶۸
۲۶- لو صاحب ! وہ مرزا رجب بیگ مرے -
۶ جنوری ۱۸۶۵ع ۶۷۲
۲۷- مولانا نسیمی کیوں خفا ہوتے ہو -
ہمیشہ سے اسلاف - ۴ اپریل ۱۸۶۱ع ۶۷۳
۲۸- میری جان ! ناسازیِ روزگار -
جنوری ۱۸۶۵ع ۶۷۶
۲۹- لو صاحب ! پرسوں تمہارا خط آیا اور کل دوپہر -
۱۸ جولائی ۱۸۶۲ع ۶۷۶
۳۰- شنبہ . . . . علائی مولائی غالب کو اپنا
دعا گو - ۹ جولائی ۱۸۶۴ع ۶۷۸
۳۱- یکشنبہ . . . . صاحب ! جمعہ کو میں نے تم کو
خط لکھا - ۹ فروری ۱۸۶۲ع ۶۸۰

۳۲- صاحب ! میں از کار رفتہ و درماندہ ہوں۔

۳ جولائی ۱۸۶۳ء ۲۸۱

۳۳- ولی عہدی میں شاہی ہو مبارک۔

مئی ۱۸۶۳ء ۲۸۲

۳۴- میری جان ! کیا کہتے ہو ، کیا چاہتے ہو؟

۱۵ اکتوبر ۱۸۶۱ء ۲۸۳

۳۵- خاک تمنا کم و تو باد بہار۔

۲۳ اگست ۱۸۵۸ء ۲۸۵

۳۶- مرزا علائی مولائی ! نہ لاہور سے خط لکھا
نہ لوہارو سے۔ ۲ نومبر ۱۸۶۴ء ۲۸۶

۳۷- صبح یکشنبہ . . . جانا عالی شانا ، پہلے خط۔

۲۰ ستمبر ۱۸۶۳ء ۲۸۷

۳۸- دوشنبہ . . . . اے میری جان ! مثنوی ابر
گہربار۔ ۳۰ مئی ۱۸۶۴ء ۲۸۹

۳۹- یکم جنوری . . . . علائی مولائی کو غالبِ
طالب کی دعا۔ یکم جنوری ۱۸۶۴ء ۲۹۱

۴۰- صبح شنبہ . . . . لا موجود الا اللہ۔

۳۰ مئی ۱۸۶۳ء ۲۹۲

۴۱- بد است مرگ ولے بد تر از گمان تو نیست

۱۱ جون ۱۸۶۳ء ۲۹۳

۴۲- یکشنبہ . . . . صاحب ! کل تمھارے خط کا
جواب۔ ۱۶ فروری ۱۸۶۲ء ۲۹۴

۴۳- اجی مولانا علائی ! نواب صاحب دو مہینہ۔

۱۷ ستمبر ۱۸۶۴ء ۲۹۷

۴۴- میاں ! مدعا اصلی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے -

؟ ۱۸۶۶ع ۷۹۷

۴۵- مولانا علائی ! واللہ علی حسین کا بیان -

؟ ۱۸۶۳ع ۷۹۸

۴۶- آج بدھ کے دن ، ۲۷ رمضان کو -

۱۲ مئی ۱۸۵۸ع ۸۰۰

۴۷- سبحان اللہ ! ہزار برس تک نہ پیام بھیجنا -

۲ جولائی ۱۸۶۰ع ۸۰۲

۴۸- صاحب ! میرا برادر عالی قدر -

۷ مارچ ۱۸۶۲ع ۸۰۳

۴۹- مولانا علائی ! نہ مجھے خوف مرگ -

۶ اگست ۱۸۶۲ع ۸۰۵

۵۰- صبح سہ شنبہ . . . جانِ غالب ! مگر جسم
سے نکلی - ۹ ستمبر ۱۸۶۲ع ۸۰۷

۵۱- جانا عالی شانا ! خط پہنچا ، حظ اٹھایا -

۶ دسمبر ۱۸۶۵ع ۸۰۸

۵۲- صبح یکشنبہ . . . میری جان سن ! پنجشنبہ
پنجشنبہ - ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ع ۸۱۰

۵۳- چہار شنبہ . . . . بہ قول عوام باسی عید
کا دن - ۱۸ مئی ۱۸۶۴ع ۸۱۷

۵۴- میاں ! تمھارے باپ کا تابع ، تمھارا مطیع -

؟ ۱۸۶۶ع ۸۱۹

۵۵- شنبہ . . . . نیّرِ اصغرِ سپہرِ سخن سرائی -

۱۵ فروری ۱۸۶۲ع ۸۲۰

۵۶- اقبال نشان ، والا شان صدرہ عزیز تر از جان -

۲۱ جون ۱۸۶۸ع ۸۲۳

(۴۴) بہ نام مرزا امیر الدین احمد خاں ، فرخ مرزا

۱- اے مردم چشم جہاں بین غالب !

۱۸۶۶ع ۸۲۵

(۴۵) بہ نام میر احمد حسین میکش

۱- بھائی میکش ! آفرین ، ہزار آفرین - ؟ ۱۸۵۵ع ۸۲۷

۲- میاں ! عجیب اتفاق ہے ، نہ میں تمھارے دیکھنے - ؟ ۱۸۵۶ع ۸۲۸

(۴۶) بہ نام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں

۱- خاں صاحب ، جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب - ۱۱ مارچ ۱۸۶۵ع ۸۲۹

(۴۷) بہ نام جناب حکیم غلام رضا خاں صاحب

۱- نور دیدہ و سرور دل و راحت جاں !

اکتوبر ۱۸۶۵ع ۸۳۰

(۴۸) بہ نام جناب ماسٹر پیارے لال

۱- شفیق مکرم ، بابو پیارے لال صاحب کو سلام - ۳۰ اپریل ۱۸۶۶ع ۸۳۲

۲- کیوں صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ ملنا بھی چھوڑا ؟ ؟ ۱۸۶۵ع ۸۳۳

۳- فرزند ارجمند ، اقبال بلند بابو ماسٹر -

۳۰ جنوری ۱۸۶۸ع ۸۳۴

(۴۹) بنام منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

۱- برخوردار ، منشی جواہر سنگھ کو بعد دعائے دوام عمر - ؟ ۱۸۵۰ع ۸۳۶

۲- برخوردار کامگار ، سعادت و اقبال نشان ۔

۲ فروری ۱۸٦۳ع ۸۳۷

(۵۰) به نام منشی هیرا سنگھ

۱- نور چشمِ غالبِ غم دیده منشی ہیرا سنگھ !

۱۳ جنوری ۱۸٦۸ع ۸۳۹

(۵۱) به نام بہاری لال مشتاق

۱- سعادت مند باکمال ، منشی بہاری لال !

۲٦ فروری ۱۸٦۸ع ۸۴۰

۲- برخوردار بہاری لال ! مجھ کو تم سے جو محبت ہے - ۷ جون ۱۸٦۸ع ۸۴۱

۱- خاتمۃ الطبع - ۸۴۳

۲- خاتمۂ کتاب آردوئے معلیٰ از قربان علی بیگ سالک ۸۴۴

۳- تاریخ طبع ، حصۂ اول آردوے معلیٰ طبع زاد منشی جواہر سنگھ صاحب ، جوہر تخلص - ۸۴۷

۴- اجازت نامۂ غالب - ۸۴۸

میری جان خط نہ بھیجو اور میرے خط کا انتظار کرو اسکی وجہ میں نہیں سمجھا
تمہارا خط آیا اور میں جواب نہ لکھوں تو گنہگار ہونگا نواب یوسف علی خان ناظم کا
دیوان میرے پاس کہاں نواب صاحب نے بسبیل ارمغان مجھے ایک ورق بھی نہیں بھیجا
یہاں کچھ بکنے آ گئے تھے میں نے ایک مجلد لیکر مصطفیٰ خان کو جہانگیر آباد
بھیجا تھا اب محمد بخش اور میرٹھ سے کہدونگا اگر کسی نے لا دیا تو ایک جلد
میر سرفراز حسین کو بھیجدونگا توقع نوکری کا حال مجھکو مفصل معلوم ہے یہ
بھی بادشاہی تنخواہ ہوتی کہ روپیہ دیکر نوکر لیں اور کہیں ۱۱ مہینے نذرانہ
دیا ہے بشرط نوکری جا بجا برس چھ مہینے تک اپنا دیا ہوا روپیہ مسترد
کرنا ہوگا نوکری مفت میں مقدر مگر اور تقدیر موافق ہے کون کہیگا
فلاں شخص کا مقدر اچھا ہے کون کہیگا ۱۱ ذہن کا تقدیر برا ہے یہ مسئلہ خاص
ہے مذہب نہیں کوئی بھی مقدر کی موافقت لکھتا ہوگا تمکو تردد ہ ×

تیسرن تہوڑا جوان مرد جوان بخت جوان دولت جوان عمر جوان سال جوان خرد جوان مرگ
یہ الفاظ مقررہ اہل زبان ہیں کبھی مقلوب و معکوس نہیں آتے اور اخبار میں بادشاہ کے مرنے کی خبر
لکھی تھی مگر پھر کہیں سے تصدیق نہیں ہوئی نریندر سنگھ راجہ پٹیالہ بلا تکلف مر گیا مسجد جامع کے
واگذاشت کی خبر مشہور ہے اگر سچ ہو جائے تو کیا مزا ہے شاہ اودھ کے املاک کی بھی واگذاشت کی
خبر ہے تو کہو اب کیا لکھوں سر راہ کے مونڈھے کے پاس جو تخت بچھا ہے اوس پر بیٹھا ہوا دھوپ
کھا رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں بس اب یہ لکھنا تمام ہے ۱۱ مجتہد العصر کو دعا اور میر افضل علی صاحب
کو دعا پہنچے صبح پنجشنبہ ۲ جمادی الاول ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۲

[۲۳۷] بہ نام عضدالدولہ حکیم غلام نجف خاں[1] صاحب (۱)

سعادت[2] و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاؤہ !

تمھارا رقعہ پہنچا ۔ جو دم ہے غنیمت ہے ۔ اس وقت تک میں مع عیال و اطفال جیتا ہوں ۔ بعد گھڑی بھر کے کیا ہو ، کچھ معلوم نہیں ۔ قلم ہاتھ میں لیے پر جی بہت لکھنے کو چاہتا ہے ، مگر کچھ نہیں لکھ سکتا ۔[3] اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے ، تو کہہ لیں گے ،

۱۔ غلام نجف ، حافظ محمد مسیح الدین فاروق بدایونی کے فرزند ہیں ۔ شیخوپور ، بدایوں ان کے اجداد کا آباد کردہ قصبہ تھا جو عہد اکبری و جہانگیری و شاہ جہانی میں بہت معزز عہدوں پر متمکن رہے ۔ غلام نجف خاں بہت کم سنی میں دلی آن کر رہنے لگے تھے ، جوانی میں کمپنی کے نوکر ہوئے اور ترقی کر کے گورنر کے سر منشی ہوگئے تھے ۔ پھر طبابت شروع کر دی ۔ بہادر شاہ نے ''عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں بہادر'' خطاب دیا ۔ سرسید انھیں اپنا بڑا بھائی سمجھتے تھے (آثار الصنادید) ۔ غلام نجف ، غالب کے شاگرد اور عزیز ترین برخوردار تھے ۔ ''پنج آہنگ'' طبع اول کی تصحیح اور اس کا اشتہار انھی کے نام سے شائع ہوا تھا (آثار غالب) ۔ غلام نجف خاں کے نام کچھ خط حصہ سوم میں ملاحظہ ہوں ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۸۴ ، مجیدی صفحہ ۲۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۲ ، مہیش صفحہ ۲۱۹ ، مہر صفحہ ۳۷۰ ۔

۳۔ مہر صاحب لکھتے ہیں کہ غدر کے زمانے میں حکیم صاحب دو جانہ میں تھے ۔ یہ خط اسی زمانے کے ہیں ۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱۶ ۔

ورنہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔نواسی کا حال معلوم ہوا ، حق تعالیٰ اُس کی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے ۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوکری قسمت والی اور حرمت والی تھی ۔

تمھاری استانی تم کو اور ظہیر الدین کو اور اس کی ماں کو اور اس کی بہن کو دعا کہتی ہیں اور میں ظہیر الدین کو پیار کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں ۔

غالب

سہ شنبہ[1] ، ۱۹ جنوری سنہ ۱۸۵۸ع

[۲۳۸] ایضاً (۲)

میاں[2] ! حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اب تک جیتا ہوں ۔ بھاگ نہیں گیا ، نکالا نہیں گیا ، لٹا نہیں ، کسی محکمے میں ابھی تک بلایا نہیں گیا ، معرض باز پرس میں نہیں آیا ۔ آیندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے ۔ شیر زماں خاں نے مجھے آگرہ سے خط لکھا ، اس میں ایک رقعہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف بنام ظہیر الدین کے ۔ اب مجھ کو ضرور آ پڑا کہ اس کو تمھارے پاس بھیجوں ۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا ، ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہوں ۔ اگر پہنچ جائے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا ، میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا ۔

غالب

مرسلہ دو شنبہ چارم جمادی[3] الاول سنہ ۱۲۷۴ھ ۔ جواب طلب

۱- مطابق ۳ جمادی الثانیہ ۱۲۷۴ھ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۸۴ ، مجیدی صفحہ ۲۲۸ مبارک علی صفحہ ۱۶۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۳ ، مہیش صفحہ ۲۱۸ ، مہر صفحہ ۳۷۰ ۔

۳- جنتری میں ۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ع دوشنبہ کو ۳ جمادی الاولیٰ ہے ۔

[۲۳۹] ایضاً (۳)[1]

صبح[2] شنبہ ۲۱ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ع

اقبال نشان عضدالدولہ حکیم غلام نجف خاں کو غالب علی شاہ کی دعا پہنچے -

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے تشویش ہے - خدا کی قسم! میں یہاں خوش اور تندرست ہوں ، دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے کہ پہر دن چڑھے تک میرے آدمی بھی روٹی کھا چکتے ہیں - شام کا کھانا بھی سویرے آتا ہے - کئی طرح کے سالن[3] ، پلاؤ ، متنجن ، پسندے ، دونوں وقت روٹیاں خمیری ، چپاتیاں ، مربے ، اچار - میں بھی خوش ، لڑکے بھی خوش - کلو اچھا ہو گیا ہے - سقا ، مشعلچی ، خاکروب سرکار سے متعین ہے - حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے - آج تک دو ملاقاتیں ہوئی ہیں - تعظیم ، تواضع ، اخلاق کسی بات میں کمی نہیں -

ظہیر الدین خاں بہادر کو دعا پہنچے - یہ خط لے کر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ بات ، جو میں نے تم سے کہی تھی وہ غلط ہے ، اس کی کچھ اصل نہیں ہے -

باقی خیر و عافیت

۱- مجتبائی صفحہ ۱۸۴ ، مجیدی صفحہ ۲۲۹ مبارک علی صفحہ ۱۶۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۳ ، مہیش صفحہ ۲۳۰ ، مہر صفحہ ۳۸۰ -

۲- مطابق ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱۷ - رام پور کے قیام اور نواب صاحب کی میزبانی کا حال ہے -

[۲۴۰] ایضاً (۴)

میاں[1] ! تمھارا خط پہنچا ، آج میں نے اس کو اپنے خط میں ملفوف کرکے آگرے کو روانہ کیا ۔ تم جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی مجھ کو خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو اب بھی نہ لکھتے ؛ انصاف کرو ، لکھوں تو کیا لکھوں ؟ کچھ لکھ سکتا ہوں ؟ کچھ قابل لکھنے کے ہے ؟ تم نے جو مجھ کو لکھا تو کیا لکھا ؟ اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں ؟ بس اتنا ہی ہے کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں ۔ زیادہ اس سے نہ تم لکھو گے ، نہ میں لکھوں[2] گا ۔ ظہیر الدین کو دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا ۔ تم کو اور ظہیر الدین کو اور اس کی ماں کو اور اس کی بہن کو اور اس کی لڑکی کو تمھاری ماں[3] دعا کہتی ہے اور دعائیں دیتی ہے ۔ یہ رقعہ حیدر حسن خاں کے نام کا ہے ، ان کو حوالے کر دینا ۔

اسد اللہ

نگاشتہ شنبہ[4] ، ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۵۷ع

[۲۴۱] ایضاً (۵)

میاں[5] ! تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سے وہ سپاہی جو

۱۔ مجتبائی صفحہ ۱۸۵ ، مجیدی صفحہ ۲۲۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۴ ، سہیش صفحہ ۲۱۸ ، مہر صفحہ ۳۷۰ ۔

۲۔ غدر کے حالات کا ردعمل سخنی پر ہے۔ غالب کی گھٹن دیدنی ہے ۔

۳۔ اہلیہ غالب ۔

۴۔ مطابق آٹھ جمادی الثانیہ ۱۲۷۴ھ ۔ دیکھیے خط نمبر ۲۳۸ ۔

۵۔ مجتبائی صفحہ ۱۸۵ ، مجیدی صفحہ ۲۲۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۴ ، سہیش صفحہ ۲۲۰ ، مہر صفحہ ۳۷۱ ۔

ان کے [اوپر[1]] متعین تھا ، اٹھ گیا اور ان کو حکم ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو ، مگر شہر میں رہو ، باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ ، اور ہر ہفتے میں ایک بار کچہری میں حاضر ہوا کرو ۔ چنانچہ وہ کچے باغ کے پچھواڑے مرزا جاگن کے[2] مکان میں آ رہے ۔ صفدر میرے پاس آیا تھا ، یہ اس کی زبانی ہے ۔ جی ان کے دیکھنے کو چاہتا ہے مگر از راہ احتیاط جا نہیں سکتا ۔

مرزا بہادر بیگ نے بھی رہائی پائی ۔ اب اس وقت سنا ہے کہ وہ خان صاحب کے پاس آئے ہیں ۔ یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائیں گے ، یہاں نہ رہیں گے ۔ قدم شریف میں وہ رہتے ہیں ۔

آج[3] پانچواں دن ہے کہ حکیم محمود خاں مع قبائل اور عشائر پٹیالہ کو گئے ہیں ۔ بہ مقتضائے وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑ کر یہاں آ رہا ہوں ، اس طرح کہ محل سرا میں زنانہ اور دیوان خانے میں مردانہ ۔

پنشن کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا ۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے ۔ دیکھیے بعد کیفیت کے جانے کے پنشن ملتا ہے یا جواب ۔

پنجشنبہ ۱۶ شعبان سنہ ۱۲۷۴ھ ، مطابق یکم اپریل[4] سنہ ۱۸۵۸ع ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں "اوپر" ندارد ۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۱ ۔
۳۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غالب ۲۷ مئی ۱۸۵۸ع کو حکیم محمود خاں کے مکان میں آ گئے ۔
۴۔ اردوے معلیٰ کے تمام نسخوں میں "یکم مئی" ہے لیکن صحیح "اپریل" ہے ۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں "۱۸۷۴ھ" تحریر ہے ۱۸ کے بجائے ۱۲ ہونا چاہیے ۔

[۲۴۲] ایضاً (۶)

بھائی[1] ! ہوش میں آؤ، میں نے تم کو خط کب بھیجا اور رقعے میں کب لکھا کہ میں شیر زماں کا خط تمھارے پاس بھیجتا ہوں ؟ میں نے تو ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیر زماں خاں نے میرے خط میں تم کو بندگی لکھی تھی اور میں وہ بندگی اس رقعے میں لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہوں ، بس بات اتنی ہی تھی - وہی بندگی لکھی ہوئی گویا لپٹی ہوئی تھی ، سو حضرت کو پہنچ گئی - خاطر عاطر جمع رہے -

غالب

[۱۸۵۸ء[2]]

[۲۴۳] ایضاً (۷)

میاں[3] ! چانول برے ، بڑھتے نہیں ، لمبے نہیں ، پتلے نہیں - اب زیادہ قصہ نہ کرو - پرانے اور پتلے چانول آئیں ، ایک روپیہ کے خرید کرکے بھیج دو - یاد رہے ، نئے چانول قابض ہوتے ہیں اور پرانے چانول قابض نہیں ہوتے - یہ میرا تجربہ ہے -

شام کو میر مجد الدین صاحب کہتے تھے کہ حکیم غلام نجف خاں کے پاس ایک کاتب ہے - بھائی ! دس بارہ جزو کی ایک کتاب نثر کی[4] مجھ کو لکھوانی ہے - یہ معلوم کر لو کہ وہ صاحب روپیہ کے کے

۱- مجتبائی صفحہ ۱۸۶ ، مجیدی صفحہ ۲۳۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۵ ، مہیش صفحہ ۲۱۹ ، مہر صفحہ ۳۷۱ -

۲- صرف اندازہ ہے ، مہیش پرشاد صاحب نے بھی یہی سنہ لکھا ہے -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۸۶ ، مجیدی صفحہ ۲۳۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۵ ، مہیش صفحہ ۲۲۹ ، مہر صفحہ ۳۷۹ -

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۲ -

جزو لکھیں گے ؟ اور روز کس قدر لکھ سکتے ہیں ؟ یہ تو اب لکھو اور پھر دوپہر کے بعد اُن کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں ان کو کاغذ اور منقول عنہ حوالہ کروں ۔

ظہیر الدین کو دعا کہو اور اس کا حال لکھو ۔ غالب

[اگست سنہ ۱۸۵۸ع[1]]

[۲۴۴] ایضاً (۸)

حکیم[2] غلام نجف خاں ! سنو ۔ اگر تم نے مجھے بنایا ہے ، یعنی اُستاد اور باپ کہتے ہو ۔ یہ امر از روئے تمسخر ہے تو خیر ، اور اگر از روئے اعتقاد ہے تو میری عرض مانو اور ہیرا سنگھ کی تقصیر معاف کرو ۔ بھائی ! انصاف کرو ، اس نے اگر حکیم احسن اللہ خاں سے رجوع کی ، وہ تمھارے بھائی بھی ہیں اور تم کو اُن سے استفادہ بھی ہے ۔ اگر گھبرا کر حکیم محمود خاں کے پاس گیا ، تو اُن کے باپ سے تم کو نسبت تلمذ کی ہے ، ابتدا میں اُن سے پڑھے ہو ۔ پس یہ غریب سوائے تمھارے اگر گیا تو تمھارے ہی علاقہ میں گیا ۔ وہ بھی گھبرا کر اور خفقان سے تنگ آ کر ۔ اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اس پر بہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بہ دل اس کا معالجہ کرو ۔

التفات کا طالب

غالب

[۱۸۶۶ع[3]]

۱۔ غالب نے 'دستنبو' کی تصنیف یکم اگست کو ختم کی اس لیے کاتب کی ضرورت اسی مہینے کے آغاز میں پیدا ہوئی ہو گی ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۸۶ ، مجیدی صفحہ ۲۳۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۶ ، مہیش صفحہ ۲۳۲ ؛ مہر صفحہ ۳۸۲ ۔

۳۔ یہ سنہ مہیش پرشاد نے تحریر کیا ہے ۔

[۲۴۵] ایضاً (۹)

میاں[1] ! پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو ، پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو - کہیں اور جائیں گے یا یہاں آئیں گے ؟ اگر یہاں آئیں گے تو کب تک آئیں گے ؟ پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو ، اور اس میں لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا - وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام الدین اور میرے خط کا جواب نہ لکھیں ! خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ؟ نجات کا خدا سے اور تم سے اس رقعہ کے جواب کا طالب - غالب

[۱۸۶۶ع[2]]

[۲۴۶] ایضاً (۱۰)

بھائی[3] ! میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیسا[4] ہوں ؟ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے ، پھوڑا بدستور ہے[5] رستا ہے - خیر ، محل اندیشہ نہیں ہے ، رس رس کر مادہ نکل جائے گا - اس سے اور زیادہ خستہ و افسردہ ہوں - قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ، ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے - بہر حال :

۱- مجتبائی صفحہ ۱۸۷ ، مجیدی صفحہ ۲۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۶ ،
رام نرائن صفحہ ۲۱۶ ، مہیش صفحہ ۳۳۲ ، مہر صفحہ ۳۸۲ -
۲- مہیش پرشاد کا اندازہ ہے -
۳- مجتبائی صفحہ ۱۸۷ ، مجیدی صفحہ ۲۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۶ ،
رام نرائن صفحہ ۲۱۷ ، مہیش صفحہ ۲۲۷ ، مہر صفحہ ۳۸۷ -
۴- اردوے معلیٰ طبع اول میں ''کیسا'' کو''کیا'' پڑھ کر فاروقی ، ناسی وغیرہ میں ''کیا'' ہی چھپ گیا ہے -
۵- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۳ -

مرگے ست بہ نام زندگانی

حضرت ! غور کی جگہ ہے ، ایک مکان دل کشا ، کوچہ کی سیر ، بازار کا تماشا ، دو کمرے ، دو کوٹھریاں ، آتش دان ، صحن وسیع ۔ اس کو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے ؟ دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خوروں کا مجمع ، گوہ کے ڈھیر ۔ کہیں حلال خور کا بچہ ہگ رہا ہے ، کہیں بیل بندھا ہوا ہے ، کہیں کوڑا پڑا ہوا ہے ——عیاذاً باللہ خدا نہ لے جائے ایسے مکان میں ۔

تم نے وہ مسودہ کیوں نہیں بھیجا ؟ میں خدمت گذاری کو آمادہ ہوں ۔ ۱۲[1]

نجات کا طالب غالب
[نومبر ۱۸۶۵ع[2]]

۱۔ غالب عموماً بارہ کا ہندسہ (۱۲) لکھتے تھے ۔ عود ہندی طبع اول میں یہ عدد بہ کثرت موجود ہے ۔ اردوے معلیٰ کے کاتب نے ایک آدھ جگہ لکھ دیا ہے ۔

۲۔ مہیش پرشاد اسے "۱۸۶۴ع" کا خط فرض کرتے ہیں ۔ انھیں تفتہ کا خط مکتوبہ ۲ ستمبر ۱۸۶۴ع سے یہ شبہ ہوا ، حالاں کہ یہ واقعہ اس سے ایک سال بعد کا ہے جب وہ حکیم محمود خاں کے پڑوس سے بلی ماراں میں منتقل ہونے والے ہیں ، نیز دیکھیے اردوے معلیٰ غالب نمبر ۱۹۶۰ع دہلی یونیورسٹی صفحہ ۸۸ ۔

[۲۴۷] ایضاً (۱۱)

صاحب[1] تم سچ کہتے ہو ۔ بھائی فضل اللہ[2] خاں کی غم خواری اور مددگاری کا کیا کہنا ہے ! مگر الور سے مجھ کو لہنا نہیں ۔ یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھے کچھ نہ آئے گا ۔ بہ فرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ ، سو وہ بھی مجھے بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے ۔ ان کا قرض ادا ہو جائے گا ۔ احیاناً اگر خلاف میرے عقیدے کے پانچ سو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میاں فضل کو دے کر مجھ کو لکھنا ، باقی کے واسطے میں جس طرح لکھوں ، اس طرح کرنا ۔ لو صاحب ! شیخ چلی بنا ، خیالی پلاؤ پکا لیا ۔

اب روداد سنو ! نواب صاحب کا اخلاص و التفات روز افزوں ہے ۔ آج منگل کا دن ، ۴ جمادی الثانی اور ۲۴ اکتوبر کی ہے ۔ کھانے کی[3] اور گھوڑوں اور بیلوں کے گھانس دانے کی نقدی ہو گئی ۔ لیکن اس میں میرا فائدہ ہے ، نقصان نہیں ۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا ، ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اس کی ہے ، بعد جشن کے رخصت ہوں گا ، خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تم کو آ دیکھتا ہوں ۔

ظہیر الدین خاں کو دعا ۔

[منگل[4] ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۵ع – ۴ جمادی الثانی ۱۲۸۲ھ]

۱- مجتبائی صفحہ ۱۸۸ ، مجیدی صفحہ ۲۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۶ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۷ ، مہیش صفحہ ۲۳۰ ، مہر صفحہ ۳۸۱ ۔

۲- فضل اللہ خاں : برادر امین اللہ خاں دیوان الور ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۴ ۔

۴- تاریخ متن میں موجود ہے ، سنہ تقویم سے لکھا گیا ۔

[۲۴۸] ایضاً (۱۲)

صاحب[1] ! کل آخر روز تمھارا خط آیا۔ میں نے پڑھا، آنکھوں سے لگایا، پھر بھائی ضیاء الدین خاں صاحب کے پاس بھجوایا۔ یقین ہے کہ انھوں نے پڑھ لیا ہوگا، ماکتب فیہ معلوم کیا ہوگا۔ تمھارے یہاں نہ ہونے سے ہمارا جی گھبراتا ہے، کبھی کبھی ناگاہ ظہیرالدین کا آنا یاد آتا ہے۔ کہو، اب خیر سے کب آؤ گے؟ کے برس، کے مہینے، کے دن راہ دکھاؤ گے؟

یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو، بدستور ہے:

زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

جاڑا خوب پڑ رہا ہے، توانگر غرور سے، مفلس سردی سے اکڑ رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا، عرق کے نہ کھینچنے کی قید شدید نے مارا، ادھر انسداد دروازۂ آبکاری ہے، اُدھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولوی فضل رسول صاحب حیدر آباد گئے ہیں، مولوی غلام امام شہید آگے سے وہاں ہیں، محی الدولہ محمد یار خاں سورتی نے ان صورتوں کو وہاں بلایا ہے، پر یہ نہیں معلوم کہ وہاں ان کو کیا پیش آیا ہے؟ اگر تم معلوم کر سکو یا کچھ تم کو معلوم ہو گیا ہو تو مجھ کو ضرور لکھو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

کیوں ظہیر الدین خاں! کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجھ کو الگ لکھتا؟ یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا؟[2] حکیم غلام نجف خاں لکھنے بیٹھے، تیری بندگی لکھ دی۔

۱- مجتبائی صفحہ ۱۸۸، مجیدی صفحہ ۲۳۲، مبارک علی صفحہ ۱۶۷، رام نرائن صفحہ ۲۱۸، مہیش صفحہ ۲۲۶، مہر صفحہ ۳۷۷۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲۵۔

میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں، اس بندگی کے آنے کی مجھے کیا خوشی ؟

غالب

صبح یکشنبہ[1]، ۱۱ جنوری سنہ ۱۸٦۳ع

[۲۴۹] ایضاً (۱۳)

بھائی[2] ! میرا دکھ[3] سنو !

ہر شخص کو غم موافق اُس کی طبیعت کے ہوتا ہے ۔ ایک تنہائی سے نفور ہے ، ایک کو تنہائی منظور ہے ۔ تاہل میری موت ہے ۔ میں کبھی اس گرفتاری سے خوش نہیں رہا ۔ پٹیالے جانے میں ایک سبکی اور ذلت تھی ۔ اگرچہ مجھ کو دولت تنہائی میسر آ جاتی ، لیکن اس تنہائی چند روزہ اور تجرید مستعار کی کیا خوشی ؟ خدا نے لاولد رکھا تھا ، شکر بجا لاتا تھا ۔ خدا نے میرا شکر مقبول و منظور نہ کیا ، یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے ، یعنی جس لوہے کا طوق ، اُسی لوہے کی دو ہتکڑیاں بھی پڑگئیں ۔ خیر اس کا کیا رونا ہے ۔ یہ قید جاودانی ہے ۔

جناب حکیم صاحب ایک روز از راہ عنایت یہاں آئے ۔ کیا کہوں کہ اُن کے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے ۔ خدا اُن کو زندہ رکھے ۔ میاں ، میں کثیرالاحباب شخص ہوں ، سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوست اس باسٹھ برس میں مر گئے ، خصوصاً اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا ۔ اس راہ سے مجھ کو ، جو دوست اب باقی

۱- تاریخ اردوے معلی میں موجود ہے ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۸۹ ، مجیدی صفحہ ۲۳۲، مبارک علی صفحہ ۱٦۸، رام نرائن صفحہ ۲۱۹ ، سہیش صفحہ ۲۲: ، مہر صفحہ ۳۷۱ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں 'دکھ' کو ''دیکھ'' لکھ دیا گیا ہے ، جسے بعد کے نسخوں میں ''ذکر'' کر دیا گیا ۔

ہیں ، بہت عزیز ہیں ۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اب ان احیا[1] میں سے کوئی میرے سامنے نہ مرے ۔ کیا معنی کہ جو میں مروں ، کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو دنیا میں ہو ۔

مصطفیٰ خاں کا حال سنا ہو گا ۔ خدا کرے مرافعہ میں چھوٹ جائے ، ورنہ حبس ہفت‌سالہ کی تاب اس ناز پروردہ میں کہاں ۔ احمد حسین مے کش کا حال کچھ تم کو معلوم ہے یا نہیں ؟ مخنوق[2] ہوا ۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھا ہی نہیں ۔

پنشن کی درخواست دے رکھی ہے ، بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہو گا ؟ ہاں ، دو باتیں ہیں : ایک تو یہ کہ میری صفائی اور بےگناہی کی دلیل ہے ۔ دوسرے یہ کہ موافق قول عوام چولھے دلدر نہ ہو گا ۔ تجھ کو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا فارغ البال اور خوش حال رہتا ۔ یہ بھی خبط ہے جو میں کہہ رہا ہوں ۔ خدا جانے پنشن جاری ہو گا یا نہ ہو گا ۔ احتمال تعیش و تنعم بشرط تجرید صورت اجرائے پنشن میں سوچتا ہوں اور وہ موہوم ہے ۔ بیدل کا شعر مجھ کو مزا دیتا ہے :

نہ شام ما را سحر نویدی ، نہ صبح ما را دم سپیدی
چو حاصل ماست نا امیدی غبار دنیا بفرق عقبیٰ

۱۔ اردوے معلیٰ "احیا" بمعنی زندہ لوگ ، لیکن مہیش صاحب نے "احبا" پڑھا اور بعض حضرات نے 'احباب' کر دیا ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۲۶ — یعنی میکش کو پھانسی ہوئی ۔ لیکن مالک رام کہتے ہیں کہ ایک انگریز کی گولی لگی ۔ غالب کے دوسرے خطوں سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ فساد تک زندہ تھے ، پھر یہ واقعہ پیش آیا ۔

اس وقت جی تم سے باتیں کرنے کو چاہا ، جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا ۔ زیادہ کیا لکھوں[1] ۔

از[2] غالب ، بہ نام جان و جاناں و از جان و جاناں عزیز تر حکیم غلام نجف خاں سلمہ اللہ تعالیٰ :

[[3]اپریل ۱۸۵۸ع]

[۲۵۰] ایضاً (۱۴)

قبلہ[4] ! یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے دس آدمی کے کہ دو اس میں عزیز بھی تھے ۔ یہ سب وہاں سے نکالے گئے مگر صورت نہیں معلوم کہ کیوں کر نکلے ۔ پیادہ یا سوار ، تہی دست یا مال دار ؟ مستورات کو تو رتھیں دے دیں تھیں ، ذکور کا حال کیا ہوا ؟ اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا ؟ کہاں رہے اور کہاں رہیں گے ؟ سرکار انگریزی کی طرف سے مورد تفقد و ترحم ہیں یا نہیں ؟ رنگ کیا نظر آتا ہے ؟ جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں ؟

۱- اردوے معلیٰ طبع اول "لکھو" 'ں' ندارد ۔
۲- یہ عبارت اردوے معلیٰ طبع اول کے بعد والے نسخوں میں بعد کے خط کا سرنامہ قرار دی گئی ہے ۔ مہر صاحب نے خطوط مہیش کے صفحہ ۲۲۱ کی آخری سطر "بنام جان و جاناں" لے لی باقی اور عبارت جو نئے صفحے سے شروع ہوئی تھی اسے چھوڑ دیا ہے۔
۳- مہیش پرشاد ۔
۴- مجتبائی صفحہ ۱۹۰ ، مجیدی صفحہ ۲۳۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۹، رام نرائن صفحہ ۲۲۰ ، مہیش صفحہ ۲۲۳ ، مہر صفحہ ۳۷۴ ۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ خط غلام نجف خاں کے نام نہیں ہے ۔ الور میں کسی معزز آدمی کے نام ہے غالب کے غلام نجف خاں کی طرف پدرانہ و فرزندانہ خط سے "قبلہ" کا خطاب کچھ عجیب سا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۶)

تفضل حسین خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا مغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین خاں مرحوم کا خویش ہے، اس کی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں۔ اذعانی ہے یہ امر کہ وہ بھی قافلے کے ساتھ ہو گا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بانفراد لکھیے۔ خواجہ جان[1] اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضرور تحریر فرمائیے اور ہاں صاحب! آپ جانتے ہوں گے علی محمد خاں کو وہ جو میر منشی عزیز اللہ خاں کا خویش ہے۔ اگر کچھ اس کا بھی ذکر سنا ہو تو میں اس کا خیر طلب ہوں۔

غالب۔ جواب طلب

[اگست ۱۸۵۸ع[2]]

[۲۵۱] ایضاً (۱۵)

بھائی[3]! تمھارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو شیر زماں خاں نے دیا ہو گا، پھر ظہیر الدین خاں نے تم سے کہا ہو گا۔ کہو، کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۵)

قصہ یہ ہے کہ اسفندر یار بیگ نے ۱۸۵۸ع میں راجا شیو دھیان سنگھ کے مرنے پر (تلامذۂ غالب) الور کے راجپوتوں کو ورغلا کر امین اللہ خاں عرف اسو جان مختار کے گھر پر حملہ کروا دیا، جس میں دیوان کا بیٹا اور ایک نوکر مارا گیا، اور ان لوگوں کو وہاں سے نکلنا پڑا۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲-خواجہ جان: شمس الدین خاں اور خواجہ امان: بدر الدین خاں مراد ہیں۔

۲- مہر صاحب نے ستمبر ۱۸۵۸ع تجویز کیا ہے۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۱۶ جس سے میں نے اس خط کی تاریخ معین کی ہے۔

۳- مجتبائی صفحہ ۱۹۱، مجیدی صفحہ ۲۳۴، مبارک علی صفحہ ۱۶۹، رام نرائن صفحہ ۲۲۱، سہیش صفحہ ۲۲۲۔

طرح شہر میں تمھارے آنے کی بھی ٹھہری یا نہیں ؟ بعد تیس کوس اور آدھ کوس کا برابر ہے۔ میری جان ! تم ہنوز دوجانے میں ہو۔ مجھ کو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا بہ اجازت سرکار کے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں۔ پھر میں کیا کروں ؟ کیونکر وہاں آؤں ؟ شہر میں تم ہوتے تو جرأت کرکے تمھارے پاس چلا آتا۔

شیرزماں خاں صاحب ایک بار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤں گا ، مگر نہیں آئے ۔ خدا جانے اُن کے والد کی رہائی ہوئی یا نہیں ؟ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہنا اور ان کو میرے پاس بھیج دینا اور تم کو اُن کے والد کا جو حال اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو، وہ مجھ کو لکھ بھیجو۔ ظہیر الدین کو دعا ۔ والدعا

از غالب

[مارچ ۱۸۵۹ع[1]]

[۲۵۲] ایضاً (۱۶)

بھائی[2] ! ہاں غلام فخرالدین خاں[3] کی رہائی زندگی دوبارہ ہے۔ خدا تم کو مبارک کرے۔ سنا ہے ، لوہارو بھی اُن دونوں صاحبوں[4] کو

۱- مہیش پرشاد صاحب جولائی سنہ ۱۸۵۸ع تجویز کرتے ہیں ، لیکن خطوط بنام مجروح سے معلوم ہوتا ہے کہ فروری کے مہینے میں ٹکٹ چھپے تھے اور مارچ میں پکڑ دھکڑ کا زور تھا اس لیے یہ خط اسی زمانے کا ہے۔ دیکھیے خط نمبر ۲۰۹۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۹۱ ، مجیدی صفحہ ۲۳۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۲ ، مہیش صفحہ ۲۲۳ ، مہر صفحہ ۳۷۳ ۔

۳- ۱۸۵۷ع میں فخرالدین خاں غالب کے بھیجے داماد بھی گرفتار ہوئے تھے۔

۴- امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں۔

مل گیا۔ یہ بھی ایک تہنیت ہے۔ خدا سب کا بھلا کرے۔

مجھ کو ڈپٹی کمشنر نے بلا بھیجا تھا۔ صرف اتنا ہی پوچھا کہ "غدر" میں تم کہاں تھے؟ جو مناسب ہوا، وہ کہا گیا۔ دو ایک خط آمد ولایت میں نے پڑھائے۔ تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ انداز و ادا سے پنشن کا بحال و برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے مگر ۱۵ مہینے ملتے نظر نہیں آتے۔

میاں! یہ الور میں کیا فساد برپا ہوا ہے؟ خدا خیر کرے۔ واسطے خدا کے' تم کو جو معلوم ہوا ہو اور جو معلوم ہو جائے اس سے مجھ کو بھی اطلاع دینا۔

غالب

[اگست[۲] ۱۸۵۸ع]

[۲۵۳] ایضاً (۱۷)

برخوردار[۳] سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں کو میری دعا پہنچے۔ تمھاری تحریر پہنچی۔ تم جداگانہ خط کیوں نہ لکھا کرو؟ خط لکھا اور بیرنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہا، اپنے آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھیج دیا۔ مکان کا پتہ ضرور نہیں۔ ڈاک گھر میرے گھر کے پاس، ڈاک منشی میرا آشنا۔ اب تم ایک کام کرو۔ آج یا کل

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲۸۔

۲- غالب نے خود پندرہ مہینے گذرنے کا اشارہ کیا ہے، مئی ۱۸۵۷ع سے جولائی تک پندرہ مہینے پورے ہوتے ہیں۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۲۵۰۔

۳- مجتبائی صفحہ ۱۹۱، مجیدی صفحہ ۲۳۴، مبارک علی صفحہ ۱۷۰، رام نرائن صفحہ ۲۲۳، مہیش صفحہ ۲۲۴، مہرصفحہ ۳۷۵۔

ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہیں وہ لو اور مان سنگی مضبوط کاغذ کا لفافہ کرو اور بیرنگ لکھ کر کلیان کے ہاتھ ڈاک گھر میں بھجوا دو اور اپنے خط میں جو حال شہر میں نیا ہو ، وہ مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خاں کو دعا کہنا ۔

اب میرا حال سنو ، تعظیم و توقیر بہت ، ملاقاتیں تین ہوئی ہیں ۔ ایک مکان کہ وہ تین چار مکانوں پر مشتمل ہے ، رہنے کو ملا ہے ۔ یہاں پتھر تو دوا کو بھی میسر نہیں ۔ خشتی مکان گنتی کے ہیں ، کچی دیواریں اور کھپریل ، سارے شہر کی آبادی اسی طرح پر ہے ۔ مجھ کو جو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں ۔ ہنوز کچھ گفتگو درمیان نہیں آئی۔ میں خود ان سے ابتدا نہ کروں گا ۔ وہ بھی مجھ سے بالمشافہہ نہ کہیں گے ، مگر بہ واسطۂ کار پردازا سرکار ۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں ؟ میں سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی ، لیکن آج تک کہ جمعہ آٹھواں دن میرے پہنچنے کو ہے ، کچھ کلام نہیں ہوا ۔ کھانا دونوں وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ سب کو کافی ہوتا ہے ۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں ۔ پانی کا شکر کس منہ سے ادا کروں ۔ ایک دریا ہے ”کوسی“۔ سبحان اللہ ! اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت[1] ہے ۔ صاف ، سبک ، گوارا ، ہاضم[2] سریع النفوذ ۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمے سے محفوظ ہوں ، صبح کو بھوک خوب لگتی ہے ۔ لڑکے بھی تندرست ، آدمی بھی توانا ، مگر ہاں

۱۔ اردوے معلیٰ ”سربت صاف ہے“ متن مطابق مہیش پرشاد ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۹ ۔

ایک عنایت اللہ دو دن سے کچھ بیمار ہے ۔ خیر اچھا ہو جائے گا ۔ والدعا ۔

جمعہ[1] ۳ فروری سنہ ۱۸۶۰ء

[۲۵۴] ایضاً (۱۸)

میاں[2] !

تم نے برا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا ۔ بارے آج سہ شنبہ ۱۴ فروری صبح کے وقت یہ لفافہ پہنچا ، اور اسی وقت پڑھوایا گیا ، خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہیں ۔ یہ خط نواب گورنر جنرل بہادر کے چیف سیکرٹر کا ہے ۔ ترجمہ اس کا یہ ہے :

"از دفتر خانۂ سیکرٹر اعظم ۔ حکم دیا جاتا ہے عرضی دینے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد فرمائیں گے ۔ از کنپ لودھیانہ ۲۸ ۔ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء"۔

یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ ، مراد آباد آیا چاہتے ہیں ، مراد آباد یہاں سے بارہ کوس ہے ۔ نواب صاحب دورہ کو اپنے ملک کے گئے ہیں ، دو چار دن میں پھر آئیں گے ، اگر ان کی ملاقات کو مراد آباد جائیں گے ، میں بھی ساتھ جاؤں گا ۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے ۔ جو واقع ہو گا ، تمھیں لکھوں گا ۔

یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو ۔ تم

۱- مطابق ۱۰ رجب ۱۲۷۶ھ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۹۲ ، مجیدی صفحہ ۲۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۱ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۲ ، مہیش صفحہ ۲۲۵ ، مہر صفحہ ۳۷۶ ۔

کو جو خط لکھتا ہوں ، گویا تمھاری آستانی جی کو[1] لکھتا ہوں ۔ کیا تم سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ ؟ اب ان کو خیال ہوگا کہ اس انگریزی خط میں کیا لکھا ہے ۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لیے جاؤ اور حرف بہ حرف پڑھ سناؤ ۔

لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں ۔ کبھی میرا دل بہلاتے ہیں ، کبھی مجھ کو ستاتے ہیں ۔ بکریاں ، کبوتر ، بٹیریں ، تکل ، کنکوا سب سامان درست ہے ۔ فروری[2] مہینے کے دو دو روپے لے کر دس دن میں آٹھا ڈالے ۔ پھر برسوں چھوٹے صاحب[3] آئے کہ دادا جان کچھ ہم کو قرض حسنہ دو ۔ ایک روپیہ دونوں کو قرض حسنہ دیا گیا آج ۱۴ ہے ، مہینہ دور ہے ۔ دیکھیے کے بار قرض لیں گے ۔ یہاں کا رنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائے گا وہ مفصل تم کو لکھوں گا اور تم اپنی والدہ کو سنا دینا اور ہاں بھائی ! یہ بھی گھر میں پوچھ لینا کہ کدار ناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ بانٹ دی ؟ میں نے تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیج دی ہے ۔

غالب

سہ شنبہ ۱۴ فروری[4] سنہ ۱۸۶۰ع

۱- اردوے معلیٰ طبع اول میں 'کو' ندارد ۔ لیکن غلط نامے میں تصحیح کی گئی ہے ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۰ ۔

۳- چھوٹے صاحب سے مراد حسین علی خاں اور والدہ سے امراؤ بیگم زوجہ مرزا غالب ۔

۴- مطابق ۲۱ رجب ۱۲۷۶ھ ۔

[۲۵۵] ایضاً (۱۹)

صاحب[1] !

تمھارے دو خط متواتر آئے ۔ ظہیر الدین کا آگرے جانا ، میرا خط اُس کا موسومہ تمھارے پاس پہنچنا اور اس کا آگرے کو روانہ ہونا ، ظہیر الدین کی دادی[2] کا بعارضہ سرفہ و سعال رنجور ہونا ، کدار ناتھ کا مجھ سے خفا ہونا ، مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا ، فضل حسن سے میرے واسطے دریوزۂ تفقد کرنا ، یہ مدارج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تم نے کیوں کھولا ؟ وہ مغلوب الغضب ہے ، تم پر خفا ہو گا ۔ اس کی دادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے ۔ ایک نسخہ اس کے پاس ماء اللحم کا ہے ، وہ کھینچوا دو اور ذرا خبر لیتے رہو ۔ کدار ناتھ لڑکا ہے ، وہ مجھ سے کیا خفا ہوگا ؟ روپیہ جو خزانے میں جمع ہو گا ، آخر وہی لائے گا ۔ خفا میں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میرا تمسک نہ دیا اور چٹھا تئیس[3] روپے آٹھ آنے کا نہ بانٹا۔ مکان کے روکنے کو اور کس طرح لکھوں ؟ شہاب الدین خاں کو لکھا ، شمشاد علی بیگ کو لکھا ، اب تم کو لکھتا ہوں ۔ ستمبر کے پانچ روپے آٹھ آنے دے آیا ہوں ۔ اکتوبر ، نومبر ، دسمبر یہ سولہ روپے آٹھ آنے آکر دوں گا ، بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سہ ماہہ یہاں سے بہ طریق ہنڈوی بھیج دوں گا ۔

۱- مجتبائی صفحہ ۱۹۳ ، مجیدی صفحہ ۲۳۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۱ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۴ ، مہیش صفحہ ۲۳۱ ، مہر صفحہ ۳۸۱ ۔

۲- اہلیہ غالب ۔

۳- اردوے معلیٰ میں یہ عدد رقمی ہندسوں میں ہے ۔

اسماعیل خاں صاحب کو میری[1] دعا کہو اور کہو کہ ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوا دیں اور حویلی کے پائے خانے کی صورت درست کروا دیں ۔ ہائے قسمت ! اس قسمت پر لعنت کہ میاں فضل حسن میرے مربی و محسن بنیں ۔ اور پھر وائے محرومی ! کہ مطلب بر آری نہ ہو ۔ لونڈوں کا احسان زہر قاتل ہے ۔ فضل اللہ خاں میرا بھائی ہے ، اس کا احسان مجھ کو گوارا ، سو بار اس سے کہا اور ہزار بار کہوں گا ۔ خیر جو ہوا سو ہوا ، اب آپ اس سے زنہار نہ کہیے گا ، نہ لکھیے گا ۔ اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو ، تفضل سے کہو ، والا لا ۔

نواب صاحب دورے سے یا آج شام کو یا کل آ جائیں گے ۔ جشن جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔

نجات کا طالب ، غالب

یک شنبہ ۱۲ نومبر سنہ ۱۸۶۵ع[2] صبح کا وقت

[۲۵۶] ایضاً (۲۰)

شنبہ ، ۴ ذی قعدہ [۱۲۸۱ھ] یکم اپریل [۱۸۶۵ع]

میاں[3] ! تمھارا گلہ میرے [4]سر و چشم پر ، لیکن میرا حال سن لو

۱۔ اردوے معلی، طبع اول آغاز صفحہ ۲۳۱ ۔

۲۔ اردوے معلی طبع اول میں پینسٹھ کا ہندسہ نہیں چھپا ، اس لیے بعد کے نسخوں میں خالی جگہ ساٹھ اور اکسٹھ کا ہندسہ لکھا جاتا رہا ہے ۔ ۱۲ نومبر ۱۸۶۵ع، مطابق ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۲۸۲ھ ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۱۹۴ ، مجیدی صفحہ ۲۳۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۲ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۶ ، مہیش صفحہ ۲۲۸ ، مہر صفحہ ۳۷۹ ۔ تمام نسخوں میں تاریخ آغاز خط میں درج ہے سنہ کا اضافہ کیا گیا ۔ مہر صاحب نے تاریخ آخر خط میں لکھی ہے ۔

۴۔ یہ فقرہ بھی غالب کی ذرسیت ہے ورنہ صاف اس طرح روزمرہ ہے ''سر آنکھوں پر'' پھر اس کا موقع بھی یہ نہیں ہے ۔

اور اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر دل پذیر کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اس کا جواب لکھ رکھا، دوسرے دن ڈاک میں بھجوایا۔ مضمون بہ تغیر الفاظ یہ: تم جو پھوڑے پھنسی میں مبتلا رہتے ہو۔ اس کا سبب یہ کہ مجھ میں تمھارا لہو ملتا ہے اور میں احتراق خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمھارا خط آیا، تیسرے دن اس کا جواب بھجوا دیا۔ مضمون یہ، کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے مل گیا اور وہاں پہنچتے ہی مجھ کو خط لکھا۔ رسید ڈاک گھر سے ملتی نہیں، خط دونوں بیڈ تھے۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط رہ گئے ہوں۔ شیخو پور کی ڈاک کے ہرکاروں نے نہ پہنچایا۔ میرا کیا قصور؟ البتہ سرنامے پر صرف بستی کا نام اور تمھارا نام تھا، محلے کا نام نہ تھا۔ شاید اس سبب سے خط نہ پہنچا ہو۔ اسی[1] وقت تمھارا خط آیا، میں نے لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھیں۔ اب عنایت اللہ کو تمھارے گھر بھیجتا ہوں اور پچھوا منگواتا ہوں کہ پتہ وہاں سے کیا لکھا جاتا ہے۔

لو صاحب، عنایت اللہ آیا اور یہ پرزہ لایا ہے۔ پتہ سر نامے پر لکھتا ہوں۔ مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیج دوں گا۔ حکیم ظہیر الدین خاں کو دعا۔ بیٹا، اب اس وقت مجھ میں دم نہیں، دعا پر قناعت کر۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں، بھیج چکا ہوں۔ جھوٹے پر لعنت، تو بھی کہہ "بیش باد"۔

نواب مصطفیٰ خاں کل شہر میں آ گئے، مع قبائل آئے ہیں۔ ذیقعدہ میں چھوٹے لڑکوں کے ختنہ اور ذی الحجہ میں محمد علی خاں کی شادی کریں گے۔ آج پانچواں دن ہے شہر میں مرغ کے انڈے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۳۲۔ "ایسے وقت میں" بجائے "اسی وقت"۔

برابر اولے پڑے ، کہیں کہیں اس سے بڑے بھی ۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جدید آئے ، دربار کیا ، میری تعظیم اور مجھ پر عنایت میری تمنا سے زیادہ کی ۔ آؤ گے تو مفصل سن لو گے ۔

نجات کا طالب غالب

[۲۵۷] ایضاً (۲۱)

میاں[۱] !

آج صبح کو تم آئے تھے ، میں اُس ٹکٹ کے قصہ میں[۲] ایسا الجھا کہ تم سے کہنا بھول گیا ۔ اب میر عنایت حسین صاحب تمھارے پاس پہنچتے ہیں ۔ جس امر میں یہ تم سے کوشش چاہیں ، تم کو میری جان کی قسم ، بدل متوجہ ہوکر اس کام کو انجام دو ۔ امر سہل ہے ، کچھ بات نہیں ہے ، مگر در صورت سعی ۔ خدا کے ہاں سے تم کو بڑا اجر ملے گا اور میں تمھارا ممنون ہوں گا ۔

نجات کا طالب غالب
[اگست ۱۸۵۹ع[۳]]

۱- مجتبائی صفحہ ۱۹۵ ، مجیدی صفحہ ۲۳۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۷ ، مہیش صفحہ ۲۳۲ ، مہر صفحہ ۳۸۲ ۔

۲- اردوے معلیٰ : '' ایسے الجھا'' ۔

۳- مہیش پرشاد کا اندازہ ہے سنہ ۱۸۶۶ع ۔ جس کے لیے کوئی یقینی قرینہ نہیں ہے ۔ مجھے اس ''ٹکٹ'' کے لفظ سے ایک معمولی سا شبہہ ۵۸ ، ۱۸۵۹ع کا ہوتا ہے

[۲۵۸] ایضاً (۲۲)

میاں[1] !

میں تم سے رخصت ہو کر اس دن مراد نگر میں رہا ۔ دوسرے دن یعنی جمعے کو میرٹھ پہنچا ۔ نواب مصطفیٰ خاں نے ایک دن رکھ لیا ۔ آج شنبہ ۲۱ ۔ جنوری یہاں مقام ہے ۔ نو بج گئے ہیں ۔ بیٹھا ہوا یہ خط لکھ[2] رہا ہوں ۔ مفت کا کھانا ہے ، خوب پیٹ بھر کر کھاؤں گا ۔ کل شاہ جہاں پور ، پرسوں گڑھ مکتیشر رہوں گا ۔ مراد آباد سے پھر تم کو خط لکھوں گا ۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے ہوئے ان کی دادی کو بھجوا دیے ہیں ۔ تم اس اپنے نام کے خط کو لے کر ڈیوڑھی پر جانا اور اپنی آستانی جی کو پڑھ کر سنا دینا اور خیرو عافیت کہہ دینا ۔ جناب خان صاحب کو میرا سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد کو دعا کہہ دینا ۔

ہاں بھائی ! میں از روے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہوں ، اب جو شخص تم سے پوچھا کرے ، اس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہہ دینا کہ رام پور گیا ہے ، یعنی سب کو معلوم ہو جائے اور تذبذب میں نہ رہے ۔

مرقومہ چاشت گاہ

شنبہ ۲۱[3] جنوری [۱۸۶۰ع]

۱۔ مجتبائی صفحہ ۱۹۵ ، مجیدی صفحہ ۲۳۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۷ ، مہیش صفحہ ۲۲۴ ، مہر صفحہ ۳۷۵ ،

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۳۳ ۔ مجیدی میں ۳۱ ۔ جنوری چھپا ہے ۔ ۲۱ جنوری مطابق ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۲۷۶ھ ۔

[۲۵۹] ایضاً (۲۳)

برخوردار[1]، حکیم غلام نجف خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔

بدھ کا دن، پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ میں فقط پالکی پر مراد آباد پہنچا۔ ۲۰۔ جمادی الاول کی اور ۱۱۔ اکتوبر کی ہے۔ دونوں لڑکے، دونوں گاڑیاں اور رتھ اور آدمی سب پیچھے ہیں۔ اب آئے جاتے ہیں۔ رات بخیر گزرے، بشرط حیات کل رام پور پہنچ جائیں گے۔ گھبرایا ہوا ہوں، تیسرا دن ہے پائے خانہ پھرے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت ہیں، اپنی آستانی سے کہہ دینا۔ مرزا شہاب الدین خاں کو دعا۔ نواب ضیاء الدین کو سلام۔ میرا رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا، ضرور ضرور۔ ظہیر الدین دعا سے خفا ہوگا، اس کو میری بندگی کہنا۔

[۱۲۸۲ھ[2]/۱۸۶۵ع]

۱- مجتبائی صفحہ ۱۹۶، مجیدی صفحہ ۲۳۸، مبارک علی صفحہ ۱۷۳، رام نرائن صفحہ ۲۲۸، مہیش صفحہ ۲۲۹، مہر صفحہ ۳۸۰۔

۲- مہیش میں سنہ خط کے متن میں اور 'غالب' خاتمہ' مکتوب میں درج ہے۔

[۲۶۰] به نام ظہیر الدین احمد خان صاحب (۱)

پنجشنبہ[۱] ، ۲ نومبر سنہ ۱۸۶۵ع

اقبال نشان ، حکیم ظہیر الدین احمد خان کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے ۔ کہو میاں ، تمھارا مزاج کیسا ہے ؟ اور تمھارے بھائی مرزا تفضل حسین خان کیسے[۲] ہیں ؟ اگر ملو تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا ۔ اور اپنے والد ماجد[۳] کو میری دعا کہنا اور کہنا تمھارا خط میرے خط کے جواب میں تھا ، اس میں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی ۔

سنو میاں ظہیر الدین ، تم اپنی دادی کے پاس ابھی چلے جاؤ ۔ اور ان سے میری اور دونوں لڑکوں کی خیر و عافیت کہو اور پوچھو کہ شہاب الدین خان نے اکتوبر مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیے یا نہیں[۴] ؟ کدار ناتھ ڈیوڑھی پر آ کر جعفر بیگ ، وفا دار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں ؟ اچھا میرا بیٹا ! یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھ کر جلد مجھ کو لکھیو ، دیر نہ کیجیو ۔

خط کے جواب کا طالب[۵] ، فقیر غالب

۱۔ مجتبائی صفحہ ۱۹۶ ، مجیدی صفحہ ۱۷۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۸ ، مہر صفحہ ۳۸۳ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۴ ۔

۳۔ حکیم غلام نجف خان مراد ہیں ۔

۴۔ شاید اس رقم سے وہ وظیفہ مراد ہے جو اہلیہ غالب کو لوہارو سے ملتا تھا ۔

۵۔ خطوط غالب ، مہر میں ”فقیر“ حذف ہے ۔ یہ خط رام پور سے لکھا گیا ہے ۔ اسی مضمون کا خط حکیم غلام نجف کے نام بھی لکھا ہے ۔ دیکھیے خط نمبر ۲۵۵ ۔

[۲۶۱] از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں
بہ نام نجم الدین حیدر صاحب عم ایشان (۱)

جناب[1] فیض مآب چچا صاحب !

قبلہ و کعبہٴ دو جہاں کے حضور میں کورنش و تسلیم پہنچاتا ہوں اور [سو[2]] ہزار زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا ہوں ۔

سبحان اللہ ، کیا توپ [ہے[3]] ! جس کی آواز سے رعد کا دم بند ، اور رنجک کے رشک سے بجلی کو رنج ۔ گولہ اس کا خدا کا قہر ، دھواں اس کا دریاے آتش کی لہر ۔ استغفر اللہ ، کیا باتیں کرتا ہوں ! جھوٹ سے دفتر بھرتا ہوں، کیسی رنجک، کیسا دھواں، [کیسا[4] گولہ ، کیسا چھرا ،] کیسا گراب ، یہ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اس کی آواز سے رستم کا زہرہ ہو جائے آب ۔ اب بارود ہو تو رنجک اڑے ، آگ دہکائیں تو دھواں ہو ، گولہ چھرا کچھ اس

۱- مجتبائی صفحہ ۱۹۷ ، مجیدی صفحہ ۱۷۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۹ ، مہر صفحہ ۳۸۳ ، عود ہندی صفحہ ۳۲۰ ، میں عنوان یہ ہے ”ظہیر الدین کی طرف سے ان کے چچا کے نام۔“

۲- عود ہندی ”سو ہزار“ اردوے معلیٰ ”ہزار“ ۔

۳- اردوےمعلیٰ ”کیا توپ“ عود ہندی ”کیا توپ ہے“ مہر صاحب دریائے عشق کی لہر“ عود ہندی ”زہرہ آب ہو جائے“ ۔

۴- یہ فقرہ عود ہندی سے بڑھایا ہے ۔

میں بھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو ، صرف اُس[1] کی آواز پر مدار ہے ، نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ۔ ایک آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے ، دشمن سنے تو ہیبت سے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے ۔ آواز[2] کا صدمہ اگرچہ صدائے صور سے دونا ہے ، مگر ہمیں یہی کہتے بن[3] آتا ہے کہ صور کا نمونہ ہے ۔ کیا خدا کی قدرت ہے ، دیکھو تو کیسی ندرت ہے ۔ توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ رو برو[4] آئے ، وہ ڈھے جائے ۔ دانا آدمی اسے[5] زنجیری گولہ کہتا ہے کہ توپ میں سے نکل کر پھر وہیں الجھ رہتا ہے ۔ اچھے میرے چچا جان ! یہ توپ کس نے بنائی اور تمھارے ہاتھ کہاں سے آئی ؟ جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے ، اب شہر میں جا بجا[6] اسی کا بیان ہوتا ہے ۔ حق تعالیٰ شانہ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بہ دولت و اقبال و عز و کرامت رکھے ۔

(۱۸۵۶ء[7])

۱۔ عود ہندی ''اس کی'' ندارد ۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۳۵ ۔
۳۔ عود ہندی ''بن آتی ہے'' ۔
۴۔ عود ہندی ''جو قلعہ زد پر آئے'' ۔
۵۔ عود ہندی ''دانا آدمی زنجیری گولہ اس کو کہتا ہے'' ۔
۶۔ عود ہندی ''ہر جگہ''۔
۷۔ ایک اندازہ ہے ۔

[۲۶۲] به نام میر[1] ابراهیم علی خاں صاحب بہادر متخلص به وفا (۱)

ولی[2] نعمت کو غالب کی بندگی ۔

بہ سبب ضعف پیری کے خدمت گزاری میں درنگ واقع ہو جائے تو معاف رہوں ۔ قاصر کبھی نہ رہوں گا انشاء اللہ العظیم ۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے ۔ دوسری غزل ہفتۂ آیندہ میں پہنچ جائے گی ۔

ضعف اعضا اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں ۔ دو تین دن ہوئے کہ قبلہ و کعبہ میر عالم علی خاں کا خط آیا ۔ وہ لکھتے ہیں کہ آزردہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی پہنچیں ۔ دیکھیے اس سہو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں ۔ مزا اس میں ہے کہ اب یہ بھی یاد نہیں آتا کہ آزردہ کا نام کیا ہے ۔ اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے ؟ شاید اُس بندۂ خدا کو حضرت کی غزلیں بھیجی ہوں گی ۔ خدا کرے وہ بزرگ وار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب کی طرح میرے پاس بھیج دے ، تو میر صاحب کی خدمت میں بھیج دوں ۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ان غزلوں کو جو اب آئی ہیں ، دیکھوں گا ۔ یہ

۱- ابراهیم علی خاں وفا و طالب : ان کا خاندان سیسوان ضلع بدایوں سے تعلق رکھتا ہے ، میر سرفراز علی خاں بڑودہ چلے گئے تھے ، گائی کوار میں جاگیردار و منصب‌دار ہو گئے ، ان کے بیٹے اکبر علی خاں ان کے فرزند ابراهیم علی ۱۸۸۵ع میں فوت ہوئے ۔ (تلامذۂ غالب)

۲- مجتبائی صفحہ ۱۹۷ ، مجیدی صفحہ ۲۳۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۳۰ ، مہر صفحہ ۳۱۸ ۔

اکہتر برس کی عمر کی خوبی ہے ۔ آپ میر صاحب قبلہ کو خط پڑھوا دیجیے گا ۔

لطف و کرم کا طالب[1] ، غالب
۲[2] ۔ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ع

[۲۶۳] ایضاً (۲)

سید[3] صاحب قبلہ ، نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر کو غالب علی شاہ کا سلام ! وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے ۔

بس شوق قتل سے ہے ، الخ

گم ہو گئی ہے پھر لکھ کر بھیجیے اور قصور معاف کیجیے ۔ یہ غزل جو اس غزل کے بعد بھیجی ہے ، فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے ، میر صاحب قبلہ سید عالم علی خاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں ۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب کے مہینے میں وطن کو جاؤں گا اور وہاں سے تیرے پاس آؤں گا ۔ آج بہ حساب جنتری ۲۷ اور از روئے رویت ۲۶ رجب کی ہے ۔ غزلیں ان کی موجود ، مگر بھیج نہیں سکتا ، آپ میری بے گناہی کے گواہ رہیں ۔

قبلہ ! ضعف نے مضمحل کر دیا ہے ، حواس بجا نہیں ۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے تہتروان برس شروع ہوگیا ہے، غذا باعتبار آرد و برنج مفقود ، صبح کو پان سات بادام کا شیرہ ،

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۶ ۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، فاروقی و مجیدی میں دو اکتوبر ہے مبارک علی اور مہر بیس اکتوبر ۔
۳۔ مجتبائی صفحہ ۱۹۸ ، مجیدی صفحہ ۲۳۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۶ ، رام نرائن صفحہ ۱۳۱ ، مہر صفحہ ۳۱۹ ۔

بارہ بجے آب گوشت ، شام کو چار کباب تلے ہوئے ، بس آگے خدا کا نام ۔

ہاں حضرت ، جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی تحریر سے کچھ حال ناسازیٔ کا اخوان و احباب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث توزع[1] ضمیر ہے ۔ متوقع ہوں کہ اُس فساد کے رفع ہونے سے اور اپنی طمانینت خاطر سے فقیر کو آگاہی بخشیے ، اور اس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمائیے گا ۔

اسد بے دست گاہ
چار[2] شنبہ ، پنجم دسمبر سنہ ۱۸٦٦ء
رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں ۔

[۲٦۳] ایضاً (۳)

پیر[3] و مرشد ، جناب سید ابراہیم علی خاں صاحب کو بندگی ۔ غزل پہنچتی ہے ۔ خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے ۔ قبلہ ! آپ کے بھائی صاحب ، میر عالم علی خاں صاحب مجھ پر کیوں خفا ہیں ۔ کہ اپنی غزل نہیں بھیجتے ؟ یہ امر اُن کے خاطر[4] نشاں ہو جائے کہ

۱- توزع : پریشانی ۔ طمانینت : اطمینان ۔

۲- ''چار شنبہ'' اردوے معلیٰ اول کے علاوہ تمام نسخوں سے حتی کہ مہر صاحب کے مجموعہ سے بھی حذف ہے ۔ نسخۂ رام نرائن میں سنہ ۱۸۸۸ء چھپا ہے ۔ رجب کی تاریخ چھبیس اور سنہ ۱۲۸۳ھ ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۱۹۹ ، مجیدی صفحہ ۲۳۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۷٦ ، رام نرائن صفحہ ۲۳۱ ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۷ ۔

غالب آپ کے دادا کا غلام اور خدمت بجا لانے کو آمادہ ہے ۔

جواب[1] کا طالب غالب

نہم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ہجری [۲۱ - جولائی ۱۸۶۶ع]

[۲۶۵] ایضاً (۴)

بخدمت[2] قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم و بجناب نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر کورنش مقبول باد! تصویرِ مہر تنویر مجھے پہنچی اور میں نے رسید لکھ بھیجی ۔ عجب ہے کہ آپ کو اس کے پہنچنے میں تردد ہے ۔ امسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا خاکہ یعنی تصویر منشی میاں داد خان کی معرفت نذر کی ہے ، یقین ہے وہ بھی پہنچی ہوگی ۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح کے بھیجتا ہوں ۔ اپنی غزل آپ رہنے دیں اور سید صاحب کی غزل اُن کے حوالہ کر دیں ۔

نجات کا طالب ، غالب

جمعہ ۱۷ - اگست سنہ ۱۸۶۸ع

۱- مہر ''نجات کا طالب'' ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۹۹ ، مجیدی صفحہ ۲۴۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۳۲ ، مہر صفحہ ۴۲۰ ۔ سب نے اس خط کو میر ابراھیم علی وفا کے نام لکھا ہے ۔ لیکن عنوان خط اسے احمد حسن مودودی کے نام قرار دیتا ہے ۔

[۲٦٦] ایضاً (۵)

جناب[1] تقدس انتساب ، سید صاحب و قبلہ ، والا مناقب عالیشان نواب سید ابراہیم علی خان بہادر مد ظلہ العالی ۔

بعد بندگی معروض ہے ، حضرت سید احمد حسن خان صاحب مد ظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کے گھر مولود مسعود پیدا ہوا ۔ ایک عبارت رنگین مرتب کرکے "اکمل الاخبار" میں میں نے چھپوا دی ہے اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب ممدوح کا جو انھوں نے یہاں بھیجا تھا ، وہ بھی چھپوا دیا اور تین قطعے تاریخی بہاری لال منتظم اور میر فخر الدین مہتمم مطبع نے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھپوا دیے ۔ چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہوں :

رباعی :

حق[2] داد بہ سید زہے انعامش
فرخ پسرے، کہ واجب است اکرامش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش
"ارشاد حسین خان" کہ باشد نامش

۱- مجتبائی صفحہ ۱۹۹ ، مجیدی صفحہ ۲۳۰ ، مبارکہ علی صفحہ ۱۷۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۳۲ ، مہر صفحہ ۳۲۰ ۔

۲- کچھ اختلاف کے ساتھ یوں بھی لکھی ہے :

در بارۂ اسم و مولود سعید
رفتست ز غالب سخن ور توضیح
ارشاد حسین خاں ، سنین ہجری ست
بنگر کہ 'خجستہ رخ' بود سال مسیح

دیکھیے کلیات غالب ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد اول صفحہ ۵۰۵ ۔

قطعه :

غالب حال سنین ہجری
معلوم کن از "خجستہ فرزند"
چوں یک صد و بست و چار ماند
این[1] ست شمار عمر دل بند

یہ تو ظاہر ہے کہ ۱۲۸۵ ہجری ہیں ۔ جب "خجستہ فرزند" کے اعداد میں سے ۱۲۸۵ لے لیے تو ایک سو چوبیس بچتے ہیں ۔ اُن کو میں نے دعائے عمر مولود قرار دیا ۔ حق تعالیٰ اس مولود کو تمھارے سامنے عمر طبعی کو پہنچائے ۔

خط کی رسید کا طالب غالب
[جولائی[2] بیعد ۱۸٦۸ع]

- ———— -

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۸ اس قطعہ کا مصرع یوں بھی لکھا ہے :

اندازۂ اسم و سال مولود

۲۔ تاریخ کا تعین خط بنام احمد حسن مودودی نمبر مسلسل ۲۷۹ سے ہوتا ہے ۔

[۲۶۷] به نام[1] مولوی احمد حسن صاحب قنوجی (۱)

یارب[2] یہ ایک خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے آیا ہے ۔ کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے ، اُدھر سے اظہار آشنائی ہے ، میری طرف سے یہ بے حیائی ہے ، کہ مجھ کو اُن کی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی ۔ سوچتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی ۔ خانۂ نسیان خراب ، عشرۂ قتالہ کے مرحلہ کا رہ پیما ہوں ۔ شاید اگر جیوں ۵ تو اس کا بھی مجھ کو علم نہ رہے گا ۔ کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں ۔ ۶۵ برس کی عمر ہوئی حواس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل حواس باطنی میں سے حافظہ زائل بسبب نسیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں ۔ خدایا ، کیا اس عمر میں سب آدمی ایسے خرف ہو جاتے ہیں ۔ حیران ہوں کہ آپ کو سید لکھوں ، مولوی لکھوں ، خان لکھوں ؟ خط میں تو خیر کچھ لکھ دوں گا ، خط کا کیا عنوان لکھوں ؟ بندہ پرور! فقیر معاف رہے، حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف رہے ۔ مولوی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو

۱- مولوی احمد حسن ، عرشی ۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کے بڑے بھائی تھے۔ ۱۹ رمضان ۱۲۴۶ھ ۳ مارچ ۱۸۳۱ع کو قنوج میں پیدا ہوئے ۔ ۱۸۶۰ع ۱۲۷۶ھ میں حج کے ارادے سے بڑودہ پہنچے اور یہیں ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ ۲۳ نومبر ۱۸۶۰ع میں رحلت کی ۔ فیض احمد ، رسوا بدایونی اور مرزا غالب کے شاگرد تھے ۔ (تلامذۂ غالب)

۲- مجتبائی صفحہ ۲۰۰ ، مجیدی صفحہ ۳۵۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۸ ، رام نرائن صفحہ ۲۳۲ ، مہر ندارد ۔

جانتا ہوں ۔ بلکہ آن کا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر آن کے خطوط آتے رہتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھ کو یاد دلاتے رہتے ہیں ، نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنامہ یاد فرمائیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائیں۔ بہر حال تمھارا دعا گو ہوں ، خیریت جو ہوں ۔ اس خط کے جواب میں ایسا کچھ لکھو کہ تم کو پہچان[1] جاؤں ۔ کب ملے تھے ؟ کے ملاقاتیں ہوئی تھیں ؟ یہ سب مدارج جان جاؤں ۔ نثر کے شیوہ و انداز کا تو ڈھنگ اچھا ہے ۔ خود تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر بھی ہو ، شاعر ہو تو تخلص کیا ہے ؟ نامہ نگار کا حال بہ سبیل اجمال یہ ہے ، کہ سیاست سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایات سے محظوظ رہا ہوں ۔ بے وفائی کا داغ نہیں لگا ہے ، پنشن قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے زندگی کا رنگ اچھا دیکھتا ہوں ، دیکھیے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں ۔ یہ مکرم مخدوم آپ کے ہم نام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالی مقام ظاہرا بہت درویش نواز ہیں ، کہ اس گم نام گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے ۔ میری طرف سے سلام بہ اشتیاق تمام پہنچائیے ۔ والسلام

راقم جواب نامہ کا طالب ، اسداللہ
المتخلص بہ غالب
[۱۸۶۰[2] اگست]

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۹ ۔
۲۔ (الف) عبدالجمیل جنوں بریلوی کے خط (نمبر مسلسل ۲۲۷ ، اور مالک رام کے بیان سے خیال ہوتا ہے کہ عرشی صاحب
(باقی حاشیہ صفحہ ۳۶۹ پر)

[۲۶۸] ایضاً (۲)

مخدوم[1] مکرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب ---باور کریں کہ یہ دردیش گوشہ نشیں تمھارا دوست اور تمھارا دعا گو ہے۔ تمھاری نثر کی طرز پسند، تمھاری خواہش مقبول۔ جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی خدمت گذاری منظور۔ [شعر]

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پینسٹھ برس[2] کی عمر ہوئی، اضمحلال قوی، ضعف دماغ، فکر مرگ، غم عقبیٰ، جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں، میں اب وہ نہیں ہوں۔ نظم و نثر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے، ورنہ جوہر فکر کی رخشندگی کہاں، بوڑھا پہلوان پیچ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۸

بریلی یا بدایوں سے حج کی نیت کرکے ۱۸۶۰ء میں بڑودہ پہنچے یہاں سے انھوں نے غالب کو خط لکھا اور جنوں کا حوالہ دیا، ادھر جنوں نے عرشی کے سفر اپنے فراق کا ذکر کیا۔ غالب دونوں باتوں کے فاصلے کی وجہ سے عرشی کو پہچان نہ سکے۔ (ب) غالب نے اس خط میں اپنی عمر ۶۵ سال لکھی ہے یعنی ۱۲۷۷ھ شروع ہو چکا ہے اور یہ سنہ بیس جولائی سے شروع ہوتا ہے۔ نیز دیکھیے اس کے بعد کا خط۔

۱- مجتبائی صفحہ ۲۰۱، نامی صفحہ ۳۵۹، مبارک علی صفحہ ۱۷۹، رام نرائن صفحہ ۲۳۴۔

۲- ۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ میں پینٹھ برس کہہ رہے ہیں اور تقریباً ٹھیک ہے۔ مہر صاحب نے یہ دونوں خط چھوڑ دیے ہیں۔

بتاتا ہے ، زور نہیں دلوا سکتا ۔ بہ ہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ آپ بے تکلف اپنا کلام بھیج دیا کریں ، یہاں سے بعد حک و اصلاح خدمت میں پہنچ جایا کرے گا ۔

غالب

۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ع

——

[۲۶۹] به نام حکیم' سید محمد حسن صاحب سودودی (۱)

حضرت[2] قبلہ ،

پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید[3] صحیح النسب ، تمام امت مرحومۂ محمد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ ۔ جب آپ مجھے قبلہ وکعبہ لکھیں تو پھر میں آپ کو کیا لکھوں ؟ خدا کے واسطے غور کیجیے کہ "قبلۂ قبلہ" اور "کعبۂ کعبہ" یہ کیا ترکیب ہے ۔ چونکہ آپ نے مجھے استاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجیے ۔ زنہار "قبلۂ قبلہ" کبھی نہ لکھیے گا ! یہ سؤ ادب ہے بہ نسبت قبلہ ۔ عیاذاً باللہ !

آپ کا عطوفت نامہ پہنچا ۔ میرے پہلے خط کا بدیر پہنچنا اور اُس کی دیر رسی کا سبب مجھ کو معلوم ہوا ، اب اس کا خیال رکھوں گا ۔ یہ اب آپ کو معلوم رہے کہ آپ کے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں ہے ۔ دو یا تین، جس خط کا جواب نہیں پہنچا اُس کو یہ

۱۔ فنا اور جمالی تخلص تھا ، سہسوان کے باشندے اور ابراہیم علی خاں کے عزیز تھے ۔ وطن سے بڑودہ چلے گئے تھے ۔ اور وہیں چھپن سال کی عمر پا کر ۱۸۹۳ع (۱۳۱۰ھ) میں وفات پائی ۔ (تلامذہ غالب) ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۳۰ ، مجتبائی صفحہ ۲۰۱ ، نامی صفحہ ۲۴۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۳۵ ، سہر صفحہ ۳۲۱ ۔

۳۔ سہر صاحب کے یہاں "صحیح النسب سید" ہے ۔

سمجھیے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوئے اور میرے پاس نہیں پہنچے۔

بہار گلستان احمد حسن

یہ سجع کیا برا ہے ؟

دل حیدر و جان احمد حسن

یہ اس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں میں سے ایک سجع مہر پر کھدوا لیجیے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔

غالب

۱۹ - ذی الحجہ [۱۲۷۷ھ[1] ۲۸ جون ۱۸۶۱ع]

[۲۷۰] ایضاً (۲)

حضرت[2] پیر و مرشد !

غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو سے لکھ گیا ہوں دونوں غزلیں پہنچتی ہیں۔ جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجھ کو تعارف اسمی ہے۔ ان کو میرا سلام کہیے، اور کہیے کہ حضرت جناب مولوی صدرالدین صاحب بہت دن حوالات میں رہے۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا، روبکاریاں ہوئیں، آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف، جاداد ضبط، ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے۔ فنانشل کمشنر اور لفٹنٹ گورنر نے از راہ ترحم نصف جاداد واگزاشت کی۔ اب نصف جاداد پر قابض ہیں۔ اپنی حویلی میں رہتے ہیں۔ کرایے پر معاش کا مدار ہے۔ اگرچہ یہ امداد

۱- یہ سنہ مہر صاحب نے تجویز کیا اور اس کے مطابق ۱۸ جون ۱۸۶۱ع لکھا ہے لیکن تقویم میں ۲۹ جون ہے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۰۲، نامی صفحہ ۲۴۱، مبارک علی صفحہ ۱۸۰، رام نرائن صفحہ ۲۳۵، مہر صفحہ ۴۲۱۔

آن کے گزارے کو کافی ہے ، کس واسطے کہ ایک آپ اور ایک بی بی ، تیس چالیس روپے مہینے کی آمد - لیکن چونکہ امام بخش کی اولاد آن کی عترت ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہیں ، للهذا فراغ بال سے نہیں گزرتی - ضعف پیری نے بہت گھیر لیا ہے - عشرۂ ثامنہ کے اواخر میں ہیں ، خدا سلامت رکھے ، غنیمت ہیں -

غالب - ۱۲

یکشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ۱۸۶۲ع[۱]

[۲۷۱] ایضاً (۳)

سید[۲] صاحب و قبلہ !

عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا - پس و پیش ایک رافت نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علی خاں بہادر اور ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علی خاں بہادر کا پہنچا - میں علی کا غلام اور اولاد علی کا خانہ زاد ، لیکن بوڑھا و ناتوان اور مسلوب الحواس اور بے سر و سامان ، خدمت بجا لانے میں عذر کروں تو گنہ گار ، درنگ و توقف کا مضائقہ نہیں -

لا یکلف[۳] اللہ نفساً الا وسعہا

خداوند نعمت ! کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور ، اور سلطنت کو بہ دستور سمجھے ہوئے ہو ؟ جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحب زادہ شاہ قطب‌الدین ابن مولانا فخرالدین علیہ‌الرحمۃ کا حال

۱- مطابق یکشنبہ ۱۷ رجب ۱۲۷۸ھ -

۲- مجتبائی صفحہ ۲۰۲ ، مجیدی صفحہ ۲۴۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۰ ، رام نرائن صفحہ ۲۳۶ ، مہر صفحہ ۳۲۲ -

۳- اردوے معلیٰ میں ہے ”لا تکلف اللہ نفسا الا وسعہا“

پوچھتے ہو ؟ آں دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد ۔ بادشاہ کے دم تک یہ باتیں تھیں ۔ خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھر اِس طرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو [پھیر] دی ۔ کاغذ کا پرزہ سونے کا تار پشمینہ کا بال باقی نہ رہا ۔ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اجڑ گیا ۔ مقبرہ کیا ، ایک اچھے گانو کی آبادی ، اُن کی اولاد کے لوگ تمام اُس موضع میں سکونت پزیر تھے ۔ اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر ، اِس کے سوا کچھ نہیں ۔ وہاں کے رہنے والے اگر گولی سے بچے ہوں گے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں ۔ اُن کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا ، کچھ تبرکات بھی تھے ۔ اب جب وہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھوں ؟ کیا کروں ؟ کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہو سکے گا ۔

سید صاحب قبلہ ! کیوں تکلیف کرتے ہیں ؟ اگر یہی مرضی ہے ، تو اتحاف و اِہدا تکلف محض ہے ، فقیر بے سوال ہوں ، اگر کچھ بھیج دیں گے رد نہ کروں گا کم و بیش پر نظر نہ کریں جتنے کا چاہیں نوٹ[2] خط میں لپیٹ کر بھیج دیں ۔ والسلام

از اسداللہ

روز شنبہ[3] ، یکم ستمبر سنہ ۱۸۶۶ع

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۴۲ ۔
۲- اس نوٹ کے بارے میں مزید گفتگو ۲۵ ستمبر ۱۸۶۶ع کے خط میں ہے ۔
۳- اردو کے نسخوں میں ۱۸۶۶ع اور ''شنبہ یکم ستمبر'' تقویم میں بھی سنہ ۱۸۶۶ع کے مطابق ہے ۔ مہر صاحب ''۱۸۶۳ع'' لکھتے آئے ہیں ۔ یکم ستمبر ۱۸۶۶ع مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۸۲ھ ۔

[۲۷۲] ایضاً (۴)

پیر[1] و مرشد!

تین برس عوارض احتراق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی۔ آپ کے خطوط آئے ہوں گے، کوئی عنوان ناکشودہ پڑا رہا ہوگا۔ البتہ حاجی مصطفٰی خاں کا آنا مجھ کو یاد ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ انھوں نے از روے مشاہدہ میری خستگیِ تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا۔ اب میں اپنی زبان سے یہ کیوں کر کہوں کہ اچھا ہوں، مگر بیمار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا، بہرا، اپاہج، بدحواس، ناتواں، فلک زدہ آدمی ہوں۔ عہد کرتا ہوں کہ جب آپ کا خط آئے گا اس کا جواب لکھوں گا، جب غزل آئے گی اس کو دیکھ کر پھر بھیجوں گا مگر حضرت کے مسکن کا پتہ بھول گیا۔ یہ خط تو مصطفٰی خاں سوداگر کو بھیج دیتا ہوں، وہ آپ کو بھجوا دیں گے آئندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے، اس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔

نجات کا طالب، غالب ۱۲

۲۴ جولائی[2] سنہ ۱۸۶۵ع

[۲۷۳] ایضاً (۵)

حضرت[3] پیر و مرشد!

ان دنوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے

۱- مجتبائی صفحہ ۲۰۳، مجیدی صفحہ ۲۴۲، مبارک علی صفحہ ۱۸۱، رام نرائن صفحہ ۲۳۷، مہر صفحہ ۴۲۳-

۲- ۲۴ جولائی ۱۸۶۵ع مطابق دوشنبہ ۳۰ صفر ۱۲۸۲ھ-

۳- مجتبائی صفحہ ۲۰۴، مجیدی صفحہ ۲۴۲، مبارک علی صفحہ ۱۸۱، رام نرائن صفحہ ۲۳۸، مہر صفحہ ۴۲۳-

جواب ادا نہ ہوئے ہوں تو موجب و ملال خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر افتادہ بہ پیری غالب
آنچہ از پائے نیامد[1] ز عصا می آید

رام پور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار، روزینہ خوار ہوں۔ رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا، دعا گوئے دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سے رام پور کو روانہ ہوا، بعد قطع منازل[2] ستہ وہاں پہنچا، بعد اختتام بزم عازم وطن ہوا۔ ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ عرض راہ بیمار ہوا، پانچ دن مراد آباد میں صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ رواں ناتواں تھا ویسا ہوں۔ جواب خطوط مجتمعہ لکھ سکتا ہوں، بہ[3] ہر حال ایسا ہوں۔

نواب میر جعفر علی خاں مبرور مغفور کا خاندان؟ سبحان اللہ:
ایں سلسلہ از طلائے ناب است
ایں خانہ تمام آفتاب است

نواب میر غلام بابا خاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں، راہ و رسم نامہ و پیام مدت سے باہم دگر جاری ہے۔ آپ کا حکم بے تکلف

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۴۳۔

۲- یہ منزلیں خود غالب نے یہ لکھی ہیں: غازی آباد، پلکھوا، ہاپوڑ، بابو گڈھ، مراد آباد، رام پور۔ (مکاتیب غالب صفحہ ۱۱۵ دیباچہ)۔

۳- یہ فقرہ مہر صاحب کے مجموعے میں نہیں ہے۔ ''لکھ سکتا ہوں'' پر سوالیہ نشان ہے اور بس، جس سے جملے کا مطلب الٹ جاتا ہے۔

مانوں گا۔ جناب میر ابراہیم علی خاں صاحب اور حضرت میر[1] [عالم] علی خان صاحب کی خدمت گزاری کو اپنا فخر و شرف جانوں گا۔ اس وقت بکس کھولا ہے، خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہوں۔ پہلے حضرت کے خط کا جواب بطور اختصار لکھا ہے، اب جب اس کا جواب آئے گا تب فقیر حکم بجا لائے گا۔

اسداللہ

چار شنبہ[2] ۱۷ جنوری سنہ ۱۸۶۶ع

[۲۷۳] ایضاً (۶)

پیر[3] و مرشد!

آپ کو میرے حال کی بھی خبر ہے؟ ضعف نہایت کو پہنچ گیا، رعشہ پیدا ہو گیا، بینائی میں بڑا فتور پڑا، حواس مختل ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا۔ اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا۔ اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے۔ کہتے ہیں کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بہ سبب کبر سن خدا نے فرض اور پیغمبر نے سنت معاف کر دی تھی۔ میں متوقع ہوں کہ میرے دوست[4] خدمت اصلاح اشعار مجھ پر معاف

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول و مجتبائی ''میر علی خاں صاحب''۔ مجیدی پریس ''سنیر علی خاں صاحب''۔ صحیح ''عالم علی''۔ دیکھیے خط نمبر ۲۷۱۔

۲۔ مطابق ۲۹ شعبان ۱۲۸۲ھ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۰۴، مجیدی صفحہ ۳۴۳، مبارک علی صفحہ ۱۸۲، رام نرائن صفحہ ۲۳۹، مہر صفحہ ۴۲۳۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۰۴۔

کریں! خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکے گ، لکھ دیا کروں گا۔ زیادہ حد ادب۔

راقم اسد اللہ خاں غالب

۸[1] اپریل ۱۸۶۶ع

[۲۷۵] ایضاً (۷)

پیر[2] و مرشد!

یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو پہنچا، آج ۱۹ کو جواب لکھتا ہوں۔ آپ پر اور میر ابراہیم علی خاں پر میری جان نثار ہے، مضیٰ ما مضیٰ[3]۔ اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب بھیج دیا کیجیے، اسی طرح میں فرداً فرداً بعد اصلاح بھیج دیا کروں گ۔ مگر میرے قبلہ و کعبہ! واسطے خدا کے شجرۂ منظومہ ارسال نہ فرمائیے گا! اُس کی اصلاح میری حد وسع سے باہر ہے، میرا شیوہ نہیں ہے خط بے رنگ بھیجنا۔ یہ خط عمداً بے رنگ بھیجتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ پیڈ کے تلف ہونے کا احتمال، اور بیرنگ کا نہیں۔

اسد اللہ

شنبہ[4] دوم جون سنہ ۱۸۶۶ع

۱۔ مطابق یکشنبہ ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۰۵، مجیدی صفحہ ۲۴۳، مبارک علی صفحہ ۱۸۳، رام نرائن صفحہ ۲۳۹، مہر صفحہ ۴۲۴۔

۳۔ ایک خط اور ایک اخباری اعلان کے ذریعہ اصلاح نہ کرنے کا ارادہ کیا تھا، میر صاحب نے کچھ لکھا تو اب عذر کر رہے ہیں۔

۴۔ جنتری میں شنبہ ۲ جون ۱۸۶۶ع مطابق ۱۸ محرم ۱۲۸۳ھ ہے۔ یعنی رویت جنتری میں ۲۹ کی ہے۔

[۲۷۶] ایضاً (۸)

قبلہ[1] !

ڈاک کے ہرکارے نے کل دو خط ایک بار پہنچائے۔ ایک آپ کا خط مع غزل اور ایک نواب میر ابراہیم علی خاں کا خط مع غزل۔ آج تین باتیں ضروری لکھنی تھیں، اس واسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں: ایک بات یہ کہ غزل کا کاغذ واپس بھیجتا ہوں، نہ اس کو پھاڑ سکوں نہ پانی میں دھو سکوں۔ شہیدی کی غزل ان قافیوں میں بہ تغیر ردیف ایسی ہے کہ اب ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہیے، آپ اور غزل لکھیے، اس کو ہرگز دیوان میں نہ رکھیے۔

یہ بھی اس ضمن میں لکھنا مناسب ہے کہ میر ابراہیم علی خاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے خط میں لکھ بھیجی۔ آپ اپنے خط میں کس راہ سے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہیں؟ اسی فصل میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپ کی یہ غزل ''سلا کر سوئے'' اور ''نہلا کر سوئے[2]'' اور تاریخ ہائے بنائے مسجد دیکھ کر اور اصلاح دے کر آج پانچواں[3] دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں۔

دوسری یہ بات ہے کہ آپ سید صاحب کا حال مفصل لکھیے۔ ایسا کے لاکھ کا ملک بڑودہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو ملا ہے،

۱- مجتبائی صفحہ ۲۰۵، مجیدی صفحہ ۴۴۴، مبارک علی صفحہ ۱۸۳، رام نرائن صفحہ ۲۴۰، مہر صفحہ ۳۲۵۔

۲- مہر صاحب ''سہلا کر سوئے، نہلا کر سوئے'' لکھتے ہیں۔

۳- اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۳۵۔

کہ آن سے دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے؟ آگے اس راج میں حسام الدین حسین خاں بڑے معزز اور مکرم متوسل تھے، اور سیر حاصل جاگیریں رکھتے تھے۔ کیا سید ابراہیم علی خاں صاحب اسی خاندان میں سے ہیں؟ اور ہاں یہ بھی لکھیے کہ میر عالم علی خاں کو آن سے اور آپ کو ان دونوں صاحبوں سے کیا قرابت ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ جب نوٹ بھیجیے تو اہل کلکتہ کی طرح آدھا آدھا دو بار کر کے نہ بھیجیے گا۔ میرے نام کا لفافہ جس شہر سے چلے، اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہ جائے تو رہ جائے، ورنہ دلی کے ڈاک خانہ میں پہنچ کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو۔

اسد

۲۵[1] ستمبر سنہ ۱۸۶۶ع

[۲۷۷] ایضاً (۹)

حضرت[2]!

یہ آپ کے جد امجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام، تواتر ورود اشعار۔ پھر یہ ہنجار کہ سو روپے کے نوٹ کی رسید سو بار مانگتے ہو؟

میر ابراہیم علی خاں صاحب کی غزل جس کا ایک شعر یہ ہے:

علی، علی جو کہا، تا سحر تو یوں سمجھے
کہ ذوالفقار سے کٹتی ہے اب ہماری رات

۱۔ مطابق سہ شنبہ ۱۵ جمادی الاول ۱۲۸۳ھ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۰۶، مجیدی صفحہ ۴۴۲، مبارک علی صفحہ ۱۸۳، رام نرائن صفحہ ۲۴۱، مہر صفحہ ۴۲۵۔

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپ اُس کا تقاضا کیے جاتے ہیں ؟ غزلیں آپ کی برستی ہیں ، کہاں تک دیکھوں ؟ آپ کی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں ۔ بہتر برس کا آدمی ، پھر رنجور دائمی ، غذا یک قلم منقود ، آٹھ پہر میں ایک بار آب گوشت پی لیتا ہوں ۔ نہ روٹی ، نہ بوٹی ، نہ پلاؤ ، نہ خشکا ۔ آنکھ کی بینائی میں فرق ، ہاتھ کی گیرائی میں فرق ، رعشہ مستولی ، حافظہ معدوم ۔ جہاں جو کاغذ رہا ، وہ وہیں رہا ۔ میر عالم علی خاں صاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں رکھ کے[1] بھول گیا ہوں ۔

خلاصہ یہ کہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپ کے خط میں پہنچا ، روپیہ وصول ہوا ، معاً خرچ ہوا ۔ اُن کی غزل "ساری رات" "بھاری رات" جس کا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں ، بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل ان کی اب میرے پاس نہیں اور جناب میر عالم علی خاں کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہوئی ہیں ۔ اگر مل جائیں گی تو بعد اصلاح بھیجوں گا ۔ آپ کی غزلیں شمار سے باہر ہیں ، بکس میں دیکھوں گا کتابوں میں ڈھونڈھوں گا ۔ مدعا یہ کہ آپ اور دونوں سید صاحب اس کا التزام کریں کہ ایک غزل اپنے خط میں بھیجیں ، جب وہ غزل اور اُس خط کا جواب پہنچ[2] لے ۔ تب دوسری غزل خط میں ملفوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو ، آپ یہ میرا خط خود غور سے پڑھ لیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھوا دیں ۔ از روے احتیاط بے رنگ بھیجتا ہوں ۔ اسد یک رنگ

۱۸[3] اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ع

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۶ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع مجتبائی وغیرہ "جواب پہنچ جائے" طبع اول "پہنچ لے" ۔

۳- پنج شنبہ ۸ جمادی الثانیہ ۱۲۸۳ھ ۔

[۲۷۸] ایضاً (۱۰)

سید[1] صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیم جاں کا سلام پہنچے۔ وہ جو آپ نے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہے۔ سو محض غلط ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیم جاں ہوں۔ خط نہیں لکھ سکتا، ایک لڑکے سے یہ چند سطریں لکھوا دی ہیں۔ جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہے۔ آپ سید ہیں اور بزرگ ہیں، میرے حق میں دعا کریں کہ اب تہتر برس سے آگے نہ بڑھوں، اور اگر کچھ زندگی اور ہے، تو حق تعالیٰ تھوڑی سی صحت اور طاقت عنایت کرے تاکہ دوستوں کی خدمت بجا لاتا رہوں۔

غالب

۳[2] جولائی سنہ ۱۸۶۷ء

[۲۷۹] ایضاً (۱۱)

جناب[3] سید صاحب و قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیم جاں کی بندگی مقبول ہو اور یہ عرض بھی قبول[4] ہو کہ جناب معلیٰ القاب نواب ابراہیم علی خاں بہادر کی خدمت میں میری بندگی عرض کریں۔ بارے بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا پہنچنا معلوم ہوا۔ اگرچہ اس صورت میں چلنا پھرنا خدمت بجا لانی نہیں

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۰۷، مجیدی صفحہ ۳۴۵، مبارک علی صفحہ ۱۸۴، رام نرائن صفحہ ۲۴۱، مہر صفحہ ۴۲۵۔

۲۔ مطابق چہار شنبہ ۲۹ صفر ۱۲۸۴ھ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۰۷، مجیدی صفحہ ۳۴۵، مبارک علی صفحہ ۱۸۴، رام نرائن صفحہ ۲۴۲، مہر صفحہ ۴۲۶۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۴۷۔

ہو سکتی ، مگر خیر، حضرت کے پیش نظر حاضر رہوں گا ، عنایت کی نظر رہے میرے حال پر۔

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا ہونے والا ہے ، مجھ کو تاریخ تولد کا خیال رہے گا ۔ جب آپ کی تحریر سے نوید تولد[1] معلوم کرلوں گا ، تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گئی ہو گی ، وہ بھیج دوں گا ۔ اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی غزلوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے ۔ مجھے اس حکم کی تعمیل بہ دل منظور ہے ۔ جس مہینے تک میں زندہ ہوں ، اس مہینے تک خدمت بجا لاؤں گا ۔

۱۷[2] جولائی سنہ ۱۸٦۸ع

۱- دیکھیے خط بنام ابراہیم علی خاں نمبر مسلسل ۲٦٦ ۔

۲- بیشتر خطوں پر تاریخیں متن میں موجود ہیں ۔

[۲۸۰] به نام تفضل حسین[1] خاں صاحب (۱)

کیوں صاحب[2] !

یہ چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و اُستادی سب پر پانی پھر گیا ؟ اگر کوئی ہزار پانسو کی چیز ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے

۱۔ شاید کوکب تخلص تھا ، غالب کا کلام انہوں نے جمع کیا تھا ۔ غالب نے نواب ضیاء الدین خاں کے خط میں اس دیوان کا ذکر کیا ہے :

"پہلے تو ناتمام ، پھر ناقص ۔ بعض بعض قصائد اس میں ہیے اور کے نام کردیے ہیں اور اس میں اسی ممدوح سابق کے نام پر ہیں ۔"

جناب آغا محمد باقر صاحب نے مکاتیب آزاد کے حاشیہ صفحہ ۲۴۹ طبع مجلس ترقی ادب لاہور پر تحریر فرمایا ہے :

"شاہی زمانے میں بادشاہ کے وکیل تھے ، جامع مسجد کے قریب حویلی میر تفضل حسین خاں کے ساتھ ان کی بڑی جائداد تھی جو ۱۸۵۷ع میں ضبط ہو گئی تھی ۔ بہ ہر حال اس نام کا محلہ اب بھی باقی ہے جو وکٹوریہ زنانہ اسپتال کے عقب میں واقع ہے ۔"

ان کے صاحب زادے میر افضل حسین ان کے بیٹے میر محمد حسین دہلی کے مشہور سوشل ورکر تھے ، میونسپل کمشنر ، دہلی یونیورسٹی کے فیلو ، یونیورسٹی کورٹ کے ممبر اور دہلی عربک کالج کے سکریٹری تھے اور کالج کو ڈگری تک لے گئے ، کانگریسی ہونے کی وجہ سے حکومت کے خطابات لینے سے انکار کر دیا تھا ۔ ۱۹۴۴ع میں رحلت کی ۔ ان کا خاندان پاکستان میں موجود ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۰۸ ، مجیدی صفحہ ۳۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۴۳ ، مہر صفحہ ۴۲۷ ۔

تم کیا غضب ڈھاتے ۔ میرا کلام ، خرید آٹھ دس روپیہ کی سو وہ بھی میں نہیں کہتا کہ مجھ کو دے ڈالو ۔ تم کو مبارک رہے ۔ مجھ کو مستعار دو۔ میں اس کو دیکھ لوں ، جو میرے پاس نہیں ہے اس کی نقل کر لوں پھر تم کو واپس بھیج دوں ۔ اس طرح کی طلب پر نہ دینا ، دلیل اس کی ہے کہ مجھ کو جھوٹا جانتے ہو ، میرا اعتبار نہیں یا یہ کہ مجھ کو آزار دینا اور ستانا بہ‌دل مطلوب ہے ۔ وہ کتاب ابھی میرے آدمی کو دے دو ۔ باللہ واللہ میں اس میں سے جو میرے پاس[1] نہیں ہے نقل کرکے تم کو بھیج دوں گا ۔ اگر تم کو واپس نہ دوں تو مجھ پر لعنت اور اگر تم میری قسم نہ مانو اور کتاب حامل رقعہ کو نہ دو تو تم کو آفرین ۔

غالب

[۱۸٦۰ع[2]]

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۴۸ ۔

۲- انھی دنوں میں کلیات فارسی نول کشور پریس میں چھپنے کی تیاریاں شروع ہوئی ہیں ۔ مہر صاحب نے اسی سلسلے کے مکتوب بنام ضیاء الدین خاں کو ۱۸٦۰ع کا فرض کیا ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۱٦ ۔

[۲۸۱] بہ نام مرزا حاتم علی[1] صاحب مہر (۲)

بہت سہی غم گیتی، شراب کم کیا ہے؟
غلام ساقی کوثر ہوں، مجھ کو غم کیا ہے؟
سخن میں خامۂ غالب کے آتش افشانی
یقیں ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

علاقۂ محبت ازلی کو بر حق مان کر اور پیوند غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے، مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔

۱۔ مرزا حاتم علی بن فیض علی بن مراد علی خاں ۔ ۴ جمدی الاول ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۴ع) بروز شنبہ قریب شام، لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور دوشنبہ، غروب آفتاب ۲۸ شعبان ۱۲۹۶ھ - ۱۸ اگست ۱۸۷۹ع ایٹہ میں وفات پائی۔

مہر، اصفہانی الاصل ہیں، ان کے بعد اجداد آگرہ میں رہے، اور پورا خاندان ہمیشہ اودھ اور کمپنی میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہا۔ وہ خود صدر امین اور تحصیل دار اور منصف رہ چکے ہیں - ۱۸۵۷ع اور اس کے بعد آگرہ میں ان کا قیام رہا۔ دستنبو کی اشاعت کے سلسلے میں غالب سے تعارف و مراسلت شروع ہوئی - دیکھیے حاشیہ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۲۸۷ - نیز خط کے لیے دیکھیے مجتبائی صفحہ ۲۰۸، مجیدی صفحہ ۲۴۶، مبارک علی صفحہ ۱۸۵، رام نرائن صفحہ ۲۴۳، مہیش صفحہ ۲۹۵، مہر صفحہ ۲۱۰، عود ہندی صفحہ ۲۶۲ -

مانا کہ روشناسی اس کے اجارے[1] میں آئی ہے، یہ بھی دلیل آشنائی ہے۔ کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید نہ ہو لے، اپنے کو بیگانۂ یک دگر سمجھیں۔ البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں، اگر سمجھیں۔ سلام کے جواب میں خط، بہت بڑا احسان ہے۔ خدا کرے [وہ[2]] خط جس میں میں نے آپ کو[3] سلام لکھا تھا، آپ کی نظر سے گزر گیا ہو۔ احیاناً اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لے کر پڑھ لیجیے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیے گا۔

ہائے میجر جان جاکوب[4] کیا جوان مارا گیا ہے۔ سچ، اس کا یہ شیوہ تھا کہ آردو کے فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا۔ [بندہ نواز[5]] یہ بھی انھیں میں ہے کہ جن کا

۱- عود ہندی طبع اول ''جارمین''۔
۲- اردو اور مہیش 'وہ' ندارد۔ عود ہندی طبع اول سے اضافہ کیا۔
۳- عود ہندی طبع اول ''جس میں آپ کو میں نے''۔
۴- جان جاکوب، مرزا غالب کے بے تکلف دوست تھے۔ مرزا نے ان کا زائچہ فارسی میں نظم کیا تھا جو ان کے دیوان فارسی طبع اول میں چھپا تھا (دیکھیے کلیات غالب فارسی طبع مجلس جلد اول صفحہ ۱۸۰)۔
۵- اس ''بندہ نواز'' کا بھی لطیفہ ہے، عود ہندی طبع اول میں کاتب سے 'نواز' رہ گیا، سنگ ساز نے غالب 'بندہ' کے اوپر بہت صاف 'نواز' کا اضافہ کیا۔ عود ہندی طبع دوم نارائنی دہلی میں 'نواز' حذف ہو گیا، اور میں 'بندہ' بھی نہ رہا۔ اب مہیش صاحب نے 'بندہ پرور' بنایا اور سہر صاحب اس جھگڑے ہی میں نہ پڑے۔

میں ماتمی ہوں ۔ ہزارہا دوست مر گئے ۔ کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں ؟ جیوں تو کوئی غم خوار نہیں ، مروں تو کوئی عزا دار نہیں ۔

غزلیں آپ کی دیکھیں ۔ سبحان اللہ چشم بددور ! اُردو کی راہ کے تو سالک ہو ، گویا اس زبان کے مالک[1] ہو ۔ فارسی بھی خوبی میں کم نہیں ، مشق شرط ہے ، اگر کہے جاؤ گے لطف پاؤ گے ، میرا تو گویا بقول طالب آملی اب یہ حال ہے [بیت] :

لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی
دہن بر چہرہ زخمے بود ، بہ شد

جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے خط[2] مجھ کو لکھا ہو تو کیوں کر مجھ کو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو؟ پہلے تو اپنا حال لکھیے کہ میں نے سنا تھا آپ کہیں کے صدر امین ہیں ، پھر اب اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں ؟ اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی ؟ راجہ بلوان[3] سنگھ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۹ ۔

۲- عود ہندی طبع اول ''خط'' ندارد سہر صاحب کے اس خط کے محذوفات و اصلاحات کا ذکر میں نے مناسب نہیں سمجھا ۔ خطوط غالب میں یہ خط بہت کچھ بدل گیا ہے ۔

۳- عود ہندی طبع اول ''راجہ بلوان سنگھ کا حال لکھنا ضرور ہے'' یہ راجہ چیت سنگھ والی بنارس کے فرزند تھے ۔ راجہ تخلص تھا سہر کے شاگرد ہوے ۔

راجہ چیت سنگھ کو وارن ہیسٹنگز نے بنارس سے نکلنے پر مجبور کیا ، تو وہ گوالیار آ گئے اور یہاں کسی کار نمایاں کے صلے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۴۹۰ پر)

کہاں ہیں ؟ اور وہ دو ہزار روپیہ[1] مہینہ جو سرکار انگریزی سے ملتا تھا، اب بھی ملتا ہے یا نہیں ؟

ہائے لکھنؤ! کچھ نہیں کھلتا کہ اس بہارستان پر کیا گذری، اموال کیا ہوئے، اشخاص کہاں گئے ؟ خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا ؟ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر[2] کی سرگزشت کیا ہے ؟ گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تم کو کچھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹)

میں راجہ دولت راؤ سندھیہ نے ایک لاکھ روپے کی جاگیر دے دی ۔ راجہ بلوان سنگھ گوالیار میں بہ تاریخ ۱۷۹۹ء پیدا ہوئے ۔ چیت سنگھ کی وفات ۱۸۱۰ء کے بعد بلوان سنگھ آگرہ آ گئے، جہاں ۱۸۵۷ء کی افراتفری میں انگریزوں کی امداد کی وجہ سے کچھ اور رعایات ملے ۔ آگرہ میں ان کا قیام محلہ ادائی گدائی (جھتہ راجہ کشی) میں رہا ۔ فارسی و سنسکرت کے عالم و مصنف تھے ۔ اردو میں مہر کے شاگرد تھے اور 'راجہ' تخلص تھا ۔ ۲۲ دسمبر ۱۸۷۱ء میں فوت ہوئے ۔ تالیفات کے نام یہ ہیں : "گل ریاض راجہ" دیوان ۔ مثنوی داسان گل سخن ۔ صنایع و بدایع میں "چتر چندری کا" (سنسکرت) (دیکھیے تاریخ بنارس، تالیف سید محمد رفیع عالی، طبع تحفۂ ہند ایڈیشن، صفحہ ۳۴ ۔ میرے کتب خانے میں جو نسخہ ہے اس میں راجہ صاحب کی تصویر بھی ہے) ۔

۱ ۔ عود ہندی طبع اول 'روپیہ' ندارد ۔ یہ روپیہ راجہ چیت سنگھ کے بعد ان کی بیوہ کو انگریز دیتے تھے، بشرطیکہ وہ آگرہ میں رہیں ۔ ان کے بعد یہ رقم راجہ صاحب کو اس شرط پر دی گئی کہ وہ حکم انگریزی کو خوش رکھیں گے ۔ (دیکھیے دستاویرات تاریخ بنارس) ۔

۲ ۔ سید محمد بن غفران مآب سید دلدار علی مجتہد اعظم لکھنئو جن کی وجہ سے غالب کو دربار اودھ سے وظیفہ ملا

زیادہ آ گہی ہوگی۔ اُمید وار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے۔

پتا مسکن مبارک کا "کشمیری بازار" سے زیادہ نہیں معلوم ہوا، ظاہرا اسی قدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔

مرزا تفتہ کو دعا کہیے گا اور اُن کے اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا جس میں آپ کے خط کی انھوں نے نوید لکھی تھی۔ والسلام

[جون[1] ۱۸۵۸ع]

[۲۸۲] ایضاً (۳)

بھائی[2] صاحب! از روئے تحریر مرزا تفتہ، آپ کا چھ کتابوں کی تزئین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی نبی بخش[3] نے دوبارہ لکھا کہ "میں بہ اجمال لکھتا ہوں، مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے لکھا[4] ہوگا"۔ یا رب! اُن کے دو خط آ گئے۔ مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوتا تو اُن کا خط کیوں نہ آتا؟ اپنے حسن اعتقاد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بمقتضائے یک دلی ہے، جب اپنا کام سمجھ

۱۔ دیکھیے خط بنام تفتہ مرقومہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ع۔ نیز حواشی عود ہندی، صفحہ ۲۶۳ ببعد۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۰۹، مجیدی صفحہ ۲۴۷، مبارک علی صفحہ ۱۸۶، رام نرائن صفحہ ۲۴۵، مہیش صفحہ ۳۰۰، مہر صفحہ ۲۱۴ عود ہندی، صفحہ ۲۶۸۔

۳۔ عود ہندی "نبی بخش صاحب"۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۵۰۔

لیے تو مجھ کو لکھنا کیا ضرور ہے؟ مگر اس کو کیا کروں نہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں۔

مطبع اخبار "آفتاب عالم تاب" میں یکم ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع حال سے حکیم احسن اللہ خاں کا نام لکھوا دینا اور دو نمبروں کا[1] اخبار ایک بار بھجوا دینا اور آئندہ ہر ہفتہ اُس کے ارسال کا طور ٹھہرا دینا۔ کیوں صاحب! یہ امر ایسا کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا؟ اور اگر دشوار تھا تو اس کی اطلاع دینی کیا دشوار تھی؟ ابھی شکایت نہیں کرتا، پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں؟ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں۔ کیا انھوں نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا؟ ہر چند عقل دوڑائی کوئی درنگ کی وجہ خیال میں نہ آئی۔ اب حصول مدعا سے قطع نظر، یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد، برس دن بعد، اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں؟ میں بھی شاعر ہوں، اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے بھی خیال میں آ جاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو؟

[ستمبر[2] ۱۸۵۸ع]

[۲۸۳] ایضاً (۳)

صاحب[3] میرے! عہدۂ وکالت مبارک ہو۔ موکلوں سے کم لیا

۱- عود ہندی "اخبار" ندارد۔ اخبار کے بارے میں دیکھیے حاشیہ خط بنام تفتہ۔

۲- دیکھیے خط نمبر ۶۵، ۲۸۷، مجموعۂ ھذا۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۱۰، مجیدی صفحہ ۳۲۷، مبارک علی صفحہ ۱۸۷، رام نرائن صفحہ ۲۳۶، مہیش صفحہ ۲۹۷، مہر صفحہ ۲۱۱، عود ہندی صفحہ ۲۹۹۔

کیجیے ، پربوں کو تسخیر کیا کیجیے ۔ مثنوی[1] پہنچی ، جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں ۔ کیا خوب بول چال ہے، انداز اچھا ، بیان اچھا ، روز مرہ صاف ۔ حبشیوں کا استغناء کیا کہوں ، کیا مزہ دے رہا ہے[2]۔

اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا ۔ "بیان بخشایش" ہم گنہ گروں تک کیوں پہنچے گا ؟ مگر ہاں اس راہ سے[3]

کہ مستحق کرامت گناہ گار انند"

بخشش کا متوقع ہوں ۔ میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے ؟ اور مضمون اس کا کیا ہے ؟

مرزا یوسف[4] علی خاں آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں [[5] ایک ہندو امیر کے گھر پر مکتب کا سا طور کر لیا ہے] میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے ، اس میں رہتے ہیں ۔ اگر آن کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتا لکھ دینا ۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ میرے خط

۱۔ شاید مثنوی شعاع مہر مراد ہے ۔

۲۔ یہاں ایک شعر عود ہندی میں ہے جو اردوے معلیٰ سے حذف کر دیا گیا ہے ۔ شعر

بگم صاحب پھسوڑے میں پھنسایا
چھٹا بیگم نے بے حرمت کرایا

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۱ ۔

۴۔ عود ہندی طبع اول اور مہیش پرشاد میں عبارت یہ ہے : "مرزا یوسف علی خاں آٹھ آٹھ دس دس مہینے ۔"

۵۔ یہ فقرہ بھی عود ہندی میں ہے، اردوے معلیٰ سے حذف کر دیا گیا ہے ۔

کے سرنامہ پر محلے کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام، قصہ تمام۔ ہاں یار! عزیز کے خط پر میرے مکن کے قریب کا پتا ضرور ہے۔ دو روز سے 'شعاعِ مہر' کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمھارا ذکر خیر رہتا ہے۔ وہ تو اب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پہر چھ گھڑی کی نشست ہر روز رہتی ہے۔ ابھی یہیں سے اٹھ کر [مکتب کو] گئے ہیں، تم کو سلام کہتے ہیں اور 'شعاع مہر' کے مداح اور 'بیان بخشایش'[1] کے مشتاق ہیں۔

[مئی[2] ۱۸۶۳ع]

[۲۸۴] ایضاً (۵)

جناب[3] مرزا صاحب!

آپ کا غم فزا نامہ پہنچا، میں نے پڑھا، یوسف علی خاں عزیز کو پڑھوا دیا۔ انھوں نے جو میرے سامنے اس مرحومہ[4] کا اور آپ

۱۔ بیان بخشایش، ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ع میں چھپی۔

۲۔ سہیش پرشاد اسے سنہ "۱۸۵۸ع" کا مکتوب قرار دیتے ہیں۔ یہی سنہ مہر صاحب نقل کرتے چلے آئے ہیں حالانکہ بیان بخشایش، ۱۸۵۸ع سے بعد کی چیز ہے۔ اس سے بڑی بات یہ ہے کہ مجنیے اودھ اخبار ۲۰ مئی ۱۸۶۳ع میں ایک خبر ملی: "حسب الحکم حکام صدر تقرر مرزا حاتم علی کا بہ عہدۂ صدر دیوانی و نظامت ممالک مغربی مشتہر کیا جاتا ہے" صفحہ ۳۵۷۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۱۱، مجیدی صفحہ ۲۴۸، مبارک علی صفحہ ۱۸۸، رام نرائن صفحہ ۲۴۶، سہیش صفحہ ۳۱۵، مہر صفحہ ۲۲۸، عود ہندی صفحہ ۲۹۶۔

۴۔ مسعود حسن صاحب فرماتے ہیں کہ چنا جان پنجشنبہ ۹ ذی قعدہ ۱۲۷۶ھ کو ورم جگر کی وجہ سے فوت ہوئیں مولوی صفی الدین کی جنتری پنجاہ سالہ کے اعتبار سے یہ تاریخ ۳۱ مئی ۱۸۶۰ع کے مطابق ہے۔

کا معاملہ بیان کیا ، یعنی اُس کی اطاعت اور تمھاری اُس سے محبت ، سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا ۔ سنو صاحب ! شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنوں ، یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں ۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے ، فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے ، عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہو[1] ۔ لیلیٰ اس کے سامنے مری تھی ، تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری ، بلکہ تم اُس سے بڑھ کر ہوئے کہ لیلیٰ اپنے گھر میں اور تمھاری معشوقہ تمھارے گھر میں مری[2] ۔ بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہیں ، جس پر مرتے ہیں ، اُس کو مار رکھتے ہیں ۔ میں بھی مغل بچہ ہوں ، عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے ۔ خدا اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں ، مغفرت کرے ۔ چالیس[3] بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے ، با آں کہ یہ کوچہ چھٹ گیا ، اس فن سے بیگانۂ محض ہو گیا ہوں[4] ، لیکن

۱۔ عود ہندی ''ہووے''۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۲ ۔

۳۔ اردو دیوان متداول اور نسخۂ حمیدیہ میں جو غزل ہے :

درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

اسی عہد یعنی اٹھارہ سو اٹھارہ ، بیس کی ہے جس کے ایک شعر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ڈومنی دہلی میں مری اور یہ قصہ دہلی کا ہے :

گر مصیبت تھی تو غربت میں اٹھا لیتے اسد
میری دہلی ہی میں ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے

(نسخۂ حمیدیہ ، صفحہ ۱۶۵)

۴۔ عود ہندی ''محض ہو گیا لیکن''۔

اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں۔ اس کا مرنا زندگی بھر نہ بھولوں گا۔ جانتا ہوں کہ تمھارے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔ صبر کرو اور اب ہنگامہ [سازی[1]] عشق مجازی چھوڑو: [بیت[2]]

سعدی، اگر عاشقی کنی و جوانی
عشق محمد بس است و آل محمد

اللہ بس ماسوی ہوس - ۱۲

[جون[3] ۱۸۶۰ع]

[۲۸۵] ایضاً (۶)

شرطِ[4] اسلام بود ورزش ایمان بالغیب
اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من ست

حلیہ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علی خاں عزیز نے جو کچھ تم سے کہا، اس کا منشا کیا ہے؟ کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہو گا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سنتا ہوں کہ وہ طرح دار آدمی ہیں۔ اور بھائی تمھاری طرح داری کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا۔ جس زمانے میں

۱- اردوے معلی ''سازی'' ندارد۔ عود ہندی سے اضافہ کیا گیا۔
۲- عود ہندی سے اضافہ۔
۳- چنا جان کی وفات ۳۱ مئی ۱۸۶۰ع کو ہوئی۔ یہ خط ظاہر ہے کہ جون کے ابتدائی دنوں میں لکھا گیا ہوگا۔ مہیش پرشاد نے تاریخ معین نہیں کی، مہر اور مالک رام نے بھی یہ خط سادہ ہی چھوڑ دیا۔
۴- مجتبائی صفحہ ۲۱۱، مجیدی صفحہ ۲۴۸، مبارک علی صفحہ ۱۸۸، رام نرائن صفحہ ۲۴۷، مہیش صفحہ ۳۱۲، مہر صفحہ ۲۲۶، عود ہندی صفحہ ۲۹۲۔

کہ وہ نواب حامد علی خاں کی نوکر تھی اور اس[1] میں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے۔ اس نے تمھارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجھ کو دکھائے[2]۔

بہ ہر حال تمھارا حلیہ[3] دیکھ کر تمھارے کشیدہ قامت ہونے پر مجھ کو رشک نہ آیا، کس واسطے [کہ] میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے۔ تمھارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا، کس واسطے کہ جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اس کی ستائش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ[4] سا پھر جاتا ہے۔ ہاں مجھ کو رشک آیا اور میں نے خون جگر کھایا تو اس بات[5] پر کہ ڈاڑھی خوب گھٹی ہوئی ہے۔ وہ مزے یاد آگئے، کیا کہوں، جی پر کیا گذری بہ قول شیخ علی حزیں:

تا دسترسم بود ز دم چاک گریباں
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ نہ دارم

۱۔ عود ہندی میں ''ان میں''۔
۲۔ یہ ذکر ایک اور خط میں آئے گا۔ عود ہندی میں ہے: ''دکھاتی ہیں''۔
۳۔ شاید یہ وہی تصویر ہے جس کا عکس تاریخ ادب اردو مرتبہ محمد عسکری میں چھپا ہے۔ میں نے یہ اصل قلمی تصویر جناب ڈاکٹر متین صاحب مرحوم نبیرۂ مہر کے پاس لکھنئو میں دیکھی تھی۔ متین مرحوم فرماتے تھے کہ آخر عمر میں مہر نے ڈاڑھی رکھ لی تھی۔
۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۵۳۔
۵۔ عود ہندی طبع اول میں ''کہ'' اس طرح لکھا گیا ہے کہ بعد کے کاتبوں نے اسے 'کلمہ' پڑھا اور 'کلمہ' ہی چھاپا۔ اردوے معلیٰ میں اسے 'بات' بنا دیا گیا۔

جب ڈاڑھی مونچھ میں بال سفید آ گئے ، تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے ۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ۔ ناچار مسی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی ۔ مگر یہ یاد رکھیے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام : ملا ، حافظ ، بساطی ، نیچہ بند ، دھوبی ، سقہ ، بھٹیارا ، جولاہا ، کنجڑا منہ پر ڈاڑھی ، سر پر بال ۔ فقیر نے جس دن ڈاڑھی رکھی ، اسی دن سر منڈایا ۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ کیا بک رہا ہوں ۔

صاحب[۱] ! بندہ نے "دستنبو" جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی ، سو ان کا فارسی خط محررہ دہم مارچ مشتمل بر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بہ طریق ڈاک آ گیا ۔ پھر میں نے تہنیت میں لفٹنٹ گورنری کی قصیدۂ فارسی بھیجا ۔ اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضا مندی پرمتضمن خط فارسی بہ سبیل ڈاک مرقومہ چہاردہم آ گیا ۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مدح وتہنیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت میں بواسطہ صاحب کمشنر دہلی بھیجا تھا ، کل ان کا مہری خط بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی آ گیا ۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں ، اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہیں "دیر آید درست آید" ۔

اناج کھاتا ہی نہیں ہوں ، آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو مل جاتی ہے : [شعر]

۱۔ عود ہندی "صاحب بندہ" ۔ 'نے' ندارد ۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ "تو کیا ہے"
تمھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہو گی - رہا سلام ، وہ آپ[2] پہنچا دیں گے -

[۲۷[1] اپریل یہ بعد، ۱۸۵۹ع]

[۲۸۶] ایضاً (۷)

مرزا[3] صاحب!

ہم کو یہ باتیں پسند نہیں - پینسٹھ برس کی عمر ہے، پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی - ابتدائے شباب میں ایک مرشد کامل نے ہم کو یہ نصیحت کی کہ ہم کو زہد و ورع منظور نہیں ، ہم مانع فسق و فجور نہیں - پیو کھاؤ ، مزے اڑاؤ ، مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو ، شہد کی مکھی نہ بنو - سو میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے ، کسی کے مرنے کا وہ غم کرے جو آپ نہ مرے - کیسی اشک فشانی ، کہاں کی مرثیہ خوانی - آزادی کا شکر بجا لاؤ - غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو "چنا جان" نہ سہی "منا جان" سہی - میں جب بہشت کا تصور کرتا

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۴ -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول 'وہ آپ پہنچا دیں گے' - عود ہندی "اب پہنچا دیں گے -"

۳- دیکھیے خط نمبر ۳۸۸ بنام شبو نرائن ، مکتوبہ ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ع -

۴- مجتبائی صفحہ ۲۱۳ ، مجیدی صفحہ ۲۴۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۰، رام نرائن صفحہ ۲۴۹ ، مہیش صفحہ ۳۱۵ ، مہر صفحہ ۲۲۹ ، عود ہندی صفحہ ۲۹۷ -

ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہوگئی اور ایک قصر ملا اور ایک حور ملی ، اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیک بخت کے ساتھ زندگانی ہے ۔ اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے ۔ ہے ہے! وہ حور اجیرن ہو جائے گی، طبیعت کیوں نہ گھبرائے گی ۔ وہی زمردیں کاخ اور وہی طوبٰی کی ایک شاخ ، چشم بد دور ، وہی ایک حور ۔ بھائی ہوش میں آؤ ، کہیں اور دل لگاؤ : [بیت[1]]

زنِ نوکن اے دوست در ہر بہار
کہ تقویم پارینہ نایید بکار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا ۔ فکر سراپا پسند ، ذکر بہمہ جہت نا پسند ۔ اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالے کیا ۔

مکرمی نواب محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں ۔ پروردگار اُن کو سلامت رکھے ۔ ۱۲

مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام ۔ دم دے کے مجھ سے فارسی عبارت میں خط لکھوایا ۔ میں منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائیں گے ، وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ[2] کو دکھائیں گے ۔ اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھ کو رقم فرمائیں گے ۔ کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں : [ع]

یار در خانہ و من گرد جہاں می گردم

۱۔ اضافہ از عود ہندی ۔ اردوے معلی میں پہلے مصرع میں ہے ”در نوبہار“ ۔

۲۔ اردوے معلی طبع اول صفحہ ۲۵۵ ۔ قبلہ و کعبہ سے مراد مولانا سید محمد صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ ہیں ۔ دیکھیے خط بنام مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنؤی ، کلیات نثر غالب صفحہ ۲۴۲ ۔

اب مجھے ان سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھ کو خط لکھیں اور لکھنئو نہ جانے کا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال، جو کچھ معلوم ہو ، وہ سب اُس خط میں درج کریں ۔

[۱۸۶۰ء-۱۲۷۷ھ]

[۲۸۷] ایضاً (۸)

مرا بہ[۲] سادہ دلی ہائے من توان بخشید
خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

کل دو شنبہ کا دن ، ۲۰ ستمبر کی تھی ، صبح کو میں نے آپ کو شکایت[۳] نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیج دیا ۔ دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا ، تمھارا خط[۴] اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا ۔ معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ سے مانگتا ہوں ، وہ نہیں پہنچا ۔ کچھ شکوے سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی ۔ دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا ، بکس میں سے وہ تمھارے نام کا خط نکل آیا ۔ اب میں سمجھا کہ خط لکھ کر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا ۔ اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا ۔ متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو ۔ بعد چاہنے عفو جرم کے آپ کے کل کے خط کا جواب لکھتا ہوں ۔

۱- مرزا نے اپنی عمر ۶۵ سال بتائی ہے جو ۱۲۷۷ھ کے مطابق ہے ۔ شاید مہینہ جولائی یا اگست ہو ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۱۴ ، مجیدی صفحہ ۲۵۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۱ ، رام نرائن صفحہ ۲۵۰ ، مہیش صفحہ ۳۰۱ ، مہر صفحہ ۲۱۵ ، عود ہندی صفحہ ۲۷۰ ۔

۳- دیکھیے خط نمبر ۲۸۲ مجموعہ ھذا ۔

۴- عود ہندی : ”ہرکارہ ایک تمھارا اور ایک مرزا تفتہ“ ۔

سبحان اللہ! جلدوں کی آرایش کے باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دل میں بھی ایسی ہی اسی باتیں تھیں۔ یقین ہے کہ متاع ناہموار ہو جائیں گی۔ اہار مہرہ اگر ہو جائے گا تو حرف خوب چمک جائیں گے۔ اس کا خیال اُن چار جلدوں میں بھی رہے۔ بارہ روپے کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کرکے مجھ کو اطلاع دیجیے گا۔ ورنہ میں مشوش رہوں گا۔

حضرت! یہاں دو خبریں مشہور[1] ہیں، اُن کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں، ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرے میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ، اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا۔

دوسری خبر یہ ہے کہ جناب ایڈمنسٹن صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹر: اکبر آباد کے لفٹنٹ گورنر ہو گئے۔ خبریں دونوں اچھی ہیں، خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپ کے لکھنے پر منحصر ہے۔

ہاں صاحب: ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے: میں نے حضرت ملکۂ معظمۂ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ[2] ان دنوں میں لکھا ہے:

"تہنیت فتح ہند اور عمل داری شاہی"

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۵۶ -

۲۔ قصیدہ کا مطلع ہے:

در روزگارها نتوانند شمار یافت
خود روزگار انچہ دریں روزگار یافت

ملاحظہ ہو کلیات غالب فارسی جلد دوم طبع مجلس ترقی ادب لاہور، ترتیب فاضل، صفحہ ۲۵۶ اور اس کا حاشیہ۔

ساٹھ بیت ہے۔ منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ مذھب پر لکھ کر بھیجوں۔ پھر یہ خیال آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے، یعنی چھاپا ہوئی۔ اگر یہ چھ صفحے، یعنی تین ورق اور چھپ کر اُس کتاب کے آغاز میں شامل جلد[1] ہو جائیں تو بات اچھی ہے۔ آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ، منشی شیو نرائن صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست کریں اور پھر مجھ کو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے۔ دو باتیں ہیں: ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلے کتاب سے۔ دوسری یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں، اس طرح یہ بھی چھاپا جائے کہ:

"قصیدہ در مدح جناب ملکۂ انگستان خلد اللہ ملکہ"[2] میرا نام کچھ ضرور نہیں، کتاب کے پہلے صفحے پر تو ہوگا۔

ہنڈوی کی رسید اور اس مطلبِ خاص کا جواب با صواب، یعنی نوید قبول جلد لکھیے۔

[سہ شنبہ[3]، ۲۱ - ستمبر ۱۸۵۸ع]

۱- چنانچہ "دستنبو" کے پہلے ایڈیشن میں سرورق کے بعد اور اصل کتاب سے پہلے چار صفحے اس قصیدے کے بڑھائے گئے اور اس کے بعد والے ایڈیشنوں میں آخر کتاب میں چھپا۔

۲- "خلد اللہ ملکہ" نہ صرف خطوں میں رہا بلکہ 'دستنبو' کے دونوں معاصر نسخوں میں باقی رہا اور بعد میں بھی یہی چھپا۔ حالانکہ ملکہ کی مناسبت سے "ملکھا" ہونا چاہیے تھا۔

۳- دیکھیے آغاز خط کی عبارت، اور خط نمبر ۲۹۹۔

[۲۸۸] ایضاً (۹)

[1]بندہ برور! آپ کا مہربانی نامہ[2] آیا، آپ کی مہر انگیز اور محبت خیز باتوں نے غم بے کسی بھلایا۔ کہاں دھیان لڑا ہے، کہاں سے "دستنبو" کی مناسبت کے واسطے "یدبیضا" ڈھونڈھ نکالا ہے؟ آفرین، آفرین[3]، صد ہزار آفرین! تیسرا مصرع اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے:

نامہ خود سال خویش داد نشان

مرزا تفتہ کا خط ہاترس سے آیا، ان کے لڑکے بالے اچھے ہیں، آپ گھبرائیں نہیں، وہ آئے کہ آئے ہیں۔ اگر تمھیں بغیر ان کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمھارے چین کہاں؟

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۱۵، مجیدی صفحہ ۲۵۱، مبارک علی صفحہ ۱۹۲، رام نرائن صفحہ ۲۵۲، سہیش صفحہ ۲۹۹، مہر صفحہ ۲۱۳، عود ہندی صفحہ ۲۶۶۔

۲۔ اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۲۵۷۔

۳۔ عود ہندی طبع اول: "آفریں، صد ہزار آفریں"۔ "دستنبو" اور "یدبیضا" حوالہ ہے مہر کے مصرع تاریخ کا، مہر نے لکھا ہے:

اسد اللہ خاں غالب، مہر
حبذا، زد رقم چہ "دستنبو"
نامہ خود سال خویش داد نشان
ید بیضا ستم، چہ دستنبو

۱۸۵۷ھ

افضل حسین ثابت لکھنؤی نے "حیات دبیر" صفحہ ۵۶۷ پر ایک شعر غالب کے نام سے لکھا ہے، میں نے لکھنؤ میں جناب مفتی صاحب (غالباً) کے نام سے سنا ہے:

یار دستنبو بدستم داد، دستم بو گرفت
وہ چہ دستنبو کہ دستم بو ز دستنبو گرفت

صاحب بندہ ! اثنا عشری ہوں ، ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں ۔ خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ۱۲ - ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں ۔ تم جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری غم گساری میں محنت کرو گے ، کیا تم کو غیر جانوں ، جو تمھارا احسان مانوں ؟ تم سراپا مہر و وفا ہو ، واللہ اسم بامسمیٰ ہو - ۱۲

مبالغہ اس کتاب کی تصحیح میں اس واسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہے ۔ صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے ، اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے ۔ بارے بہ سبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے ۔ متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں ۔ منشی شیو نرائن صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو بھیجی تھی ، سب طرح میرے پسند آئی ۔ چنانچہ ان کو لکھ بھیجا ہے ، اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو - ۱۲

حضرت ! چار جلدیں یہاں کے حکام کو دوں گا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا ۔ اللہ اللہ ! کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے زندگی پر ۔ بہر حال ، یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ ان چھ جلدوں کی کچھ تزئین و آرائش کی جاوے ۔ آپ اور بھائی صاحب اور ان کا فرزند رشید منشی عبداللطیف اور منشی شیو نرائن ، یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور بہ اجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے کہ کیا کیا جائے ؟ معہذا دو دو روپے کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ۔ ہاں ، یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپے میں اور دو جلدیں چھ روپے میں تیار ہوں ۔ پھر سوچتا ہوں کہ یارب آرایش کی گنجایش کہاں ، ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپے کی اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپے کی بنائی جائے ۔ قصہ مختصر ، کچھ کیا جائے یا یہی

کہہ دیا جائے کہ تیری رائے کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی ، بارہ روپے بھیج دے - ۱۲

مطالب اور مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم بہ زبان قلم باہم دگر ہم کلام ہوئے -

[۱۰ تا ۱۵[1] ستمبر ، ۱۸۵۸ء]

[۲۸۹] ایضاً (۱۰)

مرزا[2] صاحب ! میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے - ہزار کوس سے بہ زبان قلم باتیں کیا کرو ، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو - کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے ؟ اتنا تو کہو کہ کیا بات تمھارے جی میں آئی ہے - برسوں ہو گئے کہ تمھارا خط نہیں آیا - نہ اپنی خیر و عافیت لکھی ، نہ کتابوں کا بیورا[3] بھجوایا - ہاں ، مرزا تفتہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچوں کتابوں کے آغاز کے ان کو دے آیا ہوں ، اور انھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے - یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے مجھ کو خبر دی ہے کہ دو کتابوں کی

۱- خطوط بہ نام تفتہ و حقیر کے مطالعے سے میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں - دیکھیے حاشیہ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب صفحہ ۲۶۸ -

۲- مجتبائی صفحہ ۲۱۶ ، مجیدی صفحہ ۲۵۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۵۳ ، مہیش صفحہ ۳۰۵ ، مہر صفحہ ۲۱۹ ، عود ہندی صفحہ ۲۷۷ -

۳- مجتبائی ''بیوار'' اردو، عود ''بیورا''- صاحب فرہنگ اثر میں فیلن کے حوالے سے بیورا کرنا : خبردینا کے معنی لکھے ہیں اور غالبا صاحب نورالغات پر اعتراض ہے کہ انھوں نے ''بیورا دینا'' لکھ دیا ، غالب کے اس جملے میں 'کرنا' اور دینا کے علاوہ 'بھیجنا' ، بھجوانا' کی سند بھی مل گئی -

طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے ۔ پھر اب کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے ؟ اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر ہے ؟ مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا ۔ وہ لکھتے ہیں ، کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائیں گی ۔ اب[1] حضرت ارشاد کریں کہ سات جلدیں کب آئیں گی ؟ ہر چند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو ، مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو ۔ خدا کرے ان تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آئیں ، تا خاص و عام کو جا بجا بھیجی جائیں ۔

میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا ۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے ۔ جو میں نے کہا ، انھوں نے لکھ لیا ۔ ان دونوں کے گھر لٹ گئے ۔ ہزاروں روپیہ کے کتب خانے برباد ہوئے ۔ اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں ۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کو کہ وہ خوش آواز بھی ہے ، اور زمزمہ پرداز بھی ہے ، ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا ۔ اس نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا ، یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا ۔ غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس کے[2] اس خط کا جواب چاہتا ہوں ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۹ ۔

۲۔ یہ عبارت اردوے معلیٰ میں یوں ہے : ''صلہ میں اس کا جواب چاہتا ہوں'' ۔ عود ہندی : ''صلہ میں اس کے اس خط کا جواب چاہتا ہوں'' ۔

غزل

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا ؟

رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے
لے کے دل ، دلستاں روانہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھا
کام گر رک گیا ، روا نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

[۱۵ تا ۱۸[2] نومبر ۱۸۵۸ع]

۱- دیوان میں غزل کے اشعار کی ترتیب کچھ اور ہے ۔ نو شعروں میں سے ایک بیت کم ہے ۔

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

۲- یہ تاریخ شیونرائن کے نام مکاتیب کے مقابلہ سے سمجھ میں آتی ہے کیونکہ ۱۸ کو شکایت لکھی، پھر ۱۹ نومبر جمعہ کو کتابیں اور ۲۰ کو رسید لکھتے ہیں ۔

[۲۹۰] ایضاً (۱)

'بھائی صاحب ! آپ کے خامۂ مشکبار کی صریر نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا ، بلکہ مجھ کو ان کی لوحوں کا۲ خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا ۔ کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے ۔ مجھ کو تو بہ موجب اس مصرع کے :

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

دل میں خوش ہو کر چپ ہو رہتا ہے ۔

حضرت ، مدح کو ایک موقع ضرور ہے ؛ مجھ کو آپ کے حکم کا بجا لانا منظور ہے ۔ اس نذر کے پہنچنے کے بعد جب کوئی ان کا عنایت نامہ آئے گا ، تو بندۂ درگہ مدح گستری کا جوہر دکھائے گا ۔ اس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آ جائے گا ۔ اب یہ تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجھ کو کب آئے گی ؟ آپ کی فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے ۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں ، تو [۳کچھ] عجب نہیں ہے ۔ جلدوں کا بنانا ، البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے ۔ معلوم تو ہوتا ہے کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیونرائن صاحب کی ہمت اس کے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے ۔ یا رب ! اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کم انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آ جائے ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۱۸ ، مجیدی صفحہ ۲۵۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۵۵ ، مہیش صفحہ ۳۰۴ ، مہر صفحہ ۲۱۸ ، عود ہندی صفحہ ۲۷۵ : اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۶۰ ۔

۲۔ عود ہندی "ہر خط طلائی ۔"

۳۔ اردوے معلیٰ کچھ "ندارد"، اضافہ از عود ہندی و مہیش پرشاد ۔

مرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں ؟ مگر دعا دوں اور دعا لکھوں ۔ صاحب ! اب ڈھیل نہ کرو ، کام میں تعجیل کرو : [ع]

ای ز فرصت بے خبر ، در ہر چہ باشی زود باش

خدا کرے ، نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو اور قصیدے کے چھاپنے کی نوبت آ گئی ہو ۔ قصیدے کا نثر سے پہلے لگانا از راہ اکرام و اعزاز ہے ، ورنہ نثر میں اور صنعت ، اور نظم کا اور انداز ہے ۔ یہ آس کا دیباچہ کیوں ہو ؟ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سر رشتۂ آمیزش توڑ دیا جائے اور 'قصیدے کے اور "دستنبو" کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے ۔

رائے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو ، تو مجھ کو بھی آ گہی دو ۔ چاہو تمھیں ابتدا کرو اور ایک خط آن کو لکھو اور آس کا پرداز اس بات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہونے کو آئی ہیں ، آپ کی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے ؟ یہ خط جواب طلب ہو جائے گا اور آن کو جواب لکھنا پڑے گا ۔

[۲ اکتوبر ۱۸۵۸ع]

[۲۹۱] ایضاً (۱۲)

۳بھائی صاحب ! مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۱ ۔
۲۔ تقریباً وسط اکتوبر یا اس سے پہلے ۔ مہیش تاریخ ندارد ۔
۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۱۹ ، مجیدی صفحہ ۲۵۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۵۶ ، مہیش صفحہ ۳۰۶ ، مہر صفحہ ۲۲۱ ، عود ہندی صفحہ ۲۸۰ ۔

پہنچ جائیں ، اور پس و پیش سات جلدیں آپ کی بنوائی ہوئی بھی آئیں۔[1] بالفعل ایک اور عقدہ سررشتہ خیال میں پڑا ہے ، یعنی از روے اخبار"مفید خلائق" ذہن[2] لڑا ہے کہ اس ہفتے میں جناب ایڈمنسٹن صاحب بہادر آ گرے آئیں گے اور وسادۂ لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائیں گے ۔ اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر ان کی جگہ چیف سکرٹر بن جائیں گے ، پھر دیکھیے کہ یہ محکمۂ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرٹر کس کو بنائیں گے ۔ میر منشی اس محکمے کے تو وہی منشی غلام غوث خاں بہادر رہیں گے ، دیکھیے ہمارے منشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے ؟ بہر حال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلے کتابوں کا احوال لکھیے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھیے۔ جب تک ایڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر تھے ، تو یہ خیال میں تھا کہ ان کی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر ، یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے ان کے پاس بھیجوں گا ۔ اب حیران ہوں کہ کیا کروں : آیا ان کی جگہ سکرٹر کون ہوا ؟ اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انھوں نے سکرٹر کس کو کیا ؟ [3]میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا ؟ اور گورنر جنرل کا [میر] منشی کون ہے ؟ جو آپ کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کے لکھیے ۔ قمر الدین خاں کا حال ضرور ، منشی غلام غوث خاں کا حال پر ضرور ۔ بھائی ! میرے سر کی قسم ! اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کند ذہن اچھی

۱۔ عود ہندی : "آج کل بھیجی جائیں" ۔

۲۔ عو۔ ہندی : "ذہن یوں لڑا ہے" ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۲ ۔

طرح اس کو سمجھ لے ۔ زیادہ کیا لکھوں ۔

[[1]نومبر ۱۸۵۸ع]

[۲۹۲] ایضاً (۱۳)

[2]بھائی صاحب ! خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں ۔ خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے ، گویا صفر کے مہینے میں عید آئے ۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو ، [[3]تب] منگواؤ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی رائے کے بنوا لو ۔

[او[3]] ' اب آپ دو ورقے کا ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں ۔ قصیدے کے مسودہ کا ورق مرزا تفتہ کے خط میں پہنچ گیا ہوگا ؟ آپ نے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدے کو دیکھا ہو گا ۔ قصیدے کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے ، پر دیکھا چاہیے کہ صاحبِ مطبع کو کیا منظور ہے ۔ اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے تو ہم پانچ سات روپے سے اور بھی ان کا بھرنا بھریں گے ۔

جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں ، کبھی میں نے ان کو کہیں دیکھا نہیں ، خطوں کی میری ان کی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر

۱- چونکہ 'دستنبو' کا پہلا پارسل ۱۳ نومبر کو ملا ہے اس لیے یہ خط ۱۰ سے ۱۳ تک کا ہو گا ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۱۹ ، مجیدی صفحہ ۲۵۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۵۷ ، مہیش صفحہ ۳۰۲ ، مہر صفحہ ۲۱۶ ، عود ہندی صفحہ ۲۷۳ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ''تب'' اور ''لواب'' میں ''لو'' ندارد ، اضافہ از عود ہندی ۔

نئے آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بہ طریق نذر جاتا ہے ۔ بے ذریعہ جناب صاحب بہادر اجنٹ دہلی ، اور نواب لفٹنٹ بہادر آگرہ بھجواتا ہوں اور صاحب سکرٹر بہادر گورنمنٹ کا خط اس کی رسید میں بہ سبیل ڈاک پاتا ہوں ۔ جب جناب لارڈ کیننگ بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک میں بھجوایا ۔ اڈمنشٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو خط مجھ کو آیا تو انھوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا ۔ قبل ازیں ”خان صاحب بسیار مہربان دوستان“ میرا القاب تھا ، اس قدر شناس نے از راہ قدر افزائی ”خان صاحب مشفق ، بسیار مہربان مخلصان“ لکھا ۔ اب فرمائیے ان کو کیوں کر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں ؟ کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں ۔

برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں ؛ بھائی! اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں کہ تم اور مرزا صاحب مجھ کو لکھو کہ لو صاحب ”دستنبو“ کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا ۔ مادۂ تاریخ میں کیا برائی ہے جو تمھارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو ؟ مادہ اچھا ہے ۔ قطعہ لکھ لو اور خاتمۂ کتاب پر لگا دو ۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ، ایک قطعہ تمھارا ، یہ دونوں قطعے رہیں[۲] اور اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں ، تو وہ بھی کہیں ۔ اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے ، بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے ۔ مولانا ”حقیر“ کو توجہ اس باب میں چاہیے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیے ۔

---

۱ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۳ ۔

۲۔ چنانچہ دستنبو کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں مہر اور تفتہ ہی کے قطعے ہیں ۔

اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیو نرائن صاحب کا خط لایا ۔ بارے ، قصیدے کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اس کا چھاپنا قبول کیا ۔ یہ تشویش بھی رفع ہو گئی ۔ آپ ان سے میرا سلام کہیے گا اور یہ کہیے گا : [ع]

شکر رافتہائے تو چندانکہ رافتہائے تو

اور یہ ان کو اطلاع[1] دیجیے گا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھ کو نہیں پہنچا ، ورنہ کیا امکان تھا کہ میں اس کی رسید نہ لکھتا ؟

[۳۰[2] ستمبر ۱۸۵۸ء]

[۲۹۳] ایضاً (۱۴)

خود[3] شکوہ دلیل رفع آزار بس ست
آید بہ زباں ہراں چہ از دل بہ رود

بندہ پرور ! فقیر شکوہ سے برا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا ۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے منہ نہ موڑے ، اور معہذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے ۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا فرخ آباد جانا

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۴ ۔

۲۔ مہیش پرشاد نے ۲۹ ستمبر لکھا ہے لیکن صحیح '۳۰' ہے کیونکہ غالب نے خود لکھا ہے کہ "کل (سی ام ستمبر) مرزا صاحب کے خط میں ان کو ایک مصرع کسی استاد کا (شکر رافت ہائے تو ۔ الخ) لکھ چکا ہوں"۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۲۱ ، مجیدی صفحہ ۲۵۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۵۸ ، مہیش صفحہ ۲۹۶ سہر صفحہ ۲۱۱ ، عود ہندی صفحہ ۲۹۱ ۔

معلوم ہو گیا تھا، اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا؟ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ آلٹے پھر آئے ؟ آپ شکوہ کاہے کو کرتے ہیں ۔ اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں ۔ نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں ! کل آپ کا مہربانی نامہ آیا ، آج میں نے اس کا جواب بھجوایا ۔ کہیے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں ؟ پس دردمندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں ۔ مرزا تفتہ سے آپ فقط ان کے خط نہ لکھنے کے سبب سر گراں ہیں ، میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں ۔ آج توکلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں ، دیکھوں کیا دیکھتا ہوں ۔

[۵[1] - مارچ ۱۸۵۸ع]

[۲۹۴] ایضاً (۱۵)

بھائی[2] صاحب ! تمھارا خط اور قصیدہ پہنچا ۔ اصل خط تمھارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیج دیا تا کہ حال ان کو مفصل معلوم ہو جائے ۔ بعد اس رپورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں ۔ پروردگار بہ تصدق ائمۂ اطہار یہ پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے اور منصب ہائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچاوے ۔ واقعی یہ کہ تم نے بڑی جرأت کی ، فی‌الحقیقت اپنی جان پر کھیلتے تھے ۔ بات پیدا کی مگر[3] اپنی مردی و مردانگی سے ۔ دولت کا ہاتھ آنا مع نیک نامی اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں ۔ اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور

---

۱. دیکھیے خطوط بنام تفتہ ، خصوصاً مکتوب ۵ مارچ ۱۸۵۸ع ۔

۲. مجتبائی صفحہ ۲۲۲ ، مجیدی صفحہ ۲۵۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۵۹ ، مہیش صفحہ ۲۹۸ ، مہر صفحہ ۲۱۲ ، عود ہندی صفحہ ۲۹۰ ۔

۳. اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۵ ۔

جلد ترقی کرو، ایسا کہ سال آئندہ تک چشم بد دور صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مغل نے تمھارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اس کے حسن کے وصف میں لکھے تھے، تمھارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھ کو دکھائے تھے۔ اب یہ ایک زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی آجائے گا کہ ہم تم باہم بیٹھیں اور باتیں کریں، قلم بے کار ہو جائے، زبان برسر گفتار آئے۔

انشاء اللہ خاں کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ، مضامین اچھوتے، معانی نازک، مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں۔

[جنوری[1] ۱۸۵۹ع]

[۲۹۵] ایضاً (۱٦)

خدا[2] کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط، جو آپ نے نقل کر کے بھیج دیا ہے، میں نے منشی شیو نرائن کو بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب جانو، تو ایک بات میری مانو۔ "رقعات[3] عالمگیری" یا "انشاء خلیفہ" اپنے سامنے رکھ لیا کرو، جو عبارت اس میں سے پسند آیا کرے، وہ خط میں لکھ دیا کرو، خط مفت میں تمام ہو جایا کرے گا۔ اور

۱- خطوط کے تقابلی مطالعے کے بعد ہی تاریخ قرار پاتی ہے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۲۲، مجیدی صفحہ ۲۵۷، مبارک علی صفحہ ۱۹۸، رام نرائن صفحہ ۲٦۰، مہیش صفحہ ۳۱۰، مہر صفحہ ۲۲۲، عود ہندی صفحہ ۲۸۷۔

۳- شاہ محمد قنوجی اور عالم گیر کے خطوط کے مجموعے جو اس زمانے میں ابتدائی نصاب میں داخل تھے۔ مطلب یہ ہے کہ تمھاری فارسی سے تو وہی بہتر ہیں۔

تمھارے خط کے آنے کا نام ہو جایا کرے گا ۔ اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا ، اس کا دیکھنا مشاہدۂ اخبار پر موقوف رہا : ع

برات عاشقاں بر شاخ آہو !

واقعی جو اخبار آگرہ سے دلی آتے ہیں ، وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں ۔ صاحب ! ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دوکانوں میں فرنچ اور شام پین کے درجن دھرے ہوئے ہیں ، یا ساہوکروں اور جوہریوں کے[1] گھر روپیہ اور جواہر سے بھرے ہوئے ہیں ، میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیوں کر اٹھاؤں گا ؟ بس اب زیادہ باتیں نہ بنائیے اور وہ قصیدہ مجھ کو بھجوائیے ۔

میں نے کتابیں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں ، اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے ، مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے ۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے :

جور سے باز آئیں ، پر باز آئیں کیا
کہتے ہیں ، ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا ؟

موج خوں سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے
آستان یار سے اٹھ جائیں کیا ؟

لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا ؟

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں ، کیا ؟

غزل نا تمام[2] ہے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۶ ۔
۲- دو شعر کم ہیں ۔

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گذرتا ہے گماں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور
لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

ابرو سے ہے کیا اس نگہ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر، مگر اس کی ہے کماں اور
یا رب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

ہرچند سبک دست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور
باتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ "ہاں اور"!
ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ **غالب** کا ہے انداز بیاں[1] اور

دو شنبہ کا دن[2] ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے۔ انگیٹھی رکھی

۱- اس غزل سے بھی دو شعر کم نقل کیے ہیں۔
۲- مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ۔

ہوئی ہے، آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں۔ یہ اشعار یاد آ گئے تم کو لکھ بھیجے۔ والسلام۔

[۱۸۵۸ع]

[۲۹۶] ایضاً (۱۷)

بھائی[1] جان! کل جو جمعہ روز مبارک و سعید تھا، گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار گھڑی دن رہے نامۂ فرحت فرجام، اور چار گھڑی کے بعد وقت شام: [[2]بیت]

سات جلدوں کا پارسل پہنچا
واہ کیا خوب بر محل پہنچا

آدمی کو موافق اس کی تمنا کے آرزو بر آنی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی بر آئی کہ وہ بر تر از وہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا۔ میں تو صرف اس قدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی، دو کی لوحیں زریں اور پانچ لوحیں سیاہ قلم کی ہوں گی۔ واللہ، اگر تصور میں بھی گذرتا ہو کہ کتابیں اس رقم کی ہوں گی۔ جب تک جہان ہے، تم جہان میں رہو، آئمۂ اطہار علیہم السلام کی امان میں رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل ان چار کے بن جائے، نہ یہ کہ دو کتابوں کا سا رنگ دکھلائے۔ اب میں حیران ہوں کہ آیا شمار آئمہ نے ان

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۲۳، مجیدی صفحہ ۲۵۸، مبارک علی صفحہ ۱۹۱، رام نرائن صفحہ ۲۶۱، مہیش صفحہ ۳۰۷، مہر صفحہ ۲۲۱ عود ہندی مجلس، صفحہ ۲۸۱۔

۲۔ لفظ 'بیت' کا اضافہ عود ہندی طبع اول سے ہے۔

بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ تمھارا روپیہ صرف ہوا۔ دو پارسلوں کا محصول ، دو رجسٹریوں کا معمول ، تین کتابوں کی لوحیں طلائی ، یہ ساری بات اُس روپیہ میں کس طرح بن آئی ؟ اور کیوں کر معلوم کروں ، کس سے پوچھوں ؟ خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو ؛ خفقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا ۔ جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں ، وہاں تکلف کام نہیں آتا ۔ زیادہ اس سے کہ شکر گذار ہوں ، اور شرم سار ہوں کیا لکھوں[1] ۔

[جمعہ ۱۹ [2]نومبر ۱۸۵۸ع]

[۲۹۷] ایضاً (۱۸)

بندہ[3] پرور ! آپ کا خط کل پہنچا ، آج جواب لکھتا ہوں، داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں ۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے ، پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تم کو غم و اندوہ کا شکوہ گذار پایا ہے ۔ پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجایش ہے، بلکہ یہ غم تو نصیب دوستاں درخور افزایش ہے ۔ بقول غالب علیہ الرحمتہ : [بیت]

۱- یہ مصرع بھی عود ہندی میں ہے ، اردوے معلیٰ سے حذف کر دیا گیا ۔

"چارہ خاموشی ست چیزے راکہ از تحسین گزشت"

۲- خطوط کے تقابلی مطالعہ سے یہی تاریخ متعین ہوتی ہے -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۶۸ ، مجتبائی صفحہ ۲۲۴ ، مجیدی صفحہ ۲۵۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۶۲ ، مہیش صفحہ ۳۰۸ ، مہر صفحہ ۲۲۲ ، عود ہندی مجلس صفحہ ۲۸۳ ۔

کسی کو دے کے دل ، کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو؟
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو ؟

ہے ہے ! حسن مطلع :

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوا[1] تو دوست جس کا ، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو ؟

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے ۔ اور اگر خدا نہ خواستہ باشد ، غم دنیا ہے ، تو بھائی ، ہمارے ہم درد ہو ؛ ہم اس بوجھ کو مردانہ اٹھا رہے ہیں ، تم بھی اٹھاؤ ، اگر مرد ہو ۔ بقول غالب مرحوم :

دلا یہ درد و الم ہے تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے ، نہ آہِ نیم شبی ہے

"سحر ہوگی" "خبر ہوگی" ؛ اس زمین میں وہ شعر یعنی :

تمھارے واسطے ، دل سے مکاں کوئی نہیں بہتر
جو آنکھوں میں تمھیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اُردو کا کیا اچھا اسلوب ہے ! قصیدے کا مشتاق ہوں ۔ خدا کرے ، جلد چھاپا جائے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آئے ۔ "کیا کہیے" ، "بھلا کہیے" یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی مگر بحر اور ہی تھی :

کہوں جو حال ، تو کہتے ہو مدعا کہیے
تمھیں کہو کہ جو تم یوں کہو ، تو کیا کہیے
رہے نہ جان ، تو قاتل کو خوں بہا دیجے
کٹے زبان ، تو خنجر[2] کو "مرحبا" کہیے

۱۔ مصرع اول دیوان میں "ہوئے تم" اور "اس کا دشمن آسماں"
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۹ ۔

سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا ، **"غالب"**
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

اور وہ جو "فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن" یہ بحر ہے ، اس میں ایک میرا قطعہ ہے ، وہ میں نے کلکتے میں کہا تھا ۔ تقریب یہ کہ مولوی کرم[1] حسین صاحب ایک میرے دوست تھے ، انھوں نے ایک مجلس میں "چکنی ڈلی" بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجیے ۔ میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ کہہ کر ان کو دیا اور صلے میں وہ "ڈلی" ان سے لی ۔ اب سوچ رہا ہوں ۔ جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں : قطعہ

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بہ دنداں کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے
اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے
خالِ مشکینِ رخِ دل کشِ لیلیٰ کہیے
حجرالاسودِ دیوارِ حرم کیجیے فرض
نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
صومعے میں اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز
مے کدے میں اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے

۱۔ مولوی کرم حسین بلگرامی ، سید علی بلگرامی کے جد امجد جو حکومت اودھ کی طرف سے کمپنی میں سفیر کی حیثیت سے کلکتہ میں مقیم تھے۔

مسی[1] آلود سر انگشت حسیناں لکھیے
سرِ پستانِ پری زاد سے مانا کہیے

غرض کہ بیس بائیس پھبتیاں ہیں۔ اشعار سب کب یاد آتے ہیں؟ اخیر کی بیت یہ ہے:

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لو حضرت! آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا دردِ دل سنو: برخوردار منشی شیو نراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا، اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم ان کو میری دعا کہو اور کہو کہ میاں! میرا کام[2] بند ہے۔ اس مطلبِ خاص کا جواب جلد لکھو۔ یعنی[3] اگر وہ کتاب بن چکی ہے، تو جلد بھیجو اور اگر اس کے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی؟

[اکتوبر[4] ۱۸۵۸ع]

۱- دیوان میں یہ قطعہ تیرہ شعروں پر مشتمل ہے اور یہ شعر باختلاف ترتیب یوں ہے:

مسی آلود سر انگشت حسیناں لکھیے
داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے
خاتم دست سلیماں کے مشابہ لکھیے
سر پستان پری زاد سے مانا کہیے

۲- اردوے معلیٰ اور عود ہندی: ''میرا کلام بند ہے۔''
۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۷۰۔
۴- مہیش و مہر نے تاریخ نہیں لکھی مگر شیو نرائن کے خطوط سے اس کا تعین آسان ہے۔

[۲۹۸] ایضاً (۱۹)

جناب[1] مرزا صاحب ! دلی کا حال تو یہ ہے : [شعر]

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر، سو ہے

یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا ۔ وہ خبر محض غلط ہے ، اگر کچھ ہے تو بدیں نمط ہے کہ چند روز چند گوروں نے اہل بازار کو ستایا ۔ اہل قلم اور اہل فوج نے بہ اتفاق رائے ہم دگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا ، اب امن و امان ہے ۔

ناسخ مرحوم ، جو تمھارے استاد تھے ، میرے بھی دوست صادق الوداد تھے ، مگر یک فنے[2] تھے ۔ صرف غزل کہتے تھے ، قصیدے اور مثنوی سے ان کو کچھ علاقہ نہ تھا ۔

سبحان اللہ ! تم نے قصیدے میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا ، مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے ، کیا کہوں ، کیا حظ اٹھایا : [بیت]

خدا سے میں بھی چاہوں از رہ مہر
فروغ میرزا حاتم علی مہر

۱- مجتبائی صفحہ ۲۲۶ ، مجیدی صفحہ ۲۹۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۱ ، رام نرائن صفحہ ۲۶۳ ، مہیش صفحہ ۳۱۴ ، مہر صفحہ ۲۲۷ ، عود ہندی صفحہ ۳۴۰ ۔

۲- شاید اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ ان کے دیوان مطبوعہ میں قصائد و مثنویات نہیں چھپے ، ورنہ ناسخ نے یہ دونوں صنفیں بھی خالی نہیں چھوڑی ہیں ۔ ان کی کم و بیش چار مثنویاں تو چھپ بھی چکی ہیں ۔

اگر اسی انداز پر انجام پائے گی تو یہ مثنوی کارنامۂ اردو کہلائے گی۔ خدا تم کو جیتا رکھے۔ تمھارا دم غنیمت ہے۔

صاحب! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ "معیار الشعرا" میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا؟ تمھارے ہاتھ کیا آیا؟ سنو تو سہی، اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا رہے؟

[۱۸۵۸ع[1]]

۱۔ مہیش پرشاد اسے ۱۸۵۹ع کا خط مانتے ہیں، مگر میرے خیال میں ۱۸۵۸ع کے وسط یا بعد کا ہے۔

[۲۹۹] ^۱^بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم (۱)

^۲^بھائی صاحب ! آپ کا عنایت نامہ پہنچا ، حال معلوم ہوا ۔ میاں کا عذر مقبول و مسموع ، حق تعالیٰ ان کو زندہ اور تندرست اور خوش و خرم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے ۔ بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا ۔ اُنھوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرائش کی جس تفریق سے ٹھہرائی ہے ، وہ مجھ کو بہت پسند آئی ہے ۔ کل میں نے ان کو اجازت اُسی طرح کی تزئین کی لکھ بھیجی ہے ۔ حال تصحیح کا بہ‌تصریح آپ کو لکھ چکا ہوں ، اُسی پر عمل رہے ۔ میں نے مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہیں ، اس امر کی اطلاع کر دی ہے ۔

بھائی جان ! میں نے ایک قصیدہ جناب ملکۂ معظمہ انگلستان[۳]

۱- نبی بخش حقیر : مرزا غالب کے عزیز اور محترم دوست تھے ۔ آگرے کے رہنے والے ، صاحب علم و صاحب ذوق تھے ۔ اکتوبر یا نومبر ۱۸۶۰ع میں انتقال کیا ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۲۷ ، مجیدی صفحہ ۳۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۲ ، رام نرائن صفحہ ۲۶۵ ، مہر ش طبع اول ندارد طبع ثانی صفحہ ۱۶۶ ، نادرات غالب صفحہ ۸۸ ۔

۳- قصیدے کا مطلع ہے :

در روزگارہا نہ تواند شمار یافت
خود روزگار انچہ دریں روزگار یافت

یہ قصیدہ دستنبو طبع اول ببعد اور کلیات طبع نول کشور میں چھپ چکا ہے ۔ دیکھیے کلیات غالب طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد دوم صفحہ ۲۵۶ ، نیز اس کے حواشی ۔ یہ قصیدہ ۱۸۵۳ع کے قریب مدح بہادر شاہ اور تہنیت غسل صحت میں لکھا تھا جس کے کچھ اشعار بدل کر کوئن وکٹوریہ سے منسوب کردیا ۔

کی مدح میں لکھا ہے ، ساٹھ شعر ہیں - چھ صفحے یعنی تین ورق پر چھپ کر 'دستنبو' سے پہلے شیرازہ میں شامل کر دیے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہو جائے گی - کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہوں - یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیو نرائن صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدے کو مقبول کریں گے - اور جب باتفاق تم چاروں صاحب پسند کرو گے ، تو گویا باجلاس کونسل اس قانون کا اجراء منظور ہو جائے گا - اور امیدوار ہوں کہ اجرائے قانون سے پہلے مجھ کو منظوری کی اطلاع ہو جائے تاکہ مسودہ اس قصیدہ کا بھیج دوں - مہتمم مطبع کو اگر کچھ تامل ہو تو ہو ، ورنہ بات آسان ہے -

منشی عبداللطیف کو دعا کہنا اور ان کے عذر کے مقبول ہونے کی ان کو اطلاع دینا - بیگم کو دعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو - یہاں[1] باقر علی اور حسین علی تم کو بندگی اور اپنے بھائی بہنوں کو علیٰ قدر مراتب بندگی ، سلام ، دعا کہتے ہیں -

ہاں حضرت ! اب ایک امر مختصر کے واسطے جداگانہ[2] خط مرزا تفتہ کو کیا لکھوں - میری طرف سے دعا کہہ کر ان کو کہیے گا کہ اخبار گذشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع "آفتاب عالم تاب" حکیم صاحب کو پہنچ گئے - کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور ان کے خط کا جواب روانہ کریں گے - آپ چتر بھوج سہائے سے کہہ دیجیے گا اور تاکید کر دیجیے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں -

---

۱- اردوے معلیٰ : "میاں باقر علی" - نادرات غالب : "یہاں باقر علی" -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۷۲ -

بھائی ! مجھ کو اس مصیبت میں کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ میں مراسلت گویا مکالمت ہو گئی ہے ، روز باتیں کرتے ہیں ۔ اللہ اللہ ، یہ دن بھی یاد رہیں گے ۔ خط سے خط لکھے گئے ہیں ؟ مجھ کو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گذرتے ہیں ۔ اگر خط نہ لکھوں گا تو لفافے بناؤں گا ۔ غنیمت ہے کہ محصول آدھ آنہ ہے ورنہ باتیں کرنے کا مزا معلوم ہوتا ۔

چار شنبہ[1] ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع

جو باتیں جواب طلب ہیں ، ان کا جواب طلب ہے ۔

[۳۰۰] ایضاً (۲)

بھائی[2] ! میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرے پاس لکھنئو کے ایک پارسل کی رسید آ گئی ۔ دوسرا بھی یقینی پہنچ گیا ہو گا ۔ خاطر جمع رکھو ۔

جناب آرنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لے گئے ۔ سنتا ہوں کہ کلکتے جائیں گے ۔ میم صاحب اور بچوں کو ولایت بھیج کر پھر آئیں گے ۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک ان کا شکر گزار رہوں گا ۔

مرزا حاتم علی صاحب اگر آ جائیں تو ان کو میرا سلام کہنا ، مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا ۔

از غالب

مرقومہ ، دوشنبہ ، ہفدہم[3] جنوری سنہ ۱۸۵۹ عیسوی

۱- دیکھیے خط بنام مہر نمبر ۲۹۱ ۔

۲- نادرات غالب میں اسے منشی عبداللطیف کے نام درج کیا گیا ہے ۔ میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں لیکن دوسرے مآخذ میں بنام حقیر ہی ہے ۔ دیکھیے مجتبائی صفحہ ۲۸ ، مجیدی صفحہ ۲۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۳ ، مہر صفحہ ۲۶۲ ، نادرات غالب صفحہ ۹۰ ۔

۳- نادرات غالب ، ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۷۵ھ ۔

[۳۰۱] بہ نام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی نبی بخش (۱)

'صاحب !

آگے تمھارا ایک خط ، بھر بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا ، بعد[۲] اس کے کل ایک خط اور آیا ۔ ریڈ صاحب کے وہاں آنے کا حال معلوم ہوا ۔ آج ۶ دسمبر کی ہے ، ۷ کو بموجب تمھارے لکھنے کے وہ وہاں سے جانے والے ہیں ۔ اور مجھ کو معلوم ہے کہ میرٹھ آئیں گے ۔ دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خط روانہ کروں گا ، خاطر جمع رکھو ۔

وہ صاحب ، مُہر جیسا لکھیں مجھ کو اطلاع دینا ۔ رہی تمھاری مُہر ، اس کا کچھ خیال نہ کرو ۔ وہ جس طرح تم نے لکھا ہے ، بن جائے گی ۔ مگر بھائی ! سنہ ۵۸ع میں دن کے باقی رہے ہیں ۔ آج ۶ دسمبر کی ہے ۔ ۲۴، ۲۵ دن باقی ہیں ۔ سنہ ۵۹ع ، جنوری [کے[۳]] مہینے میں خدا چاہے تو کھد جائے گی ۔ تم میرے بجاے فرزند ہو ، میرے بھتیجے ہو ، جو تمھارا کام ہو ، بے تکلف کہو ۔ شرم کیا اور تکلف کیوں ؟ یہ مُہر کا کھدنا کون سا کام ہے ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۲۸ ، مجیدی صفحہ ۳۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۶۷ ، مہر صفحہ ۲۶۳ ، نادرات غالب صفحہ ۸۹ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۷۳ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ "کے" ندارد ، نادرات غالب سے اضافہ کیا گیا ہے ۔

مرزا حاتم علی صاحب ملیں تو میرا سلام کہنا اور میرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا ۔ وہ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں اور خط نہیں لکھتے ۔

غالب

۶ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع[1]

۱۔ نادرات غالب میں دو شنبہ ۲۹ ربیع الاخر ۱۲۷۵ھ بھی ہے جو تقویم کے مطابق ہے ۔

[۳۰۲] بہ نام' خواجہ غلام غوث خاں صاحب میر منشی المتخلص بہ 'بے خبر' (۱)

قبلہ[۲]! اس نامۂ مختصر نے وہ کیا جو پارۂ ابر کشتِ خشک سے کرے ۔ یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اس کی خبر پا کر بخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہوں ۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط معاً اس [پارسل[۳] اور] خط کے

۱- خان بہادر خواجہ غلام غوث خاں بے خبر ذوالقدر : مولود نیپال ۵ ، ۱۸۲۴ع مطابق ۱۲۳۰ھ، متوفی ۱۸ شوال ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۰۴ع الہ آباد ۔
۱۸۳۰ع میں لفٹنٹ گورنر صوبہ آگرہ و اودھ میں نائب میر منشی اور پھر میر منشی ہوگئے تھے - ۱۸۵۷ع میں خیر خواہی گورنمنٹ کے صلہ میں سند و خلعت ملا - ۱۸۸۵ع میں پنشن ملی- بنارس ، آگرہ اور پھر الہ آباد میں قیام رہا اور آخر الذکر شہر میں محو خواب ہوے ۔ اپنے زمانے میں فارسی کے مشہور شاعر تھے- چنانچہ تذکرۂ نادر و شمع انجمن وغیرہ میں ان کے کچھ فارسی اشعار موجود ہیں ، نظم و نثر کی تین کتابیں بھی چھپ چکی ہیں ۔ شہیدی کا دیوان اور غالب کی عود ہندی آپ نے ترتیب دی تھی- (حاشیہ عود ہندی صفحہ ۲ ، خم خانۂ جاوید جلد ۱ صفحہ ۶۴۷ ، مشاہیر کشمیر صفحہ ۵۱) ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۲۹ ، مجیدی صفحہ ۲۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۶۷، مہر صفحہ ۳۲۲ ، عود ہندی صفحہ ۳۰۷-

۳- یہ فقرہ عود ہندی سے لیا گیا ہے—۲۸ نومبر کو دو خط اور دو پارسل بھیجے تھے، خط نمبر ۳۰۵ ۔

ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہرگونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے۔ کس واسطے کہ اُس خط میں حاکمِ اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ، ڈاک ایک ، دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہنچے ہوں گے۔ مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانوں گا جب تک کہ حضرت اس سر رشتہ سے معلوم کرکے نہ لکھیں گے۔ اب آپ جانیے اور یہ[1] دلِ سودا زدہ۔ میں اس کی سفارش کرنے والا اور اس کے مدعا کا گذارش کرنے والا کون ؟ ہاں ، اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں ؟ میری جگر کاوی کی قدر دانی ہوئی یا نہیں ؟ پیش گہِ حکام سے موافق دستور قدیم کے خط کا امیدوار رہوں یا نہیں ؟ اپنے حسن طبع کا شکر گزار رہوں یا نہیں ؟ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجیے گا مجھ کو جلا لیجیے گا۔ [1]وہارو[2] کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیج دیا گیا۔

[دسمبر[3] ۱۸۵۸ع]

[۳۰۳] ایضاً (۲)

قبلہ[4] ! کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے ، وہ کیا کھاتا پیتا ہے اور کیوں کر جیتا ہے ؟

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۷ ۔

۲۔ اس کا ذکر ۳ جنوری ۱۸۵۹ع کے مکتوب میں آتا ہے۔

۳۔ ظاہرا یہ خط دستنبو کے سلسلے میں لکھا گیا ہے۔ کیوں کہ دستنبو گورنر آگرہ و اودھ کے ذریعے ولایت بھیجی گئی تھی۔ اور یہ قصہ دسمبر ۱۸۵۸ع کا ہے۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۰۴ ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۲۲۰ ، مجیدی صفحہ ۲۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۵ ، رام نرائن ۲۶۸ ، مہر صفحہ ۳۲۴ ، عود ہندی صفحہ ۳۰۳ ۔

پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند ، اور میں سادہ دل فتوح جدید کا
آرزو مند ۔ اس پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے ۔ سو اُن کا
یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں ، نہ جواب ، نہ مہربانی
کرتے ہیں ، نہ عتاب ۔ خیر ، اُس سے قطع نظر کی ، اب سنیے اِدھر کی :
۱۸۵۶ع سے بہ موجب[1] تحریر وزیر عطیہ شاہی کا امید وار ہوں ۔ تقاضا
کرتے ہوئے شرماؤں ، اگر گنہگار ہوں ۔ گنہگار ٹھہرتا تو گولی یا پھانسی
سے مرتا ۔ اس بات پر کہ میں بےگناہ ہوں ، مقید اور مقتول نہ ہونے
سے آپ اپنا گواہ ہوں ۔ پیش گاہ گورنمنٹ کلکتہ میں جب کوئی کاغذ
بھجوایا ہے ، بقلم چیف سکرٹر بہادر اس کا جواب پایا ہے ۔ اب کی بار
دو کتابیں بھیجیں ۔ ایک پیش کش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے ۔
نہ اُس کے قبول کی اطلاع ، نہ اُس کے ارسال سے آگاہی ہے ۔ جناب
ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نہ فرمائی ، اُن کی بھی کوئی
تحریر مجھ کو نہ آئی ۔ یہ سب ایک طرف ، اب خبریں[2] ہیں مختلف :
کہتے ہیں کہ چیف سیکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے ، یہ کوئی نہیں
کہتا کہ اُن کی جگہ کون سے صاحب عالی شان چیف سیکرٹر ہوے ۔
مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف
لے گئے ۔ یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سیکرٹری کا کام
کس کو دے گئے ؟ آپ کا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں ؟
ہاں از روئے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اسی منصب اور اسی دفتر میں
شاد و شادماں ہیں ۔ جو اب لفٹنٹی کے سیکرٹر ہوئے ہوں گے ، اُن سے
علاقہ رہتا ہو گا ؟ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا ؟
لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمہ الہ آباد آ گئے یا

۱۔ خط نمبر ۳۱۴ میں آ رہا ہے کہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ع کو ایان ارا
نے لکھا کہ خطاب و خلعت کی تجویز زیر غور ہے ۔
۲۔ اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۷۵ ۔

آئیں گے ؟ بہرحال آپ اب کیوں آگرہ کو جائیں گے؟ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے، کہ ۲۰ جنوری کو گئے، کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے۔ میں تو ادھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا۔ مگر یہ چاہتا ہوں کہ حقیقت واقعی پر کما ہو حقہ اطلاع حاصل ہو تاکہ تسلیِ خاطر اور تسکینِ دل ہو۔

اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجیے گا، تو گویا مجھ کو مول لے لیجیے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

[۳۰[1] - جنوری ۱۸۵۹ع]

[۳۰۴] ایضاً (۳)

جناب[2] عالی!

آج دو شنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ع کی ہے۔ پہر دن چڑھا ہو گا کہ ابر گھر رہا ہے، ترشح ہو رہا ہے، ہوا سرد چل رہی ہے، پینے کو کچھ میسر نہیں، ناچار روٹی کھائی ہے[3] [بیت]

افق ہا پر از ابر بہمن مہی
سفالینہ جام من از مے تہی

۱- خط نمبر ۳۱۴ میں لکھتے ہیں: ''جو سوالات میں نے ۳۰ جنوری کو کیے ان کے جواب تم نے ۲۷ کو لکھ کر بھیج دیے۔''

۲- مجتبائی صفحہ ۲۳۱، مجیدی صفحہ ۲۶۲، مبارک علی صفحہ ۲۰۶، رام نرائن صفحہ ۲۶۹، مہر صفحہ ۳۲۳، عود ہندی صفحہ ۳۱۰، دوشنبہ ۳ جنرری مطابق ۲۷ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ۔

۳- عود ہندی ''بیت''۔

غم زدہ و درد مند بیٹھا تھا ، کہ ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط لایا ۔ سرنامے کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہے ، بہت[1] خوش ہوا ۔ خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصول مدعا کے ذکر[2] (پر) حاوی نہ تھا ، افسردگی حاصل ہوئی : [بیت]

ما خانہ رسیدگان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں ، با آں کہ خط جواب طلب نہ تھا ، جواب لکھنے لگا ۔

پہلے تو یہ سنیے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا ۔ مگر وہ دو بار مجھ کو لکھ چکا ہے کہ میں جواب اس کا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں ، جواب الجواب کا منتظر ہوں ۔ آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے ، پس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہو گی کہ بہ اُمید مرگ جیتا ہوں ، اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں ۔ دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ، ہر طرح گذر جائے گی ۔ جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئے گی کہ یہ کیا بکتا ہے ، مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے ۔ چاہیے الہام سمجھیے ، چاہیے اوہام سمجھیے ، بیس برس سے یہ قطعہ لکھ رکھا ہے : قطعہ

من کہ باشم کہ جاوداں باشم
چوں نظیری نماند و طالب مرد
ور بگویند در کدامی سال
مرد غالب ، بگو کہ غالب مرد

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۷۶ -
۲- اردوے معلیٰ ۔ ''ذکر کے حاوی نہ تھا'' عود ہندی : ''ذکر کی جاوے تنہا'' تصحیح از اردوے معلیٰ طبع مجتبائی ۔

اب بارہ سو چھہتر ہیں اور 'غالب مرد' کے بارہ سو ستتر[1] ہیں ۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچنی ہو پہنچ لے، ورنہ ہم پھر کہاں ۔

[۲۰۵] ایضاً (۴)

پیر و مرشد[2]!

یہ[3] خط ہے یا کرامت ہے! صاف صفائے ضمیر و کشف حجب کی علامت ہے۔ مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامن گیر ۔ اگر یہ خط کل نہ آ جاتا تو آج خط کیوں کر لکھا جاتا ؟ سبحان اللہ جس دن یہاں مجھ کو وہ مطلب خطیر در پیش آیا ہے ، اسی دن آپ نے وہاں خط لکھنے کو قلم اٹھایا ہے ۔ آپ کو عارف کامل کیوں کر نہ کہوں ، اور کیا کہوں ، ولی اگر نہ کہوں ۔ مدعا بیان کرتا ہوں ، مگر یہ[4] گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائے گا کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائے گا ۔ یعنی یکشنبہ ۲۸ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ، ایک میں دستنبو کا ایک مجلد اور ایک میں تین معاً بسبیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں ۔ خطوں کا چوتھے پانچویں دن ، پارسلوں کا چھٹے[5] ساتویں دن پہنچنا خیال کرتا ہوں ۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامے پر پارسلوں

۱- اردوے معلیٰ ''بارہ ستتر'' تصحیح از عود ہندی ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۳۲ ، مجیدی صفحہ ۲۶۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۷۰ ، مہر صفحہ ۲۷۶ ، عود ہندی صفحہ ۳۰۵ ۔

۳- عود ہندی : ''یہ خط ہے یا کرامت ہے ، صاف صفائے ضمیر و کسف حجب کی علامت ہے ۔'' اردوے معلیٰ : ''یہ خط ہے یا کرامت ہے ، صاف صفائے ضمیر و کشف حجت کی علامت ہے ۔''

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۷۷ ۔

۵- عود ہندی طبع اول : ''چھٹویں ساتویں دن'' ۔

کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرٹر بہادر اول کا نام نامی ہے اور ایک کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر بہادر دوم کا اسم سامی ہے۔ آج پانچواں دن ہے، خط اگر دونوں پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے۔ بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں۔ جواب امر آخری[1] دفتر میں اس کا پتا آج تک نہیں۔ اب کار پردازان ڈاک ڈاکو نہ بن جائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو بہ احتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت[2] کی گنجایش تو آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائیں گے، ابھی تو آپ سے مجھ کو اُن کے نہ پہنچنے کا سوال ہے، کس واسطے کہ جب تک آپ مجھ کو اطلاع نہ دیں گے، ان کے نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے۔ بہ ہر حال، یہ نیاز نامہ جس دن پہنچے، اس کے دوسرے دن جواب لکھیے۔ جیسا میں نے جلد لکھا، ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیے۔ آپ کے عنایت نامے میں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی روانگی کا خط جب آئے گا، لوہارو کو بھیج دیا جائے گا۔ جناب منشی نواب جان صاحب[3] اور جناب منشی اظہار حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو اُن دو صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچانے میں نہ توقف ہو: [ع]

تم سلامت رہو قیامت تک

[پنجشنبہ[4] ۲ دسمبر ۱۸۵۸ع]

۱- عود ہندی "آخر ہے۔"

۲- توجہ کرنے اور کام انجام دینے کی گنجائش۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۷۸۔

۴- غالب نے ۲۸ نومبر روز یک شنبہ سے حساب لگایا تو خط لکھنے والے دن کہا "آج پانچواں دن ہے۔"

[۳۰۶] ایضاً (۵)

مولانا[1] بندگی !

آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار، نہ ریل ، نہ ڈاک ، توسنِ ہمت پر سوار چل دیا ہوں ۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا ، مگر یہ نہیں جانتا کہ کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا ۔ اتنا بے خود ہوں کہ جب تک تم اطلاع نہ دو گے، میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا ۔

آپ کا پہلا خط رام پور سے دلی آیا ، میں راہ میں تھا ، پھر دلی سے خط رام پور پہنچا ، میں وہاں بھی نہ تھا ، خط دلی روانہ ہوا ۔ اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا ۔ اس حال میں کہ میں بیمار تھا ، معہذا جاڑے کی شدت ، مہاوٹ کا مینہ ، دھوپ کا پتا نہیں، پردے چھٹے ہوئے ، نشیمن تاریک ۔ آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی ، دھوپ میں بیٹھا ہوں ۔ خط لکھ رہا ہوں ۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں ۔ اس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضمحل کر دیا ۔ جانتا تھا کہ خواجہ[2] صاحب مغفور تمھارے ماموں ہیں، مگر ان کے اور تمھارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمھاری تحریر سے اب معلوم ہوئے ، میرے دل نشیں نہ تھے ۔ ایسے محب کا فراق اور پھر بہ قید دوام کیوں کر جاں گزا نہ ہوا ۔ حق تعالیٰ ان کو بخشے اور تم کو صبر دے ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۳۳ ، مجیدی صفحہ ۲۶۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۸ ، رام نرائن صفحہ ۲۷۲ ، مہر صفحہ ۳۳۶ ۔ عود ہندی صفحہ ۳۳۶۔

۲۔ خواجہ صدر الدین ، منشی غلام غوث خاں کے منجھلے ماموں نے رحلت کی ہے اور غالب تعزیت ادا کر رہے ہیں ۔ دیکھیے حواشی عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۴۳۳ ۔

حضرت ! میں بھی اب چراغ سحری ہوں ۔ رجب ۱۲۸۲ھ[1] حال کی آٹھویں تاریخ سے اکہتروان سال شروع ہوگیا ۔ طاقت سلب ، حواس مفقود ، امراض مستولی، بقول نظامی : مصرع

یکے مردہ شخصم بمردی رواں

آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر میرا خاص تراش آ گیا ، مہینہ بھر سے حجامت نہیں بنوائی ۔ خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور[2] خط بنواتا ہوں ۔

[۱۲[3] جنوری ۱۸۶۶ع]

[۳۰۷] ایضاً (۶)

قبلہ[4] ! پیری و صد عیب ۔ ساتویں دہا کے کے مہینے گن رہا ہوں ۔ قولنج آگے دوری تھا ، اب دائمی ہو گیا ہے ۔ مہینہ بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمع دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشاء حیات ہے ۔ غذا کم ہوتے ہوتے اگر معدوم نہ کہو تو بہ منزلۂ مفقود کہو ، پھر گرمی نے مار ڈالا ۔ ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں آٹھ کا ہندسہ کچھ مٹا مٹا سا ہے ، بعد کے نسخوں میں اسے سات بنا دیا گیا جو غلط ہے ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۷۹ ۔ حجام کا ذکر میر مہدی مجروح کے خط نمبر ۱۹۳ میں دیکھیے ۔

۳۔ غالب ، رام پور سے ۸ جنوری کو دلی واپس پہنچے ۔ یہ خط دوسرے تیسرے دن لکھا ہے ۔ اس خط کے جواب میں بے خبر نے ایک بہت دل‌چسپ خط لکھا ہے ۔ دیکھیے عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۴۳۸ ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۲۳۳ ، مجیدی صفحہ ۲۶۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۸ ، رام نرائن صفحہ ۲۷۳ ، مہر صفحہ ۲۷۹ ، عود ہندی صفحہ ۴۳۵ ۔

جس کی شدت سے بھنا جاتا ہوں ۔ اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہوں، مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں ۔

میرے ایک رشتے کے بھتیجے نے 'بوستان خیال' کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے ، میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے ۔ ایک[1] دو ورقہ اس کا نہ بہ صورت پارسل بلکہ بہیئت خط بھیجتا ہوں ۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے ، سو نقل کر لیجیے۔ میرا مدعا اس دو ورقہ کے ارسال سے یہ ہے کہ اگر آپ کے پسند آوے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے ۔

[۱۸۶۵ع[2]]

[۳۰۸] ایضاً (۷)

بندۂ[3] گنہ گار شرم سار عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا

۱- بوستان خیال کی جلد اول کا ترجمہ بدر الدین خاں نے کیا جو ۱۲۷۵ھ سے ۱۲۸۲ھ تک چھپتا رہا ۔ مرزا صاحب نے اس پر تقریظ لکھی تھی جو عود ہندی میں چھپنے کے لیے بے خبر کو بھیج رہے ہیں ۔ بے خبر نے عود ہندی میں اسے شریک اشاعت کیا ۔ دیکھیے عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۳۳۸ ۔ نیز اس جملے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کتاب کی پہلی قسط ۱۸۶۵ع میں چھپی اور اس وقت تک عود ہندی کی ترتیب جاری تھی ۔

۲- ''ساتویں دہاکے کے مہینے گن رہا ہوں'' یعنی ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ع ختم ہو رہا ہے ۔ اگر یہ مطلب صحیح ہے تو یہ خط شاید آخر سال یعنی شوال کے بعد اور محرم ۱۲۸۲ھ - ۲۷ مئی ۱۸۶۵ع سے پہلے کا ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۳۳ ، مجیدی صفحہ ۲۶۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۸، رام نرائن صفحہ ۲۷۳، مہر صفحہ ۳۳۷، عود ہندی صفحہ ۳۳۲-

آٹھا ہوا گیارہ مجھے اپنے گھر پر مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہوں [شعر]

باید کہ کنم ہزار نفرین برخویش
اما بہ زبان جادۂ راہ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بہ قدر قرب و قرابت آپ کو ، اور بہ اندازۂ مہر و محبت مجھ کو ۔ وہ مغفور میرا قدر دان اور مجھ پر مہرباں تھا ، حق تعالیٰ اس کو اعلیٰ علیین میں بہ سبیل دوام قیام دے ۔

رام پور ہی میں تھا کہ 'اودھ اخبار' میں حضرت کی غزل[1]

۱- بے خبر نے عود ہندی طبع اول صفحہ ۱۷۵ پر اس خط کے بعد پوری غزل نقل کر دی ہے :

چشم کہ باز شد ز خواب ؟ فتنہ ازو بہ چار سو ست
پردہ ز رخ کہ برکشاد ؟ مہر ز شرم زرد روست
رخت خرد بہ آب رفت ، عارض شرمگیں کہ شست ؟
غرقۂ آب حیرت ست ، آئینہ با کہ روبروست
جامہ کہ کرد زیب تن صبح درید پیرہن
بند قبا کہ بستہ است ، نکہت گل بہ بند اوست
غازہ بہ رخ کہ برکشید ، رنگ بروے گل شکست
ابرو کیست وسمہ تاب ؟ گردن خلق تیغ جو ست
دست کہ در حنا گرفت ، لالۂ تر بخوں نشست
چشم کہ مست سرمہ گشت ، ناطقہ سرمہ در گلوست
جام صبوحی کہ زد ، شیشہ بسجدہ می رود
مے ز لب کہ کام یافت ، جوش نشاط در سبوست
چہرہ ز مے کہ برفروخت ، نشۂ شوق شد بلند
زلف کہ بوئے برفشاند ، اوج نسیم مشک‌بوست
تیغ نگہ کہ آب داد ، گشتہ فگار سینہ‌ہا
نوک مژہ کہ تیز کرد ، دامن زخم بے رفوست

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۲ پر)

نظر فروز ہوئی ، کیا کہنا ، ابداع اس کو کہتے ہیں ! جدت طرز اس کا نام ہے ! جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران کے خیال میں نہ گزرا' تھا وہ تم بروے کار لائے ۔ خدا تم کو سلامت رکھے ۔ اور میرے اور دکھنی ، جامع 'قاطع برہان' کے جھگڑے میں بہ خلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انصاف عطا کرے ۔

لو ، اب اس خط کا جواب جلد بھیجو ، تا یہ طریقہ مسلسل ہو جائے ۔

[۱۰[2] - جنوری ۱۸۶۶ع]

[۳۰۹] ایضا (۸)

قبلہ[3] ! آپ کا خط پہلا آیا اور میں اس کا جواب لکھنا بھول گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۱ گزشتہ)

غنچہ ز خندہ لب بلب ، رنگ تبسم کہ دید
در گہر آبرو نماند ، لعل کہ گرم گفتگوست
طرف کلہ کہ بر شکست ، شیشۂ دل شکستہ شد
قامت خود کہ راست کرد ، نخل مراد درنموست
موے کمر کہ تاب داد ، رشتۂ جاں ز ہم گسیخت
دامن ناز را کہ ہشت ، خاک زمیں بہ آبروست
بر سر زین کہ برنشست ، رفتہ ز کف عنان صبر
سوے چمن کہ میرود ، باد صبا برفت و روست
بخت کجاست بے خبر ، تا برکاب او روم
بر سر رہ نشستہ ام ، نیم نگاہم آرزوست

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸۰ ۔

۲- غالب نے خود لکھا ہے کہ پرسوں دہلی پہنچا ، یعنی ۸ کو ، لہٰذا روز مکتوب ۱۰ جنوری ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۳۴ ، مجیدی صفحہ ۲۶۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۷۴ ، مہر صفحہ ۳۳۲ ، عود ہندی صفحہ ۴۲۳۔

کہ دوسرا خط آیا ، مگر شام کو اسی وقت پڑھ لیا ، آدمی کے حوالے کیا۔ اس نے آج صبح دم مجھ کو دیا ، میں جواب لکھ رہا ہوں۔ بعد اختتامِ تحریرِ معنون کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ والی رام پور کو خدا سلامت رکھے ، اپریل ، مئی ان دونوں مہینوں کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا ، جون ماہ گزشتہ[1] کا روپیہ خدا چاہے تو آ جائے۔

آج جمعہ ۷ جولائی ہے ، معمول یہ ہے کہ دسویں بارھویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ میں نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا ، اُس کا جواب آ گیا۔ اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا ، دل اس فن سے نفور ہے۔ دو ایک دوستوں کے پاس اُس کی نقل ہے۔ اُن کو اس وقت کہلا بھیجا ہے۔ اگر آج وہ آ گیا کل ، اور اگر کل آیا ، پرسوں بھیج دوں گا۔

بھائی امین الدین خاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے۔ علاؤ الدین[2] خاں نے اس کی نقل اُن کو بھیج دی ، میں دیوان پر نہیں چڑھاتا ، مسودہ بھیجتا[3] ہوں ، تقدیم و تاخیر

۱- اردوے معلیٰ اور خطوط غالب ، مہر ''ماہ آیندہ''۔ ظاہر ہے عود ہندی کا متن ''ماہ گزشتہ'' صحیح ہے۔

۲- مرزا غالب کا املا یہی ہے۔

۳- عود ہندی میں قصیدہ و غزل خط کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ قصیدہ ہے:

تجلّی کہ ز موسیٰ ربود ہوش بہ طور
بہ شکلِ کلب علی خاں دگر نمود ظہور

اور غزل ہے:

ہم انا اللہ خوان ، درختی را بہ گفتار آورد
ہم اناالحق گوے ، مردے را سردار آورد

دیکھیے عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۲۴۴ ؛ اور کلیات غالب فارسی طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد دوم و سوم۔

ہندسوں کے مطابق ملحوظ رہے ۔

گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں ، معہذا امراض جسانی و آلام روحانی ۔

[[1]جمعہ ، ۷ جولائی ۱۸۶۵ع]

[۳۱۰] ایضاً (۹)

در[2] نومیدی بسی امیدست
پایان شب سیہ ، سپیدست[3]

قبلہ ! آج آپ کی خوشی اور خوش نودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہوں ۔

توطیہ[4] : سنہ ۱۸۶۰ع میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار

۱۔ تاریخ اور دن خط سے ، سنہ جنتری سے لیا گیا ہے ۔
۳۔ عود ہندی میں دونوں مصرعوں کی ترتیب الٹی ہے ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۳۵ ، مجیدی صفحہ ۲۶۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۷۵ ، مہر صفحہ ۳۲۸ ، عود ہندی صفحہ ۳۴۵ ۔
۴۔ توطیہ : تمہید ــ غالب کو کچھ اشتباہ ہو گیا ہے ۔ میرٹھ دربار کی تاریخ دسمبر ۱۸۵۹ع اور میر منشی سے ملاقات ۲۷ دسمبر ۱۸۵۹ع ہے ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۵۸ ۔ یہاں لارڈ صاحب سے مراد کیننگ گورنر جنرل ہے ۔ قصیدہ مدحیہ کا مطلع ہے :

ز سال نو دگر آبی بہ روی کار آمد
ہزار و ہشتصد و شست در شمار آمد

تیسرا شعر تاریخ معین کرتا ہے :

بداں کہ خود سوم دی مہست چوں بینی
کہ روزہای دسمبر بہ بست و چار آمد

دیکھیے کلیات غالب طبع مجلس ترقی ادب جلد ۲ صفحہ ۲۸۹ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۱۱ ۔

کیا ۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی[1]، اہالی دہلی کو ساتھ لے گئے ، میں نے کہا میں بھی چلوں ؟ فرمایا کہ نہیں ! جب لشکر میرٹھ سے دلی آیا ، میں موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم میں گیا ۔ میر منشی صاحب سے ملا ، ان کے خیمے میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا ۔ جواب آیا کہ "تم غدر کے دنوں میں بادشاہ باغی کی خوشامد[2] کیا کرتے تھے ، اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں ۔" میں گدائے مبرم ، اس حکم پر ممنوع نہ ہوا ، جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے ، میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا ۔ مع اس حکم کے واپس آیا کہ اب یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو ۔ میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۱ ۔ نسخۂ مبارک علی و خطوط غالب مہر "صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ" متن مطابق اردوے معلیٰ و عود ہندی ۔

۲۔ غالب کے بارے میں غدر کے متعلق ایک تو خبر تھی کہ انھوں نے بادشاہ کا سکہ کہا تھا ، دوسرے یہ کہ بادشاہ باغی کی خوشامد کی تھی ۔ اب تک جو دستاویزات اس سلسلے میں چھپے ہیں ، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سکہ تو مولوی ظہورعلی ظہور نے لکھا تھا ، اور خوشامد کا معاملہ صرف اتنا ہے کہ "پنج شنبہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۷ع کو بادشاہ کے یہاں جو امراء و خوانین حاضر ہوئے ان میں احترام الدولہ ، صمصام الدولہ بہادر ، معین الدولہ بہادر ، شمس الدولہ ، بخشی نجف خاں سرفراز الدولہ کپتان دلدار علی خاں ، نجم الدولہ ، محمد اسد اللہ خاں بہادر ، نواب امین الدین خاں بہادر، راجہ بہادر سنگھ، میر عدل بہادر تھے"۔ (عتیق صدیقی: اٹھارہ سو ستاون کے اخبار اور دستاویزیں، صفحہ ۶۷ مکتبہ شاہ راہ دہلی ۱۹۶۶ع) ۔

واقعہ: اواخر ماہ[1] گزشتہ یعنی فروری ۱۸۶۳ع میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے۔ اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے۔ میں تو بیگانہ محض اور مطرودِ حکام تھا، جگہ سے نہ ہلا، کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا، ہر ایک کام‌گار ہوا۔ شنبہ ۸ فروری کو آزادانہ منشی من[2] پھول سنگھ صاحب کے خیمے میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر پاس بھیجا، بلا لیا۔ مہربان پا کر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی، وہ بھی حاصل ہوئی۔ دو حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نہ تھیں۔ **جملۂ معترضہ:** میرمنشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا، وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا۔ جب حکام بمجرد استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میر منشی کی طرف سے حسن طلب بایمائے حکام ہوگا۔ وللرحمٰن الطاف خفیہ۔

بقیہ روداد یہ ہے کہ دو شنبہ دوم مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار[3] حسین خاں بہادر کے پاس گیا۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ "تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے۔" متحیرانہ میں نے

۱۔ عود ہندی ''اواخر ماہ گزشتہ'' اردوے معلی کے غلط نامہ میں تصحیح کی گئی۔

۲۔ من پھول دلی کے رہنے والے تھے، گورنر پنجاب کے میر منشی، پھر اکسٹرا کمشنر پنجاب کے عہدے پر فائز رہے۔ ترکستان اور وسط ایشیا میں سیاسی دورہ بھی کیا تھا۔ ۱۸۷۶ع اور ۱۸۷۷ع کے دربار شہنشاہی کے موقع پر پنڈت جی کو سی-آئی-ای کے علاوہ ''دیوان'' کا خطاب بھی ملا تھا۔ (انیسویں صدی میں وسط ایشیاء کی سیاحت، صفحہ ۳۱، ۳۲)۔

۳۔ اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۲۸۲۔

پوچھا کہ "حضرت کیوں کر ؟ حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آ کر تمھارے علاقے کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ "اسد اللہ خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار رہے" ۔ میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا؟ فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں ، بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں ۔ میں نے کہا سبحان اللہ : [شعر]

کار ساز ما بہ فکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

سہ شنبہ ۳[1] مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلایا ، خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے ۔ انبالہ جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے ۔ عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے، خلعت پایا ۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا ، نہال ہو گیا ۔ اب انبالہ کہاں جاؤں ۔ جیتا رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا : [شعر][2]

کار دنیا کسے تمام نکرد
ہرچہ گیرید مختصر گیرید

[۵ مارچ [3] ۱۸۶۳ع]

۱۔ بعض نسخوں میں ۲۳ مارچ ہے جو غلط ہے ۔
۲۔ دونوں شعروں سے پہلے حسب دستور ساٹھ کی رقم اردو میں درج ہے ۔ میں نے لفظ "شعر" عود ہندی سے نقل کیا ہے ۔
۳۔ غالب نے انھی تاریخوں میں متعدد احباب کو یہ اطلاع دی ہے ۔ دیکھیے خط بنام تفتہ ، مہیش صفحہ ۸۷ قدر بلگرامی ، مہیش صفحہ ۱۹۴ ، مکاتیب غالب صفحہ ۲۴ ۔ نیز حاشیہ عود ہندی صفحہ ۳۴۸ ۔

[۳۱۱ ایضاً (۱۰)

حضور![1] پہلے خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا۔ یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے۔ اب رگ قلم کی خوں نابہ فشانی دیکھو۔

گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تین بقیہ السیف[2] تھے، ان کو حکم دیا، اور دربار عام میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہ تھا، یا چند مہاجن۔ مجھ کو حکم نہ پہنچا۔ جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب نہیں ہو سکتا۔ جب یہ سر زمین[3] مخیم خیام گورنری ہوئی، میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا۔ مولوی اظہار حسین خاں صاحب بہادر سے ملا۔ چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی۔ جواب آیا کہ "فرصت نہیں" میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں، دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے، اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اس دن چلا آیا، دوسرے دن میں نے انگریزی خط ان کے نام کا لکھ کر ان کو بھیجا، مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص مظنۂ محض ہے۔ امیدوار ہوں کہ اس کی تحقیقات ہو، تاکہ میری صفائی اور بے گناہی ثابت ہو۔ یہاں کے مقامات پر جواب نہ ہوا۔ اب ماہ گزشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۳۶، مجیدی صفحہ ۲۶۷، مبارک علی صفحہ ۲۱۱، رام نرائن صفحہ ۲۷۶، مہر صفحہ ۳۲۷، عود ہندی صفحہ ۳۴۳۔

۲۔ وہ تین آدمی یہ ہیں: نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، صدر الدین خان آزردہ اور غالب۔ دیکھیے خط بنام مجروح۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۸۳۔

فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے ۔ پس یہ مقدمہ طے ہوا دربار و خلعت موقوف ، پنشن مسدود ، وجہ نا[1] معلوم ۔ لا موجود الا اللہ و لا مؤثر فی الوجود الا اللہ ۔

۱۸۵۵ع[2] میں نواب یوسف علی خاں بہادر والی رام پور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں ، اس سال یعنی ۱۸۵۵ع میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم ان کو تخلص دیا گیا ۔ بیس پچیس غزلیں آردو کی بھیجتے ہیں[3] ، اصلاح دے کر بھیج دیتا ، گاہ گاہ کچھ روپیہ آدھر سے آتا رہتا ۔ قلعہ کی تنخواہ جاری ، انگریزی پنشن[4] کھلا ہوا، ان کے عطایا فتوح گنے جاتے تھے ، جب وہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار آن کے عطیہ پر رہا۔بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے [اور][5] میں عذر کرتا تھا ۔ جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ع میں گورنمنٹ سے

۱۔ عود ہندی : ''لامعلوم''۔
۲۔ عرشی صاحب سرکاری کاغذات کی بنا پر ، شاگردی کا سلسلہ ۵ فروری ۱۸۵۷ع اور عطیہ تخلص ۱۵ فروری کو بتاتے ہیں ۔ ہاں ۱۸۵۵ع میں ایک قطعہ تاریخ جلوس ربط شاہ و گدا پر لکھا تھا ۔ (مکاتیب غالب طبع ششم صفحہ ۷۸) یہ ممکن ہے کہ نواب یوسف علی خاں نے زمانہ قیام دہلی میں مرزا صاحب سے فارسی پڑھی ہو ۔
۳۔ عود ہندی : ''غزلیں اردو کی بھیجی'' ۔
۴۔ عود ہندی ''پنسن کھلی ہوئی ۔'' منشی غلام غوث نے غالب کو لکھا تھا کہ آپ پنشن کو کبھی مذکر لکھتے ہیں کبھی مؤنث ، صحیح کیا ہے ۔
۵۔ اردوے معلیٰ میں 'اور' نہیں ہے ۔ عود ہندی سے اضافہ کیا گیا ۔ عود ہندی میں ''اوپر لکھ آیا ، تو'' یعنی ''ہوں'' موجود نہیں ہے ۔

وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہوں ، تو میں آخر جنوری میں[1] رام پور گیا - چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا ، یہاں آپ کا خط محررۂ ۸ مارچ پایا - [2]جواب بھیجا جاتا ہے -

[۱۲ -؟[3] مارچ ۱۸٦۰ع]

[۳۱۲] ایضاً (۱۱)

قبلہ[4] ! میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کے کون سی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے - مولوی[5] صاحب سے میری ایک ملاقات ــ جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اترے ــ ہوئی تھی - شرفا میں تعارف بنائے محبت اور مودت ہے ، چہ جائے آنکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو - روز ملاقات سے اس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں ، کوئی ایسا امر کہ باعث ناخوشی کا ہو ، درمیان نہیں آیا - اور میرے اس قول کی اس راہ سے کہ مولوی صاحب آپ کے ہم نشین و

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸۳ -
۲- عود ہندی : ''استفتیٰ کا جواب بھیجا جاتا ہے -''
۳- شاید بارہ سے کچھ پہلے یا بعد کو لکھا ہو - قیاس یہی ہے کہ فراغت سے بیٹھنے ہی تیسرے چوتھے دن جواب لکھا ہے - نیز دیکھیے خط نمبر ۳۱۰ -
۴- مجتبائی صفحہ ۲۳۷ ، مجیدی صفحہ ۲٦۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۲ ، رام نرائن صفحہ ۲۷۸ ، مہر صفحہ ۳۳۷ ، عود ہندی صفحہ ۳۲۷-
۵- غلام امام شہید : امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے- ۲ اکتوبر ۱۸۷٦ع کو بچھتر برس کی عمر میں فوت ہوے - (اردو کا ایک نایاب روزنامچہ، صفحہ ۳۱) بے خبر سے بڑی دوستی تھی- ''انشائے بہار بے خزاں'' پر خواجہ صاحب کی تقریظ کے علاوہ خود شہید کا دیوان بھی خواجہ غلام غوث ہی کا مرتب کردہ ہے - شہید ، قتیل کے مداح تھے -

ہم دم تھے، اور مجھ میں آپ میں پیوند ولائے روحانی متحقق ہے ۔ آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں ۔ اگر خدا نخواستہ مجھ میں آن میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے ۔

اب سنیے حال منشی حبیب اللہ[1] ذکا : میں نے آن کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں ۔ تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدر آباد سے آیا، اس میں دو غزلیں ۔ خط کا مضمون یہ کہ میں مختار الملک[2] کے دفتر میں نوکر ہوں ، آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہوں ، ان دونوں غزلوں کو اصلاح دیجیے ۔ اس امر کے فقط وہ بادی نہیں ، بریلی اور لکھنئو اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں ، میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب میرے حک و اصلاح کو مانتے ہیں ۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے ، اور ہر ایک کا پایہ اور دست گاہ فنِ[3] شعر میں معلوم ہو جاتا ہے ۔ عادات و عندیات ، عدمِ ملاقاتِ ظاہری کے سبب میں کیا جانوں ؟ آمدم بر سر مدعا : منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دے کر بھیجتا رہا ۔ بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل آن کی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں ۔ میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دے کر بھیجا ، اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبرآباد کے نہیں لکھنئو اور الہ آباد کے ہیں ۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی، اس میں سے توہین کے معنی مستنبط ہوں

۱۔ حبیب اللہ ذکا ۱۸۷۵ع میں فوت ہوئے ۔

۲۔ مختارالملک میر تراب علی خاں ، سالار جنگ اول ۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ میں انتقال کیا (قاموس المشاہیر و محبوب السلاطین صفحہ ۳۶۷) ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸۵ ۔

تو میں آن کا مستہن[1] سہی ۔ اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا ۔

[۱۸٦۴ع[2]]

[۳۱۳] ایضاً (۱۲)

قبلہ[3] ! میرا ایک شعر ہے :

خود پیشِ خود کفیلِ گرفتاریِ من ست
ہردم بہ پرسشِ دلِ مایوس مے رسد

یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے ۔ خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط 'برہان قاطع' کے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ 'قاطع برہان' لکھا ہے اور ایک مجلد اس کا آپ کو بھی بھیج دیا ہے، آپ اس کی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں ۔ اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا ۔

ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں ، باوجود فضیلت علم عربی فارسی دانی میں ان کا نظیر نہیں ۔ وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے ، مسمیٰ بہ 'محرقِ قاطعِ برہان' انھوں نے اس کی توہین اور مسود کی تفضیح میں دو جزو کا ایک نسخۂ مختصر لکھا ہے ۔ اور ایک طالب علم مسمیٰ بہ عبدالکریم نے سعادت علی مؤلف 'محرق قاطع' سے سوالات کیے ہیں ۔ اور ایک مختصر[4] اس نے بہ فتوائے علماے شہر

۱۔ توہین کرنے والا ۔

۲۔ ایک تخمینہ ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۳۸ ، مجیدی صفحہ ۲٦۹، مبارک علی صفحہ ۲۱۲، رام نرائن صفحہ ۲۷۹، مہر صفحہ ۳۳۰، عود ہندی صفحہ ۳۲۳ ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸٦ ۔

مرتب کیا ہے - ایک میرے دوست نے بہ صرفِ زر اس کو چھپوایا ہے ، ایک نسخہ اس کا آج اسی خط کے ساتھ بسبیلِ پارسل ارسال کیا ہے -

اس شہر میں ایک میلا ہوتا ہے ، پھول والوں کا میلا کہلاتا ہے ، بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے - امرائے شہر سے لے کر اہل حرفہ تک قطب صاحب جاتے ہیں ، دو تین ہفتے تک وہیں رہتے ہیں- مسلمان[1] و ہنود دونوں فرقے کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں - بھائی ضیاء الدین خاں اور شہاب الدین خاں اور میرے دونوں لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں - اب دیوان خانہ میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمت گر - بھائی صاحب وہاں سے آئیں گے ، تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے - بڑے پہاڑ سے اترے ، چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے ، عدم تحریر کی وجہ یہ ہے -

[اگست[2] ۱۸۶۴ع]

[۳۱۴] ایضاً (۱۳)

[3]قبلۂ حاجات !

قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے ، وہ تو ایک لطیفہ بہ سبیل دعا ہے ، مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۳۰ جنوری کو کیے ،

۱- عود ہندی میں ''مسلمین و ہنود''۔

۲- بھادوں، مطابق اگست ہے - اسی سال رسالۂ ''سوالات عبدالکریم'' شایع ہوا -

۳- مجتبائی صفحہ ۲۳۹ ، مجیدی صفحہ ۲۷۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۸۰ ، مہر صفحہ ۳۲۵ ، عود ہندی صفحہ ۲۱۲-

اُن کے جواب تم نے ۲۷ جنوری[1] لکھ کر بھیج دیے۔ کیوں نہ کہوں روشن ضمیر ہو ، اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو ۔

خلاصہ تقریر یہ کہ ۳۰[2] کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھجوایا اور ۳۱ کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمھارا خط لایا ۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے، یعنی جناب اڈمنشٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا ؟ یہ دل میں پیچ و تاب باقی رہا ۔

کتاب کے باب میں جو کچھ لکھا ہے ، واقعی یہ کہ درست اور بجا ہے ۔ جو کچھ واقع ہوا ، اُس کو مفیدِ مطلب فرض کروں ، لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیش گاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکرٹر بہادر سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال[3] ، دو مجلد پیش کیے ہیں ، ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرتِ شاہنشاہی میں بھجوائی جائے ، اچھا نذرِ گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے ، نذرِ سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے ؟ دو نسخے جو اُن دونوں صاحبوں کے پیش کش مقرر ہوئے ، اُن میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے ، رد و قبول ، نفرین و آفرین ، کچھ بھی نہیں ، قیاساً جو چاہوں سو کروں ، یقین کچھ بھی نہیں ۔

۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ع کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی

۱- دیکھیے خط نمبر مسلسل ۳۰۳ ، بنام بے خبر نمبر ۲۔ عود ہندی "۲۷" جنوری ندارد ۔

۲- عود ہندی میں فقرہ کچھ بدلا ہوا ہے "تیسویں کو آخر روز میں نے خط ڈاک میں بھجوایا" نسخہ مبارک علی میں "۳۰ جنوری"۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸۷ ۔

ڈاک میں مجھ کو آیا ہے کہ اس قصیدہ کے صلے اور جائزے کے واسطے کہ جو بتوسط لارڈ الن برا سائل نے بھجوایا ہے، خطاب اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے - جو حکم صادر ہوگا سائل کو بتوسط گورنمنٹ اس کی اطلاع دینی ضرور ہے - یہ حکم مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ع آخر جنوری ۱۸۵۷ع میں میں نے پایا - فروری، مارچ، اپریل خوشی اور توقع میں گزرے - مئی ۱۸۵۷ع میں فلک نے یہ فتنہ اُٹھایا، اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمۂ ولایت کو یاد دہی کرتا ہے[1] اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے - جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں - تحسین اور آفرین سے گذرا، نذر کے ولایت جانے کا یقین کیوں کر حاصل ہو، جہاں یہ تفرقہ اور بے التفاتی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو، جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھوں - پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں[2] فارسی لکھوں، اور دونوں صورتوں میں کیا لکھوں؟ کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دونوں معاً ایک وقت میں پہنچیں، وہ تو جواب طلب نہیں، اس کا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے -

[۳۱[3] جنوری ۱۸۵۹ع]

[۳۱۵] ایضاً (۱۴)

میں[4] سادہ دل آزردگیِ یار سے خوش ہوں
یعنی سبقِ شوق مکرر نہ ہوا تھا

۱- عود ہندی میں "ہے" ندارد - "یاد دہی کرتا اور -"

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۸۸ــ"لکھاؤں" -

۳- اس خط کے ساتھ خط نمبر ۳۰۳ کا مطالعہ یہی تاریخ متعین کرتا ہے-

۴- مجتبائی صفحہ ۱۴۲، مجیدی صفحہ ۱۷۲، مبارک علی صفحہ ۲۱۵، رام نرائن صفحہ ۲۸۱، مہر صفحہ ۳۳۱، عود ہندی صفحہ ۳۲۵ -

پیر و مرشد! خفا نہیں ہوا کرتے - یوں سنا، مجھے باور نہ آیا، یہاں تک تو میں موردِ عتاب نہیں ہو سکتا، جھگڑا استعجاب پر ہے - محلِ استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہے کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ 'قاطع برہان' کا جواب لکھ رہے ہیں - اولیا کا یہ حال ہے، وائے بر حال ہم اشقیا کے! یہ حکایت ہے شکایت نہیں - میں دنیا داری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں، لیکن فقیرِ آزاد ہوں، نہ شیاد و کیاد[۱] - ستر برس کی عمر ہے، بے مبالغہ کہتا ہوں ستر ہزار آدمی نظر سے گذرے ہوں گے - زمرۂ خواص میں سے، عوام کا شمار نہیں، دو مخلص صادق الولا دیکھے - ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ، دوسرا منشی غلام غوث سلمہ[۲] اللہ تعالیٰ - لیکن وہ مرحوم حسنِ صورت نہیں رکھتا تھا، اور خلوص اخلاص اُس کا خاص میرے ساتھ تھا - اللہ اللہ! دوسرا دوست خیر خواہ خلق، حسن و جمال چشم بد دور، کمال مہر و وفا، صدق و صفا نوراً علیٰ نور[۳] - میں آدمی نہیں ہوں، آدم شناس ہوں [شعر]

نگہم نقب ہمی زد بہ نہاں خانۂ دل
مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میدان رفتم

غایت مہر و محبت جس کے ملکہ کا تم کو مالک سمجھا ہوں، وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے[۴] بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا - ایک کو تو میں رو لیا، اب اللہ آمیں

۱- عود ہندی: ''فقیر آزاد، نہ شیاد نہ کیاد -''

۲- عود ہندی: ''سلمہ اللہ العلی العظیم -''

۳- اردوے معلیٰ مطابق متن، صحیح 'نور علی نور' -

۴- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۰۹ -

کا ایک دوست رہ گیا ۔ دعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اُس کا داغ نہ مجھے دکھائیو ۔ میں اس کے سامنے مروں ۔ میاں تمھارا عاشق صادق ہوں ۔ بھائی[1] ابھی قطب سے نہیں آئے ۔ "دافع ہذیان" کے دو مجلد اور بھیج دوں گا ۔

[اگست ۱۸۶۴ع]

۱۔ ضیاء الدین خاں مراد ہیں ، منشی صاحب سے اور نواب صاحب سے بہت اچھے مراسم تھے ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۱۳ ۔

[۳۱۶] به نام[1] نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب بہادر (۱)

جناب[2] قبلہ و کعبہ ! آپ کو دیوان کے دینے میں تامل کیوں ہے ؟ روز آپ کے مطالعہ میں نہیں رہتا ، بغیر اُس کے دیکھے آپ کو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو ، یہ بھی نہیں ۔ پھر آپ کیوں نہیں دیتے ؟ ایک جلد ، ہزار جلد بن جائے ، میرا کلام شہرت پائے ، میرا دل خوش ہو ، تمھاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں ، تمھارے بھائی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گذرے ۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہیں ؟ رہا کتاب کے تلف ہونے کا اندیشہ ؟ یہ خفقان ہے ، کتاب کیوں تلف ہو گی ؟ احیاناً اگر ایسا ہوا اور دلی لکھنئو کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی، تو میں فوراً بہ سبیل ڈاک رام پور جاؤں گا ۔ اور نواب

۱- ضیاء الدین احمد خاں کے والد احمد بخش خاں تھے ۔ اکتوبر ۱۸۲۱ع فیروز پور میں ان کی ولادت ہوئی اور ۲۷ جون ۱۸۸۵ع شنبہ ۱۳ رمضان ۱۳۰۲ھ میں انتقال کیا (تلامذۂ غالب ، صفحہ ۲۸۵) ۔ علم دوست ، علم پرور بزرگ تھے۔ غالب کے بعد دہلی میں فارسی ادب کے سب سے بڑے استاد مانے گئے ۔ بہت بڑا کتب خانہ تھا ، تاریخ سے شوق تھا ۔ غالب کا دیوان بڑے اہتمام سے جمع کیا اور لکھوایا تھا ۔ خود ان کی تصانیف ضائع ہو گئیں ۔ صرف ''جلوۂ صحیفۂ زریں'' نامی دیوان چھپا ہے ، جس میں فارسی کلام زیادہ اور اردو بہت کم ہے ۔ غالب نے انھیں اپنے بعد جانشیں بھی کیا تھا ۔ دیوان کے ایک خط بنام غلام غوث خاں بے خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ بے خبر سے اور نواب صاحب سے اچھے اور گہرے مراسم تھے ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۴۲ ، مجیدی صفحہ ۳۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۵ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۲ ، مہر صفحہ ۱۰۵ ۔

فخر الدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان تم کو لا دوں گا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ اب وہاں سے لے کر بھیج دو، وہ نہ کہیں گے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے؟ ہاں، یہ لکھوں کہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب وہ تمھارے بھائی اور تمھارے قریب ہو کر نہیں دیتے تو میں اتنی دور سے کیوں دوں؟ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفصیل سے لکھ کر بھیج دو۔ وہ اگر نہ دیں تو میں کیا کروں؟ اگر دیں تو میرے کس کام کا۔ پہلے تو نا تمام، پھر ناقص، بعض بعض قصائد اس میں سے اور کے نام کر دیے گئے ہیں۔ اور اس میں آسی ممدوح سابق کے نام پر ہیں۔ شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لے[1] گیا ہے، اس میں یہ دونوں قباحتیں موجود۔ تیسری یہ کہ سراسر غلط، ہر شعر غلط، ہر مصرعہ غلط۔ یہ کام تمھاری مدد کے بغیر انجام نہ پائے گا اور تمھارا کچھ نقصان نہیں۔ ہاں احتمالِ نقصان وہ بھی از روے وسوسہ و وہم۔ اس صورت میں میں تلافی کا کفیل، جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں۔ بہر حال، راضی ہو جاؤ اور مجھ کو لکھو تو میں طالب کو اطلاع دوں۔ طلب اس کی جب دوبارہ ہو تو کتاب بھیج دوں۔

رحم و کرم کا طالب

غالب

[۱۸۶۰[2]ع]

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۹۰۔

۲۔ دیکھیے خط بنام تفضل حسین خاں نمبر ۲۸۰۔

[۳۱۷] بہ' نام مرزا شہاب الدین احمد خان صاحب (۱)

بھائی[۲] ! تمھارا خط حکیم محمود خاں صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا ، خیر و عافیت معلوم ہوئی ۔ انصاف کرو ، کتاب کوئی سی ہو، اس کا پتہ کیوں کر لگے۔ لوٹ کا مال چوری چوری[۳] کہنے کھتروں میں بک گیا اور اگر سڑک پر بھی بکا ، تو میں کہاں جو دیکھوں ۔ صبر کرو اور چپ ہو رہو ۔

بر دل نفس انده گیتی بسر آرید
گیرید کہ گیتی ہمہ یکسر بہ سر آمد

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں ، خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو، اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائے گا ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا ۔ لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں اور وہ بھی کون سی خوشی کی بات ہے جو لکھوں ۔

اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہہ دینا اور تم کو بھی تمھاری استانی دعا کہتی ہیں ۔ زیادہ ، زیادہ ۔

از غالب

دو شنبہ[۴] ، ۸ فروری سنہ ۱۸۵۸ع

۱۔ شہاب الدین احمد خاں ثاقب : مولود ۱۸۴۰ع/۱۲۵۶ھ متوفیٰ ۱۹ اپریل ۱۸۶۹ع سطابق ٦ محرم ۱۲۸٦ھ ۔ نواب ضیاء الدین خاں کے بڑے صاحب زادے تھے ۔ غالب کو فرزندانہ محبت تھی ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۴۳ ، مجیدی صفحہ ۲۷۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۱٦ ، رام نرائن صفحہ ۲۸۴ ، مہیش صفحہ ۲۹۰ ، مہر صفحہ ۱۰٦ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ میں''۔ کہنے'' مہیش میں ''کونے''۔

۴۔ ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۲۷۴ھ ۔

[۳۱۸] ایضاً (۲)

بھائی[1] شہاب الدین خاں ! واسطے خدا کے یہ تم نے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان کا کیا حال کر دیا ہے۔ یہ اشعار جو تم نے بھیجے ہیں ، خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل[2] کر دیے ہیں۔ دیوان تو چھاپے کا ہے، متن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیے پر ہوں تو میرے نہیں ہیں۔ بالفرض اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھ دیے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس مفسد کے یہ شعر ہیں اُس کے باپ پر اور دادا پر ، پردادا[3] پر لعنت اور وہ ہفتاد پشت تک ولد الحرام ، اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے میاں غلام نجف ، دوسرے تم۔ میری کم بختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمھارے ہاتھ پڑا۔

بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمھارا خط پہنچا ، یہ دوسرا حادثہ مجھ کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ قضا و قدر کے امور میں دم مارنے کی گنجایش نہیں ہے ، کہیں جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہو جائے تاکہ سب یک جا باہم آرام سے رہو۔ اپنے کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرفات متن میں نہ لکھے اور اگر لکھ دیے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا ، اور ورق اُس کے بدلے لکھوا کر لگا دینا۔ مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمھارے کاتب نے نقل کیا ہے ، میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُس کو ایک نظر دیکھ کر پھر تم کو بھیج دوں—— زیادہ زیادہ۔

۱- مجتبائی صفحہ ۳۴۳ ، مجیدی صفحہ ۳۲۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۷ ، رام نرائن/صفحہ ۲۸۴ ، مہیش صفحہ ۲۹۰ ، مہر صفحہ ۱۰۶ -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۱ -

۳- نسخۂ مبارک علی و مہر میں ''پردادا'' ندارد۔

آج میرے پاس ٹکٹ ہے ، نہ دام معاف رکھنا— والسلام ۔

[مارچ[1] ۱۸۵۸ع]

[۳۱۹] ایضاً (۳)

بھائی[2] ! تمھارا خط پہنچا ، کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اُس کا جواب لکھتا۔ پھر سوچا کہ مبادا تم آزردہ ہو ، اس واسطے آج یہ رقعہ تم کو لکھتا ہوں ۔ میرا جی[3] تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمھیں لکھوں اُس کے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمھارے اب و عم مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب کے جو خط تم کو لکھوں گا ، اُس کا مضمون یہی ہوگا ، خاطر جمع رکھنا ۔ اور اگر میرا خط دو چار دن نہ پہنچے تو مجھ کو اُسی مضمون[4] کے ظہور کا منتظر سمجھنا ، اور گلہ نہ کرنا ۔

اور ہاں صاحب ! تم جو خط لکھتے ہو تو اُس میں احمد سعید[5] خان کا کچھ ذکر نہیں لکھتے ، لازم ہے کہ اُس کی خیر و عافیت اور اُس کی بہن کی خیر و عافیت لکھتے رہا کرو۔ یہاں تمھاری پھوپھی

۱- مہیش پرشاد نے یہی تاریخ تجویز کی ہے اور مہر صاحب نے بھی تائید کی ہے ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۴۴ ، مجیدی صفحہ ۲۷۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۸۵ ، مہیش صفحہ ۲۹۱ ، مہر صفحہ ۱۰۷ ۔

۳- اردوے معلیٰ میں ''میر دل'' ہے ۔ پھر غلط نامہ میں تصحیح ہے ۔ اب و عم سے نواب ضیاء الدین خاں اور نواب امین الدین خاں مراد ہیں جو غدر کے سلسلے میں ماخوذ تھے ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۲ ۔

۵- احمد سعید خاں ، نواب ضیاء الدین خاں کے چھوٹے لڑکے کی عرفیت تھی۔ اصل نام سعید الدین احمد خاں تھا جیسا کہ دیوان نیر و رخشاں کے سر ورق پر تحریر ہے ۔

اور تمھارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں ۔ والدعا ۔

از غالب

یکشنبہ[1] ۱۲ اپریل ۱۸۵۸ع

[۳۲۰] ایضاً (۴)

میاں[2] مرزا شہاب الدین خاں ! اچھی طرح ہو ؟ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سنا ہوگا ۔ ہفتے کے دن، دو تین گھڑی دن چڑھے، احباب کو رخصت کرکے راہی ہوا ۔ قصد یہ تھا کہ پلکھوے[3] رہوں ، وہاں قافلے کی گنجایش نہ پائی ۔ ہاپوڑ کو روانہ ہوا ، دونوں برخوردار گھوڑوں پر پہلے چل دیے ، چار گھڑی دن رہے میں ہاپوڑ کی سرائے میں پہنچا ۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو ٹہلتے ہوئے پایا ۔ گھڑی بھر دن رہے قافلہ آیا ۔ میں نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا ، دو شامی کباب اس میں ڈال دیے ۔ رات ہو گئی تھی ، شراب پی لی ، کباب کھائے ، لڑکوں نے ارہر کی کھچڑی پکوائی ، خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی ۔ دن کے واسطے سادہ سالن پکوایا ۔ ترکاری نہ ڈلوائی ۔ بارے آج تک دونوں بھائیوں میں موافقت ہے ۔ آپس کی صلاح و

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں ”۱۲ ۔ اپریل“ ہی ہے لیکن مہیش نے ۱۱ اپریل لکھا ہے ۔ تقویم میں یک شنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۵۸ع مطابق ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۲۷۸ھ ہے ۔ اب معلوم نہیں کاتب نے دو شنبہ کو یک شنبہ کیا ہے یا ۱۱ کو ۱۲ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۴۴ ، مجیدی صفحہ ۲۷۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۸ ، رام نرائن صفحہ ۲۸۶ ، مہیش صفحہ ۲۹۴ ، مہر صفحہ ۱۰۹ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ ”پلکنوے“۔ صحیح ’پلکھوے‘ پ کو زیر ، ل پر زبر ، کھ ساکن ۔

مشورت سے کام کرتے ہیں ، اتنی بات زاید ہے کہ حسین علی منزل پر آتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے ، دونوں بھائی مل کر کھالیتے ہیں ۔ آج میں نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا ۔ چار بجے پانچ کے عمل میں ہاپوڑ سے چل دیا ، سورج نکلے بابو گڑھ کی سرائے میں آ پہنچا ۔ چار پائی بچھائی[1] اس پر بچھونا بچھا کر حقہ پی رہا ہوں ، اور یہ خط لکھ رہا ہوں ۔ دونوں گھوڑے کوتل آ گئے ، دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں ۔ اب وہ آئے اور کھانا کھا لیا اور چلے ۔ تم اپنی آستانی کے پاس جا کر یہ رقعہ سراسر پڑھ کر سنا دینا ۔ شمشاد[2] کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا ۔

[دو شنبہ[3] ، ۹ ۔ اکتوبر ۱۸۶۵ع]

[۳۲۱] ایضاً (۵)

میاں[4] ! وہ قاضی[5] تو مسخرا خوتیا ہے ۔ ان کا خط دیکھ لیا ۔

۱۔ اردوے معلی، طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۳ ۔

۲۔ شاید ''درفش کاویانی'' کا ذکر ہے ۔ شمشاد علی رضوان مقابلہ کے لیے مامور ہو رہے ہیں ۔ جناب مہر صاحب نے ''قاطع برہان'' کی تصحیح تحریر فرمائی ہے ۔ حالانکہ قاطع برہان ۱۸۶۲ء میں شائع ہو چکی تھی ۔ (دیکھیے حاشیہ خطوط غالب ، طبع دوم ، صفحہ ۱۱۰) ۔

۳۔ سفر رام پور کا قصہ ہے ۔ ہفتہ سات کو دلی سے چلے ، اتوار کو ہاپوڑ (اردو ، رائے عربی) سے چلے ، پیر کو بابو گڑھ پہنچے تو نو اکتوبر ہوئی ۔ مہیش پرشاد نے ۸ تجویز کی ہے اور مہر صاحب نے کوئی تاریخ و سنہ نہیں لکھا ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۲۴۵ ، مجیدی صفحہ ۳۷۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۸ ، رام نرائن صفحہ ۲۸۶ ، مہیش صفحہ ۲۹۳ ، مہر صفحہ ۱۰۹ ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۵ پر)

خیر ، ہاں ، علاء الدین خاں کا خط ، گھنٹہ بھر ، بھانڈ کے طائفہ کا تماشا ہے ۔ اب تم کہو ، اُستاد میر جان کو کیوں کر بھیجو گے ، اُن کو کہاں پاؤ گے ؟ اور علاؤالدین خاں نے حسب الحکم' تمھارے چچا کے لکھا ہے ۔ لوہارو کی سواریاں آئی ہوئی ، شاید کل یا پرسوں جائیں ۔ اس کی فکر آج کرو ۔ امین الدین خاں بے چارہ اکیلا گھبراتا ہوگا ۔

"چکیدن دہیم" ۔ "رسیدن دہیم"' یہ غزل علاؤ الدین کو بھیج چکا ہوں ، تم علاؤ الدین خاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ : مصرع

ہردم آزردگی غیر سبب را چہ علاج

اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو ، واہ وا ! "غیر سبب" یہ کہاں کی بولی ہے ؟ مصرع

از خواندن قرآن تو قاری ، چہ فائدہ

عیاذاً باللہ ، امیر خسرو "قرآن" کو کہ بہ سکون رائے قرشت و الف ممدودہ ہے ، 'قران' بر وزن 'پروان' لکھیں گے ؟ یہ دونوں غزلیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٥٦٣)

٥- شاید اس سے مراد قاضی نور الدین حسین خاں فائق گجراتی صاحب "مخزن شعرا" ہیں جنھوں نے شہاب الدین خاں کی وساطت سے اپنا تذکرہ غالب کو اصلاح کے لیے بھیجا تھا اور غالب نے اسے دیکھ کر "دوشنبہ ١٤ جولائی ١٨٦٢ع" کو ان کے نام خط لکھا ہے ۔ دیکھیے اردوے معلیٰ طبع زیر نظر حصہ دوم ترتیب حقیر ۔

١- شاید اس سے وہ خط مراد ہے جو علاء الدین نے ضیاء الدین خاں کے اشارے سے ترک شراب نوشی کے سلسلے میں لکھا تھا اور غالب نے اس کا جواب ٢٧ جولائی ١٨٦٢ع کو دیا ، دیکھیے مکتوب بنام علائی ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٥٦٦ پر)

دو گدھوں کی ہیں ۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھ دیا ہو ۔

[جولائی[1] ۱۸٦۲ع]

[۳۲۲] ایضاً (٦)

نور چشم[2] شہاب الدین خاں کو دعا کے بعد معلوم ہو ؛ یہ جو رقعہ لے کر پہنچتے ہیں ، ان کا نام حسین علی ہے ، اور یہ سید ہیں ، دوا سازی میں یگانہ ، رکاب داری میں یکتا ، جان محمد ان کا باپ ملازم سرکار شاہی تھا ۔ اب ان کا چچا[3] میر فتح علی پندرہ روپے مہینے کا الور میں نوکر ہے ۔ بہر حال ، ان سے کہا گیا کہ پانچ روپے مہینہ ملے گا اور لوہارو جانا ہوگا ۔ انکار کیا کہ پانچ روپے میں میں کیا کھاؤں گا ، یہاں زن و فرزند کو کیا بھجواؤں گا ؟ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے ، اگر کام تمھارا پسند آئے گا تو اضافہ ہو جائے گا ۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر ، توقع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں ، مگر دونوں وقت روٹی سرکار سے پاؤں ؟ بغیر اس کے کسی طرح نہیں جا سکتا ۔ سنو میاں ! حق بجانب اس غریب کے ہے ، روٹی مقرر ہوئے بغیر بات نہیں بنتی ، یقین ہے تم رپورٹ کرو گے ۔ تو اس امر کی منظوری کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٥٦٥)

۲- کلیات میں ردیف میم کی غزل ہے :

سوخت جگر ، تا کجا رنگ چکیدن دہیم
رنگ شو ، اے خون گرم تا بہ پریدن دہیم

۱- علائی کے خط سے یہی اندازہ ہوتا ہے ۔ نیز دیکھیے مکتوب بنام قاضی نور الدین فائق ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۳٦ ، مجیدی صفحہ ۲۷٥ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۸۷ ، مہیش صفحہ ۲۹۲ ، مہر صفحہ ۱۰۸ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۳ ۔

حکم آ جائے گا ۔ یہ قصہ فیصل ہوا ۔ اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھے پیشگی دو ۔ تاکہ کچھ کپڑا لتّا بناؤں ، اور کچھ گھر میں دے جاؤں ۔ راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں ۔ تو یہاں بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہوں ۔ مگر کچھ کہہ نہیں سکتا ، اپنی رائے اس باب میں لکھ نہیں[1] سکتا ۔ خیر ، تم بھی میرا رقعہ اپنے نام کا علائی مولائی کو بھیج دو ۔

غالب

سہ شنبہ[2] ، ۲۴ ستمبر سنہ ۱۸٦۱ عیسوی

[۳۲۳] ایضاً (۷)

تمھارے[3] بھائی کا خط تمھارے پاس بھیجتا ہوں ۔ "کلیات اردو[4]" جو تم نے خریدے ہیں ، ایک اُس میں سے چاہو اپنے چچا کی نذر کرو ، چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو ۔ میں نے اس وقت اُن کے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے ، بعد ارسالِ خط مولوی سدید الدین خاں صاحب میرے ہاں آئے ، اثنائے حرف و حکایت میں ، میں نے "شاہین[5]" کی حقیقت پوچھی ۔ جواب دیا ، کہ ہاں ، عربی میں ایک باجے کا نام

۱- کیا پیارا انداز سفارش ہے ۔

۲- مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۴٦ ، مجیدی صفحہ ۲۷۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۸۸ ، مہیش صفحہ ۲۹۲ ، مہر صفحہ ۱۰۸ ۔

۴- دیوان کا نام کلیات لکھا ہے ۔

۵- عربی لغات میں "شاہین" کے معنے باجے کے نہیں ہیں ، صراح میں ہے "پرندہ ایست مشہور ۔ و عمود ترازو" فرہنگ نوبہار ، طبع تبریز ۱۳۴۸ھ میں ہے "ر ۔ مرغی ست شکاری معروف و آنچہ از چوب و یاآن ساختہ و دو کفۂ ترازو را ازان آویزند" جلد ۲ صفحہ ۵۲۴ ۔ "فرہنگ غالب" میں مولوی سدید الدین کے قول کو غالب کا قول سمجھ کر نقل کر دیا گیا ہے ۔

'شاہین' ہے ۔ صورت اس کی پوچھی گئی ، کہا ، مجھے معلوم نہیں ، صراح میں میں نے دیکھا ہے ۔ فقط

تم جو مولانا علائی کو خط لکھو ، یہ رقعہ ملفوف کرو ۔

غالب

[اگست[1] ۱۸۶۱ع]

[۳۲۴] ایضاً (۸)

رباعی

رقعہ[2] کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے ؟
ثاقب ! حرکت یہ کی ہے بے جا تم نے
حاجی کلو کو دے کے بے وجہ جواب
غالب کا پکا دیا کلیجا تم نے

[۱۸۶۵ع]

[۳۲۵] ایضاً (۹)

اے روشنیِ دیدۂ شہاب الدیں خاں
کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضاں ؟
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک ؟
سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآں ؟

[۱۸۶۵ع]

۱۔ مہیش پرشاد ۔ کوئی قرینہ نہیں ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۴۷ ، مجیدی صفحہ ۲۷۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۰ ، رام نرائن صفحہ ۲۸۸ ، مہیش صفحہ ۲۹۳ ، ۲۹۴ ، سہر صفحہ ۱۱۰ ، تاریخ کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن یہ آخری دور سے متعلق خطوط ہیں ۔ دونوں رباعیاں دو رقعے ہیں ، لیکن اردو میں ''ایضاً'' کے بجائے رباعی درج ہے ۔

[۳۲۶] بنام[1] نواب انورالدولہ سعدالدین خان صاحب شفق (۱)

ہرگز[2] نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دو شنبہ ۲ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے۔ اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں۔ عطوفت نامہ پہنچا۔ اُدھر[3] پڑھا ادھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کو معنون کر رکھتا ہوں۔ کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ سال گذشتہ مجھ پر بہت سخت گذرا۔ ۱۲، ۱۳ مہینے صاحب فراش رہا۔ اٹھنا دشوار تھا، چلنا پھرنا کیسا، نہ تپ، نہ کھانسی، نہ اسہال، نہ فالج، نہ لقوہ،

۱- نواب سعد الدین (سعد اللہ ؟ بقول مہر صاحب) خان: دہلی کے خاندانی امیر تھے۔ ان کے والد افضل الدولہ احمد بخش خان بہادر بے تاب اور دادا نواب عماد الملک غازی الدین خان وزیر احمد شاہ و عالم گیر ثانی متوفیٰ ۱۸۰۰ع دہلی سے کالپی ہجرت کر گئے تھے۔ سعد الدین خان شفق، کدورہ میں رہتے تھے۔ پہلے امجد علی قلق میرٹھی کے شاگرد تھے، پھر غالب سے اصلاح لی۔ ۱۸۸۲ع/۱۲۹۸ھ میں رحلت کی۔ غالب نے ایک خط میں اپنی ارادت مندی کا سبب لکھا ہے کہ آپ کا خاندان چونکہ معین الملک صوبہ دار لاہور کا خاندان ہے اور میرے دادا اس دربار سے وابستہ تھے اس لیے مجھے ناز پروری کا دعویٰ ہے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۴۷، مجیدی صفحہ ۲۷۶، مبارک علی صفحہ ۲۲۰، رام نرائن صفحہ ۲۸۹، مہیش صفحہ ۱۵۳، مہر صفحہ ۳۶۸، عود ہندی صفحہ ۳۰۱۔

۳- عود ہندی و مہیش: ''ادھر پڑھا اودھر جواب لکھا''۔

ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت ، یعنی احتراق کا مرض۔ مختصر یہ کہ سر سے پانؤں تک بارہ پھوڑے ، ہر پھوڑہ ایک زخم ، ہر زخم ایک غار ۔ ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھائے اور پاؤ بھر مرحم درکار۔ نو دس مہینے بے خور و خواب رہا ہوں اور شب و روز بے تاب ۔ راتیں یوں گذری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس آٹھی ، جاگ' آٹھا ، تڑپا کیا ، پھر سو گیا ، پھر ہوشیار ہو گیا ۔ سال بھر میں سے تین حصے دن یوں گذرے ۔ پھر تخفیف ہونے لگی ۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہوگیا ، نئے سر سے روح قالب میں آئی ، اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی ۔ اب اگرچہ تندرست ہوں ، لیکن ناتوان و سست ہوں ۔ حواس کھو بیٹھا ، حافظہ کو رو بیٹھا ، اگر آٹھتا ہوں ، تو اتنی دیر میں آٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قد آدم دیوار آٹھے ۔ آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں ، کہ جب تک میرا مرنا نہ سنا میری خبر نہ لی ۔ میری مرگ کے مخبر کی تقریر اور مثلہ میری یہ تحریر ، آدھی سچ اور آدھی جھوٹ ۔ در صورت مرگ ، نیم مردہ اور در حالت حیات ، نیم زندہ ہوں [شعر]

در کشا کش ضعفم نگسلد رواں از تن
ایں کہ من نمے میرم، ہم ز نا توانیہاست

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی[۲] غلام غوث خاں بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجیے گا تو آن

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۶ ۔

۲- ان دنوں غلام غوث خاں بے خبر ، عود ہندی کی ترتیب میں مصروف تھے ۔

کو خوش اور مجھ کو ممنون کیجیے گا۔

[۱۵' فروری ۱۸۶۴ع]

[۳۲۷] ایضاً (۲)

پیر[۲] و مرشد! حضور کا توقیع خاص اور آپ کا نوازش‌نامہ، یہ دونوں حرز بازو ایک دن اور ایک وقت پہنچے۔ توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا۔ ناسازیِ مزاجِ مبارک موجبِ تشویش و ملال ہوئی، اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی[۳] ہے، لیکن تسکینِ خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں۔ سینتیس روپے[۴] کی ہنڈوی پہنچی۔ اس کا بھی حال سابق کی ہی ہنڈوی کا سا ہے یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں[۵] آئی، جو ہم روپیہ دیں۔ اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔

صہبائی[۶] کے تذکرہ کی ایک جلد میری ملک میں سے میرے

۱- غالب نے آغاز خط میں ''دوشنبہ ۶ رمضان اور ۱۵ فروری'' لکھا ہے۔ یہ دن اور تاریخ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ع کے مطابق ہے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۴۸، مجیدی صفحہ ۲۷۷، مبارک علی صفحہ ۲۲۱، رام نرائن صفحہ ۲۹۰، مہیش صفحہ ۱۳۳، مہر صفحہ ۳۵۳، عود ہندی صفحہ ۱۳۰۔

۳- عود ہندی ''مگر ضعف۔ لیکن''۔

۴- سینتیس روپے رقمی ہندسوں میں لکھے ہیں۔

۵- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۹۷۔

۶- صہبائی کے تذکرے سے مراد ہے ''گلستان سخن''۔ اکثر محققین حال اورمعاصرین صہبائی و صابر کے خیال میں گلستان سخن صہبائی کی تالیف ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۷۱،۱۲۷۲ھ یعنی ۱۸۵۵ع میں چھپا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۲ پر)

پاس تھی ، وہ میں اپنی طرف سے بہ سبیل ارمغان آپ کو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو ۔ اب میں حضرت سے باتیں کر چکا ۔ خط کو سرنامہ کرکے کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے ۔ بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بہ طریق بیرنگ روانہ کروں گا ۔

پیش گاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرض داشت بعد اس کے پہنچےگی ۔ جناب میرصاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی نادرحسین خاں صاحب کو سلام ۔

[۱۸۵۶ء[1]]

[۳۲۸] ایضاً (۳)

پیر و مرشد[2] !

اگر میں نے "امید کاہ" بکاف عربی از راہ شکوہ لکھا ، تو کیا گناہ ؟ نہ خط کا جواب ، نہ قصیدے کی رسید : [بیت[3]]

دریں خستگی پوزش از من مجوے
بود بندۂ خستہ گستاخ گوے

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ "ان موانع کے سبب سے میں قصیدہ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۱)

دیکھیے طبع جدید ، مجلس ترقی ادب لاہور کے مقدمات۔ذکا کے خط میں اس تذکرے کو قادر بخش صابر سے منسوب کیا گیا ہے اور یہی نام سرورق پر موجود ہے ۔

۱۔ دیکھیے حاشیہ عود ہندی صفحہ ۱۳۱ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۴۹ ، مجیدی صفحہ ۲۷۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۱ ، رام نرائن صفحہ ۲۹۰ ، مہیش صفحہ ۱۳۳ ، مہر صفحہ ۳۵۳ ، عود ہندی صفحہ ۱۲۸ ۔

۳۔ اضافہ از عود ہندی طبع اول ۔

تحسین نہیں لکھ سکا" بندہ بے ادب نہیں ، تحسین طلب نہیں ، ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے[1] احترام الدولہ کے کوئی سخن دان نہیں ۔ میں جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں ، گویا آپ اپنے پر احسان کرتا ہوں :

وائے بر جان سخن ، گر بہ سخنداں نہ رسد

افسوس کہ میرا حال ، اور یہ لیل و نہار ، آپ کی نظر میں نہیں ، ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں ۔

نواب صاحب ! اب نہ دل میں وہ طاقت ، نہ قلم میں زور ۔ سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے ، بے تامل اور بے فکر جو خیال میں آ جائے وہ لکھ لوں ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔ بقول میرزا عبدالقادر بیدل : [شعر[2]]

جہد ہا در خور توانائی ست
ضعف ، یکسر فراغ مے خواہد

مہر کا حال معلوم ہوا ۔ پہلے آپ لکھ بھیجیے کہ کیا کھودا جائے گا ؟ مہدی حسن خاں[3] ، مہدی حسین خاں بہادر۔۔لکھ رہا ہوں ، صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ، ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا ہے ، یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے ۔ سو اب میں

۱۔ احترام الدولہ حکیم احسن اللہ مراد ہیں ۔
۲ ۔ اضافہ از عود ہندی طبع اول ۔
۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۸ ۔
۴۔ عود ہندی میں "مہدی حسین خاں ، مہدی حسن خاں بہادر" درج ہے ، لیکن اردوے معلیٰ طبع اول و دوم اور مہیش میں "مہدی حسن خاں ۔ مہدی حسین خاں بہادر" درج ہے ۔ شاید دونوں نام پدر و فرزند کے ہوں ۔

مکرر خواہاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجیے گا یا یہاں سے خریدا جائے گا ؟ اور نقش نگیں کیا ہو گا تاکہ شمار حروف کا مجھ کو معلوم رہے ۔ اب جب آپ مجھ کو لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا ۔

حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا ۔ یعنی ان کی طرف سے آپ نے مجھ کو سلام لکھا ہے ، سو میں بھی ان کی خدمت میں بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں ۔

زیادہ حد ادب

[۱۸۵۶ع[1]]

[۳۲۹] ایضاً (۴)

قبلۂ حاجات[2] !

قصیدہ دوبارہ[3] پہنچا ، چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ، ناچار اس کو ایک اور دو ورقہ پر لکھوایا اور حضور میں گذرانا اور

۱- کسی صاحب نے مہر کھدوا کر بھیجنے کی فرمائش کی ہے ۔ اس سے پہلے کا خط بتاتا ہے کہ وہ اصل میں زیر نظر خط کے بعد کا ہے کہ سینتیس روپے غالب نے وصول پائے ہیں ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۳۰ ۔ مرقومہ ۲۹ جون ۱۸۵۶ع ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۵۰ ، مجیدی صفحہ ۲۷۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۲ ، رام نرائن صفحہ ۲۹۲ مہیش صفحہ ۱۳۵ ، مہر صفحہ ۳۴۹ ، عود ہندی صفحہ ۱۲۵ ۔

۱- شاید انور الدولہ نے بہادر شاہ ظفر کی مدح میں قصیدہ بھیجا ہے اور بادشاہ سے شقہ خوش نودی لکھوا لیا ۔ فارسی خطوط میں بھی اسی قسم کا ایک خط موجود ہے ۔ کلیات نثر ، لکھنؤ ، صفحہ ۲۲۳ ۔

تمنائے دیرینہ حاصل کی - یعنی دستخط خاص ـ مشتمل اظہار خوش نودی طبع اقدس—ہو گئے - احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپ کے ثنا خوان رہے ، گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں ، ہم بہ طریق کسرۂ اضافی و ہم بہ طریق کسرۂ توصیفی[1] - پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے کہ قدر دان کہاں ، بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے -

"غیاث اللغات" ایک نام مؤقر و معزز ، جیسے الفربہ ، خواہ مخواہ[2] مرد آدمی - آپ جانتے [بھی[3]] ہیں کہ یہ کون ہے ؟ ایک معلم فرومایہ رام پور کا رہنے والا ، فارسی سے نا آشنائے محض اور صرف و نحو[4] میں نا تمام ، "انشاء خلیفہ" و "منشآت[5] مادھو رام" کا پڑھانے والا - چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اس نے "خلیفہ شاہ محمد" و "مادھو رام" و "غنیمت" و "قتیل" کے کلام کو لکھا ہے - یہ لوگ راہ سخن کے غول ہیں ، آدمی کے گم راہ کرنے والے ، یہ فارسی کو کیا جانیں ؟ ہاں طبعِ موزوں رکھتے تھے ، شعر کہتے تھے [شعر]

۱- شریک غالب ، بہ کسرۂ اضافی—آپ کی تعریف میں حکیم صاحب میرے شریک رہے—بہ کسرۂ توصیفی—یعنی مجھ سے زیادہ حکیم صاحب مداح رہے—عود ہندی میں ہے "ہم بہ طریق کسرۂ اضافی و ہم بہ سبیل کسرۂ توصیفی -"

۲- عود ہندی "خواہ نخواہ" -

۳- عود ہندی سے اضافہ کیا ہے -

۴- غیاث الدین عزت - رام پور کے معزز عالم ، طبیب و زاہد آدمی تھے- چالیس پچاس کتابوں کے مؤلف ہیں، ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۶۸ھ کو رحلت کی - ان کی "غیاث اللغات" ہند و پاک میں فارسی نصاب کی مشہور کتاب ہے -

۵- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۹۹ - "منشیات مادھورام"- یہ سب اس عہد کی متداول درسی کتابیں تھیں :

برزه مشتاب و پئے جادہ شناساں[1] بردار
اے کہ در راہِ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزو مند ہوں ۔ میرا ایک بھائی ، ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال کا چچا تھا ، اور وہ میرا ہم شیر بھی تھا ، یعنی میں نے اپنی ممانی اور اس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا ۔ وہ باعث ہوا تھا میرے باندا بوندیل کھنڈ آنے کا ۔ میں نے سب سامان سفر کر لیا ، ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دے دیا ۔ قصد یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں گا ، وہاں سے نواب[2] علی بہادر کے ہاں کی سواری میں باندے جا کر ، ہفتہ بھر رہ کر ، کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بہ سبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا ۔ ناگاہ حضور والا بیمار ہو گئے اور مرض نے طول کھینچا ۔ وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا اورنگ خاں[3] ، میرا بھائی مر گیا :

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱- اردوے معلیٰ ''سناساں'' ۔

۲- یہ وہی علی بہادر خاں ہیں جن کی مدح میں غالب کا مشہور شعر ہے :

غالب ، خدا کرے کہ سوار سمند ناز
دیکھوں علی بہادر عالی گہر کو میں

علی بہادر خاں ، نواب ذوالفقار الدولہ متوفیٰ ۱۸۴۹ع کے بعد نواب باندہ قرار پائے اور ۱۸۷۳ع میں فوت ہوئے ۔ (حواشی و تعلیقات دیوان غالب اردو ، عرشی صاحب صفحہ ۳۴۷) ۔

۳- عود ہندی اور مہیش میں ''اورنگ خاں'' اور اردوے معلیٰ میں ''ازبک جاں'' ہے ۔

واللہ ، وہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے تھا مگر میں نتیجہ اُس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا ۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجیے گا ۔ میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا ، اس واسطے جو دل میں تھا ، وہ اُس عبارت سے زبان پر لایا ۔

[اکتوبر[1] بیعد ۱۸۵۳ع]

[۳۳۰] ایضاً (۵)

پیر و مرشد[2] ! کورنش، مزاج اقدس ؟ الحمد للہ ! تو اچھا ہے؟ حضرت[3] ! دعا کرتا ہوں ۔ پرسوں آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا، آپ کو مبدء فیاض سے اشرف الوکلاء خطاب ملا——محنتانہ[4] محبتانہ ایک لطیفہ نشاط انگیز سنیے ۔

۱- اس خط سے مرزا غالب کے سفر باندہ کا حال معلوم ہوتا ہے ۔ سہیش برشاد نے یہی سنہ تجویز کیا ہے ۔ موصوف نے انور الدولہ کے گیارہ خطوط مطبوعہ کو اصل مخطوطات سے مقابلہ کرایا تھا ، شاید اس مقابلے کے نتیجے میں یہ تاریخ معین کی ہو ۔ اگرچہ مہر صاحب کو اور ان کے کہنے سے مجھے بھی یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ خط اکتوبر ۱۸۵۳ع کے لگ بھگ لکھا گیا ہوگا ، کیوں کہ اس میں بادشاہ کی بیماری کا ذکر ہے ۔ اور اسی انداز کا خط نبی بخش حقیر کو انھی دنوں لکھا گیا ہے ۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں حاشیہ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب صفحہ ۱۲۷ -

۲- مجتبائی صفحہ ۲۵۱ ، مجیدی صفحہ ۲۷۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۹۳ ، سہیش صفحہ ۱۴۴ ، مہر صفحہ ۳۶۱ ، عود ہندی صفحہ ۱۷۰ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۰ ۔

۴- نسخۂ مبارک علی ''محنتانہ'' ندارد—نیز ''آخر ماہ حال'' میں ''آخر'' ندارد ۔

ڈاک کا ہرکارہ جو "بلی ماروں" کے خطوط پہنچاتا ہے ، ان دنوں میں ایک بنیا بڑھا لکھا حرف شناس ، کوئی 'فلاں ناتھ' 'ڈھمک داس' ہے ۔ میں بالاخانہ پر رہتا ہوں ۔ حویلی میں آ کر اُس نے داروغہ کو خط دیا ، اور اُس نے خط دے کر مجھ سے کہا ، ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا ، اب کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا ۔ حیران کہ یہ کیا کہتا ہے ، سرنامہ کو غور سے دیکھا ، کہیں قبل از اسم و مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا، اُس قرم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے 'کیشاں' کو 'کپتان' پڑھا ۔

بھائی ضیاء الدین خاں صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں ، شاید آخر ماہ حال یعنی جولائی ، یا اول ماہ آیندہ یعنی اگست میں یہاں آ جائیں ۔ آپ کو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہوں ۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اُٹھائیں ۔ جس قدر کہ علم اُن کو اس خاندان مجدت نشان کے حال پر حاصل ہو گیا ہے ، کافی ہے ۔ مولانا قلق کے نام کی عرضی اُن کو پہنچا دیجیے گا اور جناب نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا ۔

[جولائی - ۱۸۶۰ع]

[۳۳۱] ایضاً (۹)

پیر و مرشد[۱] ! شب رفتہ کو مینہ خوب برسا ، ہوا میں فرط برودت سے گزند پیدا ہو گیا ۔ اب صبح کا وقت ہے ، ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے ، ابر تنک محیط ہے ، آفتاب نکلا ہے پر نظر

۱- مجتبائی صفحہ ۲۵۱ ، مجیدی صفحہ ۲۸۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۴
رام نرائن صفحہ ۲۹۴ ، مہیش صفحہ ۱۴۴ ، مہر صفحہ ۳۶۱ ،
عود ہندی صفحہ ۱۰۰ ۔

نہیں آتا ہے ۔ میں عالم تصور میں آپ کو مسند عز و جاہ پر جانشین اور منشی' نادر حسین خاں صاحب کو آپ کا جلیس مشاہدہ کر کے آپ کی جناب میں کورنش بجا لاتا ہوں ، اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں ۔

کافر نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں ۔ حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے ! بھائی صاحب بہت خوش نود ہوئے ۔ منت پذیری میں میرے شریک غالب ہیں ۔ فی الحال ، بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں ، اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں ۔

حضرت! آپ 'غالب' کی شرارتیں دیکھتے ہیں ، سب کچھ کہے جاتا ہے اور اس اصل کا جس پر یہ مراتب متفرع ہوں ، ذکر نہیں کرتا ۔ فقیر کو [تو۲] یہ طرز پسند نہ آئی ۔ مطلبِ اصلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے ؟ یوں لکھنا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ اور اس کے ساتھ نسب نامۂ خاندان مجد و علا کا پارسل پہنچا ، میں ممنون ہوا ، نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے ۔ جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا ۔ آپ نے اس کو مصاحب بنا رکھا ہے ، اس سے اس کا دماغ چل گیا ہے ۔

قبلہ و کعبہ [کیا۳] جنابِ مولانا قلق میں حضرتِ شفق نے جو غالب کی شفاعت کی تھی ، وہ مقبول نہ ہوئی ؟ اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں ۔ آپ کی بات اس باب میں کبھی نہ مانوں گا ، جب تک سید صاحب کا خوش نودی نامہ

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۳ ۔

۲۔ عود ہندی سے اضافہ ہے ۔

۳۔ عود ہندی سے اضافہ ہے ، اردوے معلیٰ میں موجود نہیں ۔

نہ بھجوائیے گا ۔ اس سارٹیفکٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی موجود ہوں ۔ والسلام

[۱۸۶۰ع[1]]

[۳۳۲] ایضاً (۷)

پیر و مرشد[2] !

میں آپ کا بندۂ فرمان بردار اور آپ کا حکم بہ طیب خاطر بجا لاتا ہوں ، مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں ؟ وہ مکتوب کہاں بھیجوں ؟ آپ کے پاس بھیج دوں یا انھیں منشی صاحب کے پاس بھیج دوں ؟ اور وسیم الدین و ظہیر الدین[3] کو منشی ، میر ، شیخ ، خواجہ ، کیا کرکے لکھوں ؟ دو حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی اور اس زمانے میں [دریائے[4] شور کو بھیجا جاتا ہے جس زمانے میں] سینکڑوں جزیرہ نشیں رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آ گئے ۔ با ایں ہمہ ۔ منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے [[5]آیا امیر الدین نے جس

۱- دیکھیے وہ خط جس کا عنوان ہے ''پیر و مرشد ، معاف کیجیے گا۔ میں نے جمنا کا کچھ نہ لکھا حال'' ۔ دونوں میں مضامین کی شرکت سے گمان ہوتا ہے کہ یہ خط اس کے بعد اسی سنہ میں لکھا ہے ۔ نیز دیکھیے حواشی عود ہندی صفحہ ۱۷۰ -

۲- مجتبائی صفحہ ۲۵۲ ، مجیدی صفحہ ۲۸۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۹۵ ، مہیش صفحہ ۱۳۶ ، مہر صفحہ ۳۶۳ ، عود ہندی صفحہ ۱۶۶ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۲ -

۴- یہ عبارت عود ہندی و مہیش سے ماخوذ ہے ۔

۵- شاید مہیش پرشاد صاحب کو اصل خط سے یہ عبارت ملی ہے ، اردوے معلیٰ میں سیاسی مصالح کی بنا پر حذف کر دیا گیا ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۸۱ پر)

محکمے کا وہ منشی ہے ، اس محکمہ میں یہ مقدمہ بہ طریق مرافعہ پیش کیا ہے ؟ جو منشی کو کارپردازی و کارسازی کی گنجایش ہو ؟] یہ آپ کی تحریر سے [معلوم نہیں ہوا کہ اپیل ہوگیا ہے اور مقدمہ دائر ہے ، بلکہ یہ بھی طرز تحریر سے] نہیں معلوم ہوتا کہ اب سعی منحصر اس میں ہے کہ قیدی دریاے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے ، یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پاوے ؟ خواہش کیا ہے ؟ اور کار پرداز سے کس طرح کی اعانت چاہوں ؟ پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں ؟ پھر جو کچھ لکھوں اس کو کہاں بھیجوں ؟ طریق [تو[1]] یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لے کر منشی صاحب کے پاس جائیں ، اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہوں ۔ میں کیا جانوں کہ امیرالدین کا مسکن کہاں ہے ؟ منشی[2] صاحب کو خط بھیج دوں ، اُن کے نزدیک احمق بنوں ، کہ کس امر موہوم مجہول میں مجھ کو لکھا ہے ۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ کر تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا[3] ہے ۔ بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اَور لفافہ آپ کے نام کا رو نہ کرتا ہوں ۔ اُس میں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۰)

عود ہندی میں ہے ''وہ چھوڑ دے ، یہ آپ کی تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ اب سعی''۔ گویا اصل خط کی عبارت کو مختصر کیا تھا ۔ اردوے معلیٰ کی ترتیب کے وقت اور بھی کمی کردی گئی ۔

۱- ''تو'' اردوے معلیٰ میں نہیں ہے ۔ عود ہندی سے اضافہ کیا گیا ہے ۔

۲- عود ہندی میں ''منشی صاحب کو خط بھیج دوں'' ندارد ۔

۳- اردوے معلیٰ ''کیا جانتا ہے'' عود ہندی ''کیا چاہتا ہے''۔

کھلا ہوا اُس کو بڑھ کر میاں امیر الدین کے پاس بھیج دیجیے گا ، مگر گوند لگا کر ۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کے خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجیے اور لکھ بھیجیے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں ؟

[صبح یکشنبہ[1] ۲ جون ۱۸۶۱ع]

[۳۳۳] ایضاً (۸)

خداوند نعمت[2] ! شرف افزا نامہ پہنچا ، شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب اُن کی خدمت میں بھیج دیا گیا ۔ جناب شاہ صاحب سالک مجذوب ، یا مجذوب سالک ہیں ۔ اگر جواب بھجوا دیں گے تو جناب میں ارسال کیا جائے گا ۔

قصیدہ کو بارہا دیکھا[3] اور غور کی ، جس طور[4] پر ہے اُس میں گنجایش اصلاح کی نہ پائی ۔ یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دست گہ کا اظہار ہے ورنہ کوئی لفظ بے محل اور بے موقع نہیں ، کوئی ترکیب فارسی ٹکسال باہر نہیں ۔ مگر ہاں طرز گفتار کا بدلنا ، اُس کے واسطے چاہیے ۔ دوسرا قصیدہ اس زمین میں ایک اور لکھنا ، اور وہ تکلف بارد ہے ، بلکہ شاید حضرت کو نہ منظور بھی نہ ہو ۔ بس شرم کم خدمتی سے دل ریش اور فرط خجلت سے سردر پیش ہو کر قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں ۔ خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں ۔

۱- مہیش پرشاد صاحب نے غالباً اصل خط سے تاریخ نقل کی ہے ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۲۵۳ ، مجیدی صفحہ ۲۸۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۹۶ ، مہیش صفحہ ۱۴۵ ، مہر صفحہ ۳۶۲ ، عود ہندی صفحہ ۱۶۴ ۔
۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۳ ۔
۴- مہیش : "جس طرز پر ہے" ۔ اردوے معلیٰ ، مبارک علی : "جس طرح پر ہے" متن مطابق اردوے معلیٰ طبع اول ۔

[حضرت ! انہدام[1] مساکن و مساجد کا حال کیا گزارش کروں ؟ بانیِ شہر کو وہ اہتمام مکانات کے بنانے میں نہ ہوگا جو اب والیانِ ملک کو ڈھانے میں ہے ۔ اللہ اللہ ! قلعے میں اکثر اور شہر میں بعض ، وہ شاہ جہانی عمارتیں ڈھائی گئی ہیں کہ کدال ٹوٹ ٹوٹ گئے ہیں ، بلکہ قلعے میں تو ان آلات سے کام نہ نکلا ، سرنگیں کھودی گئیں اور بارود بچھائی گئی اور مکانات سنگیں اڑا دیے گئے] ۔

غلہ کی گرانی آفتِ آسمانی ، امراضِ دموی بلائے جانی ، انواع و اقسام کے اورام و ثبور شایع ۔ چارہ ناسود مند و سعی ضایع ۔

میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ع کو پہر دن چڑھے ، وہ فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی ، یا خود قہر الٰہی کا بے بہ بے نزول ہوا تھا ۔ یہ قدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ، ورنہ سر تا سر قلم رو ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی ۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام ۔

[نجات کا طالب ، غالب]

[مرقومہ[2] سحر گہ آدینہ ۲۴ ماہ اگست ۱۸۶۰ع]

[۳۳۴] ایضاً (۹)

پیر و مرشد[3] ! ۱۲ بجے تھے ، میں ننگ اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا

۱- یہ عبارت بھی عود ہندی و اردوے معلیٰ سے حذف ہے ۔ مہیش پرشاد نے غالباً اصل خط سے حاصل کی ہے ۔

۲- ۲۴ اگست ۱۸۶۰ع مطابق ۶ صفر ۱۲۷۷ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۵۴ ، مجیدی صفحہ ۲۸۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۶ ، رام نرائن صفحہ ۲۹۶ ، مہیش صفحہ ۱۴۱ ، مہر صفحہ ۳۵۸ ، عود ہندی صفحہ ۱۶۱ ۔

حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آ کر خط دیا ، میں نے کھولا ، پڑھا ، بغلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا ، اگر ہوتا تو میں گریبان بھاڑ ڈالتا ، حضرت کا کیا جاتا ؟ میرا نقصان ہوتا ۔

سرے سے سنیے : آپ کا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا[1] ۔ اس کی رسید آئی ، کئی کٹے ہوئے شعر اُلٹے آئے، ان کی قباحت پوچھی گئی ، الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیے گئے ۔ لو صاحب، یہ اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو ۔ اس نگارش[2] کا جواب آج تک نہیں آیا[3] ۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ اُن کو دیا ۔ جواب میں جو کچھ انھوں نے زبانی فرمایا ، آپ کو لکھا گیا ، حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا ۔ [شعر[4]]

پر ہوں میں شکوے سے یوں راگ[5] سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

سوچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ گئے تھے ۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں ۔ خیر ، اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے ۔ باسی کڑھی میں اُبال کیوں آئے ؟ بندگی ، بے چارگی ۔

پانچ لشکر کا حملہ پے بہ پے[6] اس شہر پر ہوا : پہلا باغیوں کا

۱۔ عود ہندی طبع اول میں ''پہنچا'' ۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۴ ۔
۳۔ عود ہندی ندارد ۔
۴۔ اضافہ از عود ہندی ۔
۵۔ عود ہندی طبع مبارک علی اور مہر صاحب : ''ہو راگ سے جیسے باجا''۔
۶۔ مہیش پرشاد : ''پے درپے''۔

لشکر ، اس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا ۔ دوسرا لشکر خاکیوں[1] کا ، اس میں جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی سراسر لٹ گئے ۔ تیسرا لشکر کال کا ، اس میں ہزار ہا آدمی بھوکے مرے ۔ چوتھا لشکر ہیضے کا، اس میں بہت سے پیٹ بھرے مرے ۔ پانچواں لشکر تپ کا ، اس میں تاب و طاقت عموماً لٹ گئی ۔ مرے آدمی کم لیکن جس کو تپ آئی اس نے پھر اعضاء میں طاقت نہ پائی ۔ اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا ۔ میرے گھر میں دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں ، ایک بڑا[2] لڑکا اور ایک میرا داروغہ ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے ۔

برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے ، لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں ۔ زمیندار خوش ، کھیتیاں تیار ہیں ۔ خریف کا بیڑا پار ہے ۔ ربیع کے واسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے ۔

کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائے گا ۔

اہا ہا ہا ! جناب حافظ محمد بخش صاحب ، میری بندگی !

مغل علی خاں غدر سے کچھ دن پہلے مستسقی ہو کر مر گئے ۔ ہے ہے ، کیوں کر لکھوں ، حکیم رضی الدین خاں کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی مار دی ۔ اور[3] احمد حسین خاں آن کے چھوٹے بھائی[4] اسی دن مارے گئے ۔ طالع یار خاں کے دونوں بیٹے ٹونک سے

۱۔ خاکی وردی کے انگریزی فوجی ۔

۲۔ عارف کے بیٹے باقر علی خاں کے بارے میں میر مہدی مجروح کو لکھا ہے : ”باقر علی خاں کو مہینہ بھر سے تپ آتی ہے“ اور کلو کے بیمار ہونے کا تذکرہ ہے ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۳۰۵ ۔

۴۔ عود ہندی : ”بھائی تھے“ ۔

رخصت لے کر آئے تھے ، غدر کے سبب جا نہ سکے ، یہیں رہے ، بعد فتح دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی ۔ طالع[1] یار خاں ٹونک میں ہیں ، زندہ ہیں ، ہر یقین ہے کہ مردہ سے بدتر ہوں گے ۔ میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی ۔ حال صاحب زادۂ[2] میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگے تھے ، وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے ۔ بڑودہ میں رہے ، اورنگ آباد میں رہے ، حیدر آباد میں رہے ۔ سال گزشتہ ، یعنی جاڑوں میں یہاں آئے ، سرکار سے ان کی صفائی ہو گئی ، لیکن صرف جان بخشی ۔

روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ ، اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علی خاں مرحوم رہتے تھے وہ ، اور خواجہ صاحب کی حویلی ، یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی ، اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پا کر ضبط ہوئی ، اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار میں داخل ہو گیا ۔ ہاں ، قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام ہیں ۔ وہ ان کو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو مل گئی ہے ، فی الحال نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں ، شاید بہاول پور بھی جائیں گے ۔

[۱۸۶۰ع[3]]

۱- طالع یار خاں ابن نواب محمد یوسف خاں ۔ نواب ٹونک کے استاد و مصاحب تھے اور وزیر پورہ جاگیر میں پایا تھا - ۱۸۶۴ع میں فوت ہوئے (دیکھیے حاشیہ عود ہندی ، صفحہ ۱۶۳ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور) ۔

۲- میر مہدی کے خط میں میر نصیر الدین کے لیے لکھا ہے کہ ''ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے'' ۔

۳- میر مہدی مجروح کے خط مرقومہ یکشنبہ ۲۲ ستمبر سے اگست

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۸۷ پر)

[۳۳۵] ایضاً (۱۰)

پیر و مرشد[1] ! آداب

غلط نامہ[2] 'قاطع برہان' کو بھیجے ہوئے تین دن اور آپ کی خیر و عافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازش نامہ پہنچا ۔ 'قاطع برہان' کے پہنچنے سے اطلاع پائی ۔

معتقدانِ برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ کے پکڑ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ، ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں ۔

ایک تو یہ کہ 'قاطع برہان' غلط ہے ، یعنی[2] ترکیب خلاف قاعدہ ہے ۔ کلام[3] قطع کیا جاتا ہے، برہان قطع نہیں ہو سکتی ہے[4]ـــــ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۶)

۱۸۶۱ع ہی متعین ہوتی ہے ، کیونکہ مضمون دونوں خطوں کے ایک ہیں اور اس خط کے اجمال کی تفصیل بھی اس میں موجود ہے ۔ دیکھیے طبع ہذا خط نمبر مسلسل صفحہ ۲۰۱ ۔ لیکن اس سے پہلے جو خط گزرا ہے اس کے اور اس کے مضمونوں میں باہمی ربط اسے ۱۸۶۰ع کا قرار دیتا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ مجروح کے خط کی تاریخ غلط ہو ۔ ایک سال کے فاصلے میں دو خطوں کی اتنی مشابہت عجیب ہے ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۵۵ ، مجیدی صفحہ ۲۸۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۹۷ ، مہیش صفحہ ۱۴۹ ، مہر صفحہ ۳۶۵ ، عود ہندی صفحہ ۱۵۵ ۔

۲۔ مہیش پرشاد : "یہ ترکیب" ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۶ ۔

۴۔ عود ہندی ندارد ۔

لو صاحب ! 'برہان قاطع' صحیح اور 'قاطع برہان' غلط، مگر 'برہان' قطع کی فاعل ہو سکتی ہے، اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتی ؟ 'قاطع برہان' میں جو برہان کا لفظ ہے یہ مخنف 'برہان قاطع' ہے، برہان قاطع کی رو کو قطع سمجھ کر 'قاطع برہان' نام رکھا تو کیا گناہ ہوا ؟

دوسرا ایراد یہ ہے [کہ مصرع[1]] "با انگسیاں ستیز بے جا"۔ انگش کا نون تلفظ میں نہیں آتا۔

میں پوچھتا ہوں خدا کے واسطے 'انگش' اور انگریز کا نون باعلان کہاں ہے ؟ اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں۔ اگر انگس کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا۔

وہ ورق جو چھاپے کا آپ کے پاس بھیجا[2] ہے، اس کو غلط نامہ شاملہ کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجیے گا۔

حضرت ! کیوں اپنے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا [مصرع] :

این ہم کہ جوابے نہ نویسند جواب ست

سمجھ لو اور چپ رہو۔ میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ لکھے گا کہ میں نے مختار سے پوچھا ، اس نے یوں کہا، پھر میں نے یوں کہا — —

۱- قاطع برہان صفحہ ۱ شعر یوں ہے :

چوں کرد سپاہ ہند در ہند
با انگلسیان ستیز بے جا

عود ہندی میں انگسیاں کو 'ش' منقوطہ سے لکھا ہے۔

۲- مہیش : "پہنچا ہے"۔

اب یہ بات قرار پائی ہے۔ تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کریں گے، فقیر کبھی نہ مانے گا۔

ایک حکایت سنو: امجد[1] علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں، ایک صاحب میرے نیم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے، کسی زمانے میں وارد اکبر آباد ہوئے تھے، کبھی کہیں کے تحصیل دار بھی ہو گئے تھے۔ زبان آور اور چالاک۔ اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی، کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے ہاں دو ایک بار آئے تھے، پھر وہ خدا جانے کہاں گئے، میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے، امجد علی شاہ کے عہد[2] میں اُن کا خط ناگاہ مجھ کو بہ سبیل ڈاک آیا۔ چونکہ اُن دنوں میں دماغ درست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار[3] ہیں۔ خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرع لکھا [مصرع]

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا، جے پور میں نوکر ہو گیا، وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا، اب لکھنؤ میں[4] آیا ہوں۔ وزیر سے ملا ہوں، بہت عنایت کرتے ہیں، بادشاہ کی ملازمت انھیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ[5] نے

۱- امجد علی شاہ، اودھ کے بادشاہ جو ۵ ربیع الاول ۱۲۵۸ھ کو تخت نشین ہوئے اور ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ کو انتقال فرمایا۔

۲- اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۰۷۔

۳- عود ہندی: ''یہ وہی بزرگ ہیں''۔

۴- عود ہندی: ''میں'' ندارد۔

۵- عود ہندی: ''بادشاہ نے خانی و بہادری''۔

خان اور بہادر کا خطاب دیا ہے، مصاحبوں میں نام لکھا ہے، مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا۔ وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے، اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجیے گا تو بے شک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط [مشعر[1]] فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اسم یہ ہے:

امجد علی[2] شہ آنکہ بہ ذوق دعائے او
صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار

الخ——متردد تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں، توکلت علی اللہ بھیج دیا۔ رسید آ گئی، پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا، وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا، بہ آئین شائستہ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدر الدین[3] مہر کن سے میری

۱- یہ کلمہ صرف مہیش پرشاد نے لکھا ہے۔
۲- دیکھیے کلیات غالب فارسی، جلد دوم، صفحہ ۱۲۲، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ترتیب فاضل۔ قصیدہ کا مطلع ہے:

شادم کہ گردشی بہ سزا کرد روزگا
بے بادہ کام عیش روا کرد روزگار

۳- بدر الدین: دہلی کے مشہور مہر کن تھے۔ عہد شاہی میں سرکاری مہر کن تھے، انگریزی عمل داری میں بھی ان کی مہریں لندن جاتی تھیں۔ گورنری دربار سے خلعت مقرر تھا۔ ۱۸۷۵ع میں رحلت کی۔ نواب ضیاء الدین کے دیوان میں ایک شعر تاریخ ہے:

نام بدرالدین علی خاں با قلق ہر کہ برند
پے بہ سال فوت آں مرحوم حق آ گہ برند
(۱۲۹۲ھ)

مہر خطابی کھدوا کر بھیج دیجیے ۔ چاندی کا نگینہ مربع اور قلم جلی، فقیر نے سر انجام کر کے بھیج دیا ۔ رسید آئی اور قصیدہ کے بادشاہ تک گزرنے کی نوید ۔ بس[1] پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا ۔ میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا۔ ڈاک کا یہ توقیع کہ "مکتوب[2] الیہ یہاں نہیں" ۔ ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ ، بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط ۔ بہادری کی مہر تم سے بہ فریب حاصل کر کے مرشد آباد کو چلا گیا، چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیے تھے ۔

ایک قاعدۂ کلیہ دلی کا سمجھ لو ، خالق کی قدرت مقتضی اس کی ہے کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا ، مرد یا عورت ، خفقان و مراق اُس کی خلقت و فطرت میں ہو ۔

آٹھ دس برس کے بعد ساون کے اخیر میں مینہ خوب برسا ۔ لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا ۔ ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی گری ، دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے۔ مکان گرے، دس بیس آدمی دب کر مرے، دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے ، مراقیوں نے غل مچانا شروع کیا ، اپنے اپنے عزیزان بہ سفر رفتہ کو لکھا ، جا بجا اخبار نویسوں نے اُن سے سن کر درج اخبار کیا۔ لو، اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں ۔ دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے ، وہی خفقانی صاحب [اب] روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں ، اگر مینہ نہ برسے گا تو پھر کال پڑے گا ۔ مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے ، یغمائی لوگ کڑی تختہ ، کیواڑ ، چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالح ، سب لے گئے ۔ اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو

۱۔ عود ہندی و اردوے معلیٰ طبع اول "پس" مہیش "بس" ۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۸ ۔

آن میں مرمت کا مقدور کہاں ، فرمائیے مکانات کیوں کر نہ گریں ۔
[صبح' دو شنبہ ، ۱۳ صفر (۱۲۷۹ھ) و ۱۱ ماہ اگست ۱۸۶۲ع]

[۳۳۶] ایضاً (۱۱)

پیر و مرشد[۲] !

ایک نوازش نامہ آیا اور 'دستنبو' کے پہنچنے کا مژدہ پایا۔ اُس کا جواب یہی کہ کاربردازانِ ڈاک کا احسان[۳] مانا اور اپنی محنت کو رائگاں نہ جانا ۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا ، گویا ساغرِ التفات کا دوسرا دور پہنچا ۔

اب ضرور آ پڑا[۴] کہ کچھ حال اس ستارۂ دم دار کا لکھوں ۔ چناں چہ جس وقت سے وہ خط پڑھا ہے، سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چوں کہ بہ سبب فقدانِ اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے نا چار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آ جاتا ہے [مصرع]

ازیں ستارۂ دنبالہ دار می ترسم

۱- یہ عبارت مہیش پرشاد نے خط کے آغاز میں لکھی ہے۔ ۱۳ صفر اور ۱۱ اگست غالب نے لکھا ہے ۔ تقویم میں دو شنبہ کے دن ۱۴ صفر ۱۱ اگست ہے، شاید رویت میں اختلاف ہو۔ نیز دیکھیے حاشیہ عود ہندی صفحہ ۱۶۱ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ۔

۲- مجتبائی ، صفحہ ۲۵۸ ، مجیدی صفحہ ۲۸۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۹، رام نرائن صفحہ ۳۰۱ ، مہیش صفحہ ۱۳۹ ، مہر صفحہ ۳۵۶ ، عود ہندی صفحہ ۱۵۱ ۔

۳- عود ہندی و مہیش : ''احسان مانوں اور اپنی محنت کا رائگاں نہ جانا یقین جانوں''؟ اردوے معلیٰ میں اس فقرے کو بدل دیا ہے۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۹ ۔

یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے:

زخال گوشۂ ابروے یار می ترسم

کیا آپ مجھ کو بے ہنری اور ہیچ میرزی میں صاحبِ کمال نہیں جانتے اور اس عبارتِ فارسی کو میرا مصداقِ حال نہیں مانتے: "پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا، پیش ہیچ ہر دو، پیش ہر دو ہیچ" آرائشِ مضامینِ شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے، ورنہ سوائے موزونیِ طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے؟

بہ ہر حال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں، تب سطحِ فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ جس برج میں یہ نظر آئے، اس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں۔ پھر ذو ذنابہ کا مر اور طریقہ دیکھتے ہیں، ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں، تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہ جہاں آباد میں بعد غروبِ آفتاب افقِ غربیِ شہر پر نظر آتا تھا اور چوں کہ اُن دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا، تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ صورت عقرب میں ہے۔ درجہ و دقیقہ کی حقیقت نا معلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی۔ اب دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آیا[1] ہے جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ صورتیں قہر الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قران النحسین پھر کسوف پھر خسوف، پھر یہ صورت پُر کدورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا!

یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن، حسب الحکم حکام کوچہ و

۱۔ عود ہندی "آیا ہے" اردوے معلیٰ "آتا ہے"۔

بازار[1] میں روشنی ہوئی اور سب[2] کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلم رو ہند کا بادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کے ننگ بہادر کو ملکۂ معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند کا خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں تو قصیدہ اس تہنیت میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں، چناں چہ بشمول "دستنبو" نظر انور سے گزرا ہوگا: [شعر]

تا نہال دوستی کے بر دھد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

[اللہ[3]! اللہ! اللہ!

جمعہ[4]، پنجم نومبر سنہ ۱۸۵۸ع

چرا گویم کہ نامہ از کیست، خود می دانند کہ نامہ نگار کیست]

[۳۳۷] ایضاً (۱۲)

حضرت[5] پیر و مرشد!

اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے، تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انور الدولہ کا خط لایا [ع]

ایں کہ مے بینم بہ بیداریست یا رب، یا بخواب

منہ پیٹتا ہوں اور سر پٹکتا ہوں، کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں،

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۰-
۲- مہر صاحب نے "شب کو" لکھا ہے۔
۳- اضافہ از مہیش پرشاد۔
۴- مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ-
۵- مجتبائی صفحہ ۲۶۰، مجیدی صفحہ ۲۸۷، مبارک علی صفحہ ۲۳۱، رام نرائن صفحہ ۳۰۳، مہیش صفحہ ۱۳۷، مہر صفحہ ۳۵۵، عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۱۴۹-

نہیں لکھ سکتا ہوں ۔ الٰہی ، حیات جاودانی نہیں مانگتا ، پہلے انور الدولہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں ، پھر اُس کے بعد مروں ۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جانکاہ اور جانگزا ہے ۔ پر بہ موجب "تلف المال خلف العمر" عمر فزا ہے ، جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُس کو عمر کی قیمت جانیے اور ثبات ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانیے ۔ اللہ تعالیٰ [حضرت[1]] وزیر اعظم کو سلامت رکھے ، اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تا قیامت رکھے ۔

میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ع سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ع تک روداد نثر میں بہ عبارت فارسی نا آمیختہ بہ عربی لکھی ہے ۔ اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب ، آگرہ کو مطبع 'مفید الخلائق' میں چھپنے کو گئی ہے ۔ 'دستنبو' اُس کا نام رکھا ہے اور اُس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے ، بعد[2] چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانوں گا اور اُس کو ہم سخنی اور ہم زبانی جانوں گا ۔

جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے ، تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے ۔ اب کی جو خط لکھیے تو اُن کی خیر و عافیت بہر نمط لکھیے ۔ اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام پہنچے ۔

[۸[3] ستمبر ۱۸۵۸ع]

۱۔ اضافہ از عود ہندی و مہیش ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۱ ۔

۳۔ مہیش پرشاد اور ان کی طرح مہر صاحب نے "۸ اکتوبر ۱۸۵۸ع" لکھا ہے لیکن خط بنام مجروح نمبر ۲۰۲ ، اور مکتوب ۹ ستمبر ۵۸ع کے مطالعے سے کہ یہ خط ستمبر کا ہو سکتا ہے ۔ دیکھیے حاشیہ عود ہندی صفحہ ۱۵۱ ۔

[۳۳۸] ایضاً (۱۳)

پیر و مرشد[1] !

معاف کیجیے گا ۔ میں نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا ۔ یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استعباد اور استعجاب پایا جائے ، پرسش کے بعد بھی نئی کوئی بات نہیں سنی ۔

سنیے تو سہی موسم کیا ہے ۔ گرمی ، جاڑا ، برسات تین فصلیں اکٹھی ہو گئی[2] ہیں ، تگرگ باری علاوہ ۔ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے ، تو محل استعجاب کیوں ہو ۔ اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو ، اور پورب میں ہو ، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بانفراد بہہ رہی ہے اور وہاں کہیں 'کین[3]' کہیں اور ندی ، کہیں گنگ باہم مل گئی ہیں ، مجمع البحار ہے ۔

حضرت نے خوب وکالت کی ، مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی ، کہہ دو گے کہ گناہ معاف ہو گیا ۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانوں گا ۔ یہ دن مجھ پر برے گزرتے ہیں ۔ گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے ، جیسا زبان سے پانی پینے والے

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۶۰ ، مجیدی صفحہ ۲۸۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۳۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۴ ، مہیش صفحہ ۱۴۳ ، مہر صفحہ ۳۶۰ ، عود ہندی صفحہ ۱۴۸ ۔ عود ہندی طبع اول اور مہیش میں یہ فقرہ بطور شعر ہے :

پیر و مرشد معاف کیجیے گا
میں نے جمنا کا کچھ نہ لکھا حال

۲۔ عود ہندی میں "ہو گئی" ندارد ؛

۳۔ کین ایک ندی کا نام ہے ۔

جانوروں کا۔ خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے: [شعر]

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں
سوز غم ہائے نہانی اور ہے

[مرگ کا طالب ، غالب
[یوم' الخمیس، ۲۹ ذی الحجہ (۱۲۷۶)]

[۳۳۹] ایضاً (۱۴)

قبلہ' و کعبہ' ! وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی ، پڑھ کر بے چین ہو گیا ہوں ۔ اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا حال مفصل لکھیے ۔ چونکہ آپ نے[۳] کچھ نہیں لکھا ، تو اور زیادہ مشوش ہوں ۔ نسخہ' رفع تشویش ، یعنی شفقت نامہ جلد بھیجیے ۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ۔ حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ۔ متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں ۔

کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا ہے ، بجنسہ ارسال کرتا ہوں ۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ میرن[۴] صاحب نے انتقال کیا یہ

۱۔ یہ تاریخ مہیش پرشاد نے اصل خط کے مطابق آغاز میں لکھی ہے۔ سنہ کا اضافہ خود منشی جی نے کیا ہے جو ۱۹ جولائی ۱۸۶۰ع کے مطابق ہے ۔ نام آخر خط میں ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۶۱ ، مجیدی صفحہ ۲۸۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۴ ، مہیش صفحہ ۱۳۶ ، مہر صفحہ ۳۵۵ ، عود ہندی صفحہ ۱۴۵ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۲ ۔

۴۔ سید میرن صاحب ، سید العلماء مولود ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ
(باقی حاشیہ صفحہ ۵۹۸ پر)

چھوٹے بھائی تھے مجتہد[1] العصر لکھنئو کے ۔ نام اُن کا سید حسین اور خطاب "سید العلماء" نقش نگین ۔ "میر حسین ابن علی" میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی ، اس میں پانچ بڑھتے ہیں ۔ یعنی ۱۲۷۸ ہوتے تھے ، تخرجہ نئی روش کا میرے خیال میں آیا ، میں تو جانتا ہوں اچھا ہے ، دیکھوں آپ پسند فرماتے ، یا نہیں : **قطعہ**

حسین ابن علی آبروے علم و عمل
کہ سید العلما نقشِ خاتمش بودے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر
غمِ حسینِ علی سالِ ماتمش بودے

زیادہ ، حد آداب

[عرضداشت[2] جواب طلب ۔

دو شنبہ ، بہ حساب تقویم یازدہم و از روے رویت دہم ربیع الاول

سنہ ۱۲۷۳ھ]

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۹۷ سے)

متوفی ۱۸ صفر ۱۲۶۳ھ غالب نے ان کی وفات پر ایک ترکیب بند بھی لکھا ہے ۔ دیکھیے کلیات غالب فارسی ، جلد اول طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۳۶۳ ۔

زین خرابی کہ در جہان افتاد
بگزر از خاک کا سماں افتاد

۱۔ مجتہد العصر ، لقب جناب سید محمد بن سید دلدار علی مولود ۱۷ صفر ۱۱۹۷ھ متوفی ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ ۔

۲۔ یہ عبارت مہیش پرشاد سے ماخوذ ہے ۔ یہ تاریخ ۱۰ نومبر ۱۸۵۶ع کے مطابق ہے ۔

[۳۴۰] ایضاً (۱۵)

پیر و مرشد[۱] !

یہ خط لکھنا نہیں ہے ، باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا ۔

خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدر الدین علی خاں کا نظیر نہیں ۔ پس مہر اور کون کھود سکے گا ؟ ناچار میں نے آپ کا نوازش نامہ ، جو میرے نام تھا ، وہ ان کے پاس بھجوا دیا[۲] ۔ انھوں نے رقعہ میرے نام [کا] آج بھیجا ۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں ۔ [میں[۳] نہیں سمجھا کہ قسم دوم پکھراج کی کیا ہے] آپ پڑھ لیں اور سمجھ لیں اور نگین بہ احتیاط ارسال فرماویں ۔ روپے کے بھیجنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے ، جب میں عرض کروں ، تب بھیجیے گا ۔

تعجب ہے کہ[۴] جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا ۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنائے جاویں اور میری بندگی کہی جائے ۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۶۲ ، مجیدی صفحہ ۲۸۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۵ ، مہیش صفحہ ۱۳۴ ، مہر صفحہ ۳۵۴ ، عود ہندی صفحہ ۱۴۴ ۔

۲۔ عود ہندی ''بھیج دیا'' ۔

۳۔ اضافہ از عود ہندی طبع اول جس میں ''میں نہیں سمجھتا'' اور خطوط غالب ، مہیش میں مطابق متن ہے ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۳ ۔

کو میرا سلام بہ [صدا] ہزار اشتیاق پہنچے۔

[مرقومہ[۲]، یکشنبہ، ۲۹ جون سنہ ۱۸۵۶ع

از غالب]

[۳۳۱] ایضاً (۱۶)

للہ[۳] الشکر، کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بہ خیر و عافیت ہے۔ پہلے نوازش نامہ کا جواب با آنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا، ہنوز لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک اور[۴] مکرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں، چنانچہ کل تیسرا[۵] مسہل ہو گا۔ اس سبب سے اُس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا، جو آپ نے لکھا ہے۔

"ارنی" کی 'رے' کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے اور "ارنی" بر وزن "چمنی" گنجائش پائے، تو نعم الاتفاق ہے، ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے۔ مرزا عبدالقادر بیدل [شعر[۶]]

۱- اضافہ از عود ہندی و مہیش۔ اردوے معلیٰ ندارد۔

۲- مہیش پرشاد نے یہ تاریخ اصل خط سے حاصل کی ہے۔ یہ تاریخ مطابق ہے، ۲۵ شوال ۱۲۷۲ھ کے۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۳۳، مجیدی صفحہ ۲۸۹، مبارک علی صفحہ ۲۶۲، رام نرائن صفحہ ۳۰۶، مہیش صفحہ ۱۳۲، مہر صفحہ ۲۵۳، عود ہندی صفحہ ۱۴۴۔

۴- عود ہندی: "کل اور ایک مکرمت نامہ آیا"۔ مہیش: "کل ایک مکرمت نامہ اور آیا"۔ متن مطابق اردوے معلیٰ طبع اول۔

۵- اردوے معلیٰ: "میرا مسہل ہو گا"۔ تصحیح متن میں عود ہندی طبع اول و مہیش سے استفادہ کیا ہے۔

۶- اضافہ از عود ہندی۔

چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و مگریز[1]
کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی

اسد اللہ بیگ غالب : [شعر[2]]

رفت آنکہ ما ز حسن مدارا طلب کنیم
سر رشتہ در کف ارنی گوئے طور بود

زوائد سے فارغ ہوکر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے ! قبلہ ! آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے ؟ کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان ! کیا میں سخن ناشناس اور نا انصاف ہوں کہ ایسے کلام کے حک و اصلاح پر جرأت کروں ؟ [مصرع[2]]

چہ حاجت ست بہ مشاطہ روے زیبا را

ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں [مصرع[2]]

اے مطرب جادو فن ، بازم رہ ہوشم زن

دو میم آ پڑے ہیں ، ایک میم محض بیکار ہے ۔ "دیگر" کی جگہ آپ "بازم" لکھ گئے ہیں [مصرع[2]]

اے مطرب جادو فن ، دیگر رہ ہوشم زن

اب دیکھیے "اور[2]" صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں ۔ اتنی عنایت فرمائیے گا کہ ہر صاحب کے تخلص کے ساتھ ان کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیے گا ۔ زیادہ حد ادب ۔

[نگاشتہ[3] ، پنجشنبہ، ششم صفر ۱۲۷۲ھ و ہژدھم اکتوبر سنہ ۱۸۵۵ع

از اسد اللہ]

۱۔ عود ہندی "بگذرد" اور "کمترزد" اردوے معلیٰ طبع اول مطابق متن مہیش "بگو و بگزر" ۔

۲۔ اضافہ عود ہندی ۔

۳۔ اردوے معلیٰ آغاز صفحہ ۳۱۴ ۔

۴۔ اضافہ از مہیش پرشاد ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۴۲ ۔

[۳۴۲] ایضاً (۱۷)

کیوں[1] کر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں ، اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں ۔ واہ کیا ہوش مندی ہے کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں ۔ نہ القاب ، نہ آداب ، نہ بندگی ، نہ تسلیم ۔ سن غالب ! ہم تجھ سے کہتے ہیں ، بہت مصاحب نہ بن ، اے ایاز حد خود بہ شناس ! مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد [رات کو[2]] نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے ، مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے ؟ پہلے القاب لکھ ، پھر بندگی عرض کر ، پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج [مبارک[2]] کی خبر پوچھ ، پھر عنایت نامہ کے آنے کا شکر ادا کر اور یہ کہہ کہ جو میں تصور کر رہا تھا ، وہ ہوا ، یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا ، اسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا ، معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائے گی۔ موسم اچھا آ گیا ہے [شعر[2]]

گرمی از آب بروں رفت و حرارت ز ہوا
محملِ مہرِ جہاں تاب بہ میزاں آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ہے ، ورنہ بہ حسب رائے طبیب تنقیہ کر ڈالیے[3] ۔ مجھ کو بھی آج دسواں منضج ہے ۔ پانچ سات دن کے بعد مسہل ہو گا[4] ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۶۳ ، مجیدی صفحہ ۲۹۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۷ ، مہیش صفحہ ۱۳۰ ، مہر صفحہ ۳۵۱ ، عود ہندی صفحہ ۱۳۸ ۔

۲۔ اضافہ از مہیش پرشاد و عود ہندی ۔

۳۔ عود ہندی " کروائیے" ۔

۴۔ اردوے معلیٰ میں خط یہیں ختم ہو گیا ہے لیکن عود ہندی میں اس کا باقی حصہ بھی ہے ۔

[۱شب کو ناگاہ ایک نئی۲ زمین خیال میں آئی۔ طبیعت نے راہ دی غزل تمام کی ۔ اسی وقت سے یہ خیال میں تھا کہ کب صبح ہو اور کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجوں ۔ خدا کرے آپ پسند کریں اور میرے قبلہ جناب میر امجد علی صاحب کو سنا دیں اور میرے شفیق منشی نادر حسین خاں صاحب اور اُن کے بھائی صاحب اس کو پڑھیں ۔ پروردگار اس مجمع کو سلامت رکھے ۔

غزل

اے۳ ذوق نواسنجی، بازم بہ خروش آور
غوغاے شبیخونے بر بُنگہ ہوش آور
گر خود نجہد از سر از دیدہ فرو بارم
دل خون کن وآں خون را در سینہ بہ جوش آور
ہاں ہم دم فرزانہ ، دانی رہ ویرانہ
شمعے کہ نخواہد شد از باد خموش ، آور
شورابہٴ این وادی تلخ است ، اگر رادی
از شہر بسوے من ، سر چشمہٴ نوش آور
دانم کہ زرے داری ، ہر جا گذرے داری
مے گر نہ دہد سلطان ، از بادہ فروش آور
گر مغ بہ کدو ریزد ، بر کف نہ و راہی شو
ور شہ بہ سبو بخشد ، بردار و بدوش آور

۱۔ یہ پوری عبارت اردوے معلیٰ میں نہیں ۔ عود ہندی اور مہیش سے اضافہ ہے ۔ تاریخ مہیش میں ہے عود ہندی میں نہیں ہے
۲۔ عود ہندی : "ایک زمین نئی خیال میں آئی"۔
۳۔ یہ غزل دیوان غالب طبع دہلی میں نہیں ہے ۔ کلیات فارسی طبع لکھنئو میں اضافہ کی گئی ہے ۔ اس خط سے معلوم ہوا کہ ۴ اکتوبر ۱۸۵۵ع کو لکھی گئی ہے ۔ دیکھیے کلیات غالب فارسی، جلد سوم طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۲۲۰ ۔

ریحاں دمد از مینا ، رامش چکد از قلقل
آں در رہ چشم افگن ، وین از پے گوش آور
گاہے بہ سبک دستی ، زاں بادہ ز خویشم بر
گاہے بہ سیہ مستی ، از نغمہ بہ ہوش آور
غالب کہ بقایش باد ہم پائے تو گر ناید
باری ، غزلی ، فردے ، زاں موئنہ پوش آور
روان داشتہ[1] پنجشنبہ ۲۱ محرم ۱۲۷۲ھ و
۴ اکتوبر سنہ ۱۸۵۵ع]

[۳۴۳] ایضاً (۱۸)

پیر و مرشد[2] !

آداب ، مزاج مقدس ؟

میرا جو حال آپ نے پوچھا، اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے ۔ ایک فصد ، بائیس منضج ، چار مسہل[3] ، کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے ۔ بارے آفتاب عقرب میں آ گیا ، پانی برقاب ہو گیا ہے ، کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے ۔ یہ ضعف ، ضعفِ قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل نہ کر سکیں ۔

۱۔ خطوط غالب مہر : ''دوشنبہ ۲۱ محرم و ۲ اکتوبر ۱۸۵۵ع''
لیکن تقویم و مہیش کی رو سے غلط ہے ۔ ۲۱ محرم کو پنج شنبہ ہے ، دوشنبہ نہیں ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۶۴ ، مجیدی صفحہ ۲۹۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۷ ، مہیش صفحہ ۱۵۲ ، مہر صفحہ ۳۵۷ ، عود ہندی صفحہ ۱۳۱ ۔

۳۔ ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۵ع کو لکھا ہے ''کل تیسرا مسہل ہوگا'' گویا ۱۹ کو تیسرا مسہل ۲۲ کو چوتھا مسہل ہوا

غزلوں کو پرسوں[1] سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے، جو آن غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجیے اور میرے داد دینے کی داد دیجیے۔ مولانا قلق نے متقدمین، یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے۔ اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری، متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں۔ اگر تکلف[2] و تملق سے کہتا ہوں، تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کے واسطے مجھ سے فرماتے ہیں، یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بے جا ہو، کوئی لفظ نا روا ہو، تو میں حکم بجا لاؤں۔ زیادہ حد ادب۔

[۲۲ ؟[3] اکتوبر ۱۸۵۵ء]

[۳۴۴] ایضاً (۱۹)

قبلہ[4] و کعبہ! کیا لکھوں؟ امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۵ - پرسوں سے اندازاً اکیس بائیس کے کچھ بعد کی تاریخ متعین ہوتی ہے۔

۲- اردوے معلیٰ: ''اور تکلف اور تملق سے کہتا ہوں'' تصحیح از عود ہندی و مہیش۔

۳- مہیش پرشاد نے اسے ۱۸۶۲ء اور ۱۸۶۴ء کے درمیان کا خط فرض کیا ہے لیکن سنہ نہیں لکھا، مگر گزشتہ خطوط کی روشنی سے ثابت ہے کہ یہ خط ۱۸ اکتوبر کے بعد کا ہے۔ اٹھارہ اکتوبر کو مرزا ''اور صاحبوں کی غزلیں'' آنے کے منتظر ہیں۔ جناب مہر صاحب نے بھی مہیش پرشاد کی نقل کی ہے۔

۴- مجتبائی صفحہ ۲۶۴، مجیدی صفحہ ۲۹۱، مبارک علی صفحہ ۲۳۴، رام نرائن صفحہ ۳۰۸، مہیش صفحہ ۱۴۷، مہر صفحہ ۳۶۳؛ عود ہندی صفحہ ۱۳۳۔

محالات عادیہ میں سے ہے۔ کیوں کر ہو سکے کہ ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو۔ یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ! اکثر امور میں تم کو اپنا ہم طالع [اور ہم درد[1]] پاتا ہوں، عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے نا خوشی، میرا ہم قوم تو سراسر قلم رو ہند میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار، یا دشت خفچاق میں سو، دو سو ہوں گے، مگر ہاں اقربائے سبھی ہیں[2]۔ سو پانچ برس کی عمر سے ان کے دام میں اسیر ہوں۔ اکسٹھ[3] برس ستم اٹھائے ہیں: [شعر][4]

گر دہم شرح ستم ہائے عزیزاں غالب
رسم امید ہمانا، ز جہاں بر خیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو، نہ میں تم کو مدد دے سکتا ہوں۔ اللہ، اللہ! دریا سارا تیر چکا ہوں، ساحل نزدیک ہے، دو ہاتھ[5] لگائے اور بیڑا پار ہے: [بیت[6]]

عمر بھر دیکھا کیا[7] مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

۱۔ اضافہ از مہیش پرشاد۔

۲۔ عود ہندی طبع اول: ''اقربائے سبھی، پانچ برس کی عمر''۔

۳۔ ۱۲۷۸ھ کو مرزا کی عمر بینسٹھ سال آٹھ مہینے ہوئی۔ اس میں سے پانچ برس نکلے تو ساٹھ برس آٹھ مہینے صحیح مدت ہوئی۔

۴۔ اضافہ از عود ہندی۔

۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۶۔

۶۔ عود ہندی۔

۷۔ غالب نے دیوان میں ''دیکھا کیے'' لکھا ہے، مگر اس خط اور صوفی منیری کے خط میں ''دیکھا کیا'' لکھا ہے۔

[یہ[1] بھی تو پوچھو کہ آپ کے خط کا جواب اتنی جلدی کیوں لکھا ، یعنی کم و بیش مہینہ بھر کے بعد ـــ کیا کروں ؟]

شاہ اسرار الحق کو [آپ کا[2]] اور حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا ۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا ۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں ۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے ۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا ، کہا کہ کل بھیج دوں گا ۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتے کے عرصہ ہوا ، ناچار ان کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں : [شعر[3]]

از خون دل نوشتم نزدیک دوست نامہ

انی رأیت دہراً فی[4] ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیے گا اور یہ خط ان کو پڑھوا دیجیے گا ۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام پہنچے ۔ اگرچہ آپ مبتلائے رنج و الم ہو ، مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انورالدولہ کے ہم درد ہو ۔ مورد ستم ہائے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع ، اور برہان ہے قاطع ۔

ہاں حضرت ! بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ۔ ان کے تخلص نے مجھ کو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں ۔ آپ ان کا حال لکھیے ، خواجہ اسماعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح ہیں ؟ سنیے قبلہ ! میں تو آپ سے شاہ انوارالحق

۱-۲- یہ عبارت اردوے معلیٰ سے حذف ہے ۔ ہم نے عود ہندی طبع اول اور مہیش سے حاصل کی ہے ۔

۳- عود ہندی ۔

۴- حافظ شیرازی کا شعر ہے ، دیوان حافظ میں "من ہجرک القیامہ" درج ہے اور یہی صحیح ہے ۔

کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ ان کے خط کے حاصل ہونے کے انتظار میں مجھ کو خط نہ لکھ سکیں ۔ مترصد ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں ۔

[جواب کا طالب ، غالب]

[صبح سہ شنبہ[1] ، ۲۲ اکتوبر ۱۸۶۱ع]

۱۔ اردوے معلیٰ میں تاریخ موجود نہیں ، مہیش پرشاد صاحب نے اصل خط سے جو مقابلہ کروایا ہے اس کی روشنی میں ۲۲ اکتوبر لکھا ہے ۔ اور سنہ کا اضافہ خود کیا جو تقویم کے لحاظ سے صحیح ہے ۔

[۳۴۵] بنام میر[1] افضل علی عرف میرن صاحب (۱)

سعادت و اقبال نشان میرافضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب!
خدا تم کو سلامت رکھے اور پھر تمھاری صورت مجھ کو دکھا وے۔

تمھارا خط پہنچا ، آنکھوں سے لگایا ، آنکھوں میں نور آیا ، دل[2] پر رکھا مزا پایا ۔ کل تک اس نام کو سن کر شرماتے تھے ، اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے ۔ اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو ۔ کاش کہ تم یہاں آ جاؤ ، تب اس تحریر کا مزا پاؤ ۔ میر مہدی صاحب وہ تحریر تمھاری ، بہ نسبت میرے دیکھ کر بہت خفا ہوئے ۔ چنانچہ اب جو تمھاری اُن کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم ہو گا ۔

بھائی ! تمھارے سالے[3] صاحب غرور کے پتلے ہیں ، دو ایک بار میں نے اُن کو بلایا ، انھوں نے کرم نہ فرمایا ۔ تم سچ کہتے ہو

۱۔ میر افضل علی میرن صاحب غالب کے شاگرد اور محبوب دوست تھے۔ دلی کے باشندے، غدر میں بے وطن ہوئے۔ پانی پت، الور ، جے پور اور حیدر آباد گئے ۔ غالب نے رام پور کے لیے خط بھی دیا تھا ۔ خوبصورت و خوش گلو آدمی تھے ۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۸ع سے کچھ پہلے شادی ہوئی تھی ۔ ہنگامہ سنہ ۱۸۵۷ع میں پانی پت چلے گئے تھے ۔ غالب "میرن صاحب" کی مناسبت سے مجتہد العصر کہا کرتے تھے کیوں کہ مولانا سید حسین صاحب سید العلماء کی عرفیت میرن صاحب تھی ۔
مجتبائی صفحہ ۲۶۶ ، مجیدی صفحہ ۳۶۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۶
رام نرائن صفحہ ۳۰۹ ، مہر صفحہ ۳۱۴ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۷ ۔

۳۔ شاید اس کا نام مولوی مظہر علی ہے ۔

یہ لوگ اور ہی آب و گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نہ بنے گی اور گہری نہ چھنے گی۔ وہیں بیٹھے رہو، دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔

میر سرفراز حسین صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملکِ عدم ہوئے، سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ ان کے مرگ و زیست کی خبر نہیں۔ دو چار جو باقی رہے ہیں، خدا جانے کہاں بستے ہیں کہ ہم ان کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی، پھر دعا۔

دو شنبہ ۹ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع[1] بین الظہر والعصر۔

حوالہ میر مہدی طال عمرہ

[۳۳۶] ایضاً (۲)

برخوردار[2] کام گار میر افضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہ۔

بعد دعا کے واضح رائے سعادت انتمائے ہو، آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا، میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے لگایا۔ ہاں صاحب، تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں، کیوں نہ خوش ہوں؟ خوشی کی بات ہے۔ تمھارے سر کی قسم! میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے۔ وہ میر سرفراز حسین ک

۱- جنتری میں سہ شنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۸ع مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ہے۔

۲- مجنبائی صفحہ ۲۶۶، مجیدی صفحہ ۳۶۳، مبارک علی صفحہ ۲۳۶، مہر صفحہ ۳۱۵، نے عنوان میں "طال اللہ العمرہ" لکھا ہے جو غلط ہے۔

شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکرانا ۔ خدا کبھی[1] مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے ۔ میر نصیر الدین یہاں آ گئے ہیں ۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی پوچھیں تو کہنا کہ تم کو کچھ نہیں لکھا ۔

کل میں نے خبر منگوائی تھی ، سو لڑکی کو ابھی تپ آئے جاتی ہے ۔ یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا ۔ ہاں تم کو ضرور ہے ، اُن سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی ۔ والدعا

چہارشنبہ[2] ، ششم جولائی سنہ ۱۸۵۹ع غالب

[۳۳۷] ایضاً (۳)

میری جان[3] !

تمھارا رقعہ پہنچا ، نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں ؟ بہ ہر حال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے ، میں نے تم کو خدا کو سونپا ، تم مجھے کس کو سونپ چلے ؟

جواب کا طالب غالب

۲۱[4] - جولائی[5] ۱۸۶۴ع

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۸ -

۲- مطابق ۵ ذی حجہ ۱۲۷۵ھ -

۳- مجتبائی صفحہ ۲۶۷ ، مجیدی صفحہ ۲۶۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۷ ، مہر صفحہ ۳۱۵ -

۴- مہر صاحب نے دو جولائی لکھا ہے جو اردوے معلیٰ طبع اول کے خلاف ہے ۔

۵- مطابق پنج شنبہ ۱۵ صفر ۱۲۸۱ھ -

[۳۴۸] به نام[۱] مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک (۱)

و للرحمان[۱] الطاف خفیہ ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی ۔ دم غنمیت ہے ۔ جان ہے تو جہان ہے ۔ کہتے ہیں کہ خدا سے نا آمیدی کفر ہے ۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے نا آمید ہو کر کافر مطلق ہو گیا ، موافق عقیدۂ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی ۔ چل بھئی نہ دنیا نہ دین ۔ مگر تم حتی الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے نا آمید نہ ہو ۔ ان مع العسر یسراً کو اپنے نصب العین رکھو : [ع]

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست

۱- عاشور علی خان نامی ایک ازبک ترک شاہ عالم کے زمانے میں شہرت کے مالک تھے ۔ ان کے بیٹے میرزا عالم بیگ خان حالات کے ہاتھوں دہلی سے حیدر آباد دکن چلے گئے ۔ یہیں نومبر ، دسمبر ۱۸۲۴ع مطابق ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ میں عالم بیگ کے پہلے فرزند قربان علی کی ولادت ہوئی ۔ قربان علی چھ سال کے ہونے تو ان کے والد دہلی آ گئے۔ قربان علی کی تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی، ۱۸۵۷ع میں دہلی اُجڑی تو قربان علی بھی نکلے ، مگر امن امان کے بعد پھر آ گئے ۔ آخر ۱۸۶۳ع کے آخر میں ریاست الور کی نوکری مل گئی اور وکالت سرکار پر فائز ہوئے ۔ ۱۸۷۰ع میں پھر دہلی آئے اس کے بعد حیدر آباد چلے گئے اور یہیں ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ع میں وفات پائی (مقدمہ کلیات سالک، از کلب علی خاں فائق ، طبع مجلس ترقی ادب ، لاہور) ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۶۷ ، مجیدی صفحہ ۳۶۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۷ ، مہر صفحہ ۱۱۲ ۔

گھر میں تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے - محمد میرزا پنج شنبہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آ جاتا ہے - رضوان ہر روز شب کو آتا ہے -

یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی بندگی کہتے ہیں - کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے - اوروں کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کورنش بھی بجا لائیں -

خط بھیجتے رہا کرو - والدعا -

اپنی مرگ کا طالب ، غالب

صبح دو شنبہ ۶' صفر [۱۲۸۱ھ]

۱۱ جولائی سال حال [۱۸۶۴ع]

[۳۴۹] ایضا (۲)

میری جان[۲] ! کن اوہام میں گرفتار ہے - جہاں باپ کو پیٹ چکا ، اب چچا[۳] کو بھی رو ، تجھ کو خدا جیتا رکھے ، اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورتِ وقوعی دے - یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں ، مخلوق کا کیا ذکر ، کچھ بن نہیں آتی - اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں ، رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں ، یعنی میں نے اپنے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۹ - سنہ کا اضافہ تقویم سے ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۲۶۷ ، مجیدی صفحہ ۳۶۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۲ ، مہر صفحہ ۱۱۱ -

۳- شاید نیاز بہادر خاں مراد ہیں - ان کی صحیح تاریخ و سوانح معلوم نہیں لیکن مرثیہ رضوان کے ایک شعر پر حاشیہ میں خود سالک نے یہ نام لکھا ہے :

عم شہید پاس بنے گا مزار کیا
مٹی الٰہی کیا مری خاک سے ہے

دیکھیے کلیات سالک طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۵۹۷ -

کو اپنا غیر تصور کیا ہے - جو دکھ مجھے پہنچتا ہے ، کہتا ہوں کہ لو ، غالب کے ایک اور جوتی لگی - بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی داں ہوں ، آج دور دور تک میرا جواب نہیں - لے ، اب تو قرض داروں کو جواب دے - سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرا ، بڑا ملحد مرا ، بڑا کافر مرا - ہم نے از راہ تعظیم ، جیسا بادشاہوں کو بعد اُن کے "جنت آرام گاہ" و "عرش نشیمن" خطاب دیتے ہیں ، چونکہ یہ اپنے کو 'شاہ قلم رَوِ سخن' جانتا تھا ، "سقر مقر" اور "ہاویہ زاویہ" خطاب تجویز کر رکھا ہے -

آئیے ، نجم الدولہ بہادر ایک قرض دار کا گریبان میں ہاتھ ، ایک قرض دار بھوگ سنا رہا ہے -

میں اُن سے پوچھ رہا ہوں ، اجی حضرت نواب صاحب ! نواب صاحب کیسے ، اوغلان صاحب ! آپ سلجوقی اور افراسیابی ہیں ، یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے ؟ کچھ تو اکسو ، کچھ تو بولو -

بولے کیا ، بے حیا ، بے غیرت ، کوٹھی سے شراب ، گندھی سے گلاب ، بزاز سے کپڑا ، میوہ فروش سے آم ، صراف سے دام ، قرض لیے جاتا ہے - یہ بھی تو سوچا ہوتا ، کہاں سے دوں گا -

[١٨٦٤[2] ؟]

١- سقر : جہنم - مقر: قرار گاہ - ہاویہ : گڑھا ، غار - بھوگ : گالی - اوغلان : (ترکی) فرزند - خانہ زاد - مولوی محمد شفیع ، فرہنگ مطلع سعدین ، چاپ ١٣٦٠ھ لاہور - مہر صاحب نے لکھا ہے : "ترکی زبان میں خطاب کے لیے احترام کا لفظ ، جیسے ہمارے ہاں جناب"- مگر میرے خیال میں یہ لفظ یہاں اچھے مفہوم میں نہیں ہے - گندھی : عطر فروش و عرق فروش -

٢- صرف ایک تخمینہ ہے ، مہر صاحب نے تاریخ تجویز نہیں کی ہے - لیکن چونکہ سالک ٦٤ ، ٦٥ میں دلی سے باہر رہے ہیں اس بنا پر یہ خط بھی ١٨٦٤ع کا فرض کر رہا ہوں -

[۳۵۰] بہ نام[1] مرزا شمشاد علی بیگ خاں صاحب رضوان (۱)

فرزند[2] دلبند! شمشاد علی بیگ خاں کو اگر خفا نہ ہوں، تو دعا اور اگر آزردہ ہوں تو بندگی۔

غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی۔

از آمدن کعبہ پشیماں شدہ باشی

قربان[3] علی بیگ خاں کو دعا کہنا، **مرزا** تفضل حسین خاں کو دعا کہنا اور اُن کا حال لکھنا۔

آج شنبہ ۴ نومبر کی ہے، پرسوں نواب صاحب[4] دورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤں گا۔ آ کر چار روز یہاں رہیں گے، پھر نمائش گاہ بریلی کی سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جب آئیں گے تو صاحب کمشنر بریلی کا انتظار فرمائیں گے۔ وہ پنجم دسمبر تک آ جائیں گے۔ تین دن جشن رہے گا، اس کے دو چار روز بعد غالب رخصت ہوگا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جائے۔

۱۔ مرزا شمشاد علی بیگ، قربان علی بیگ کے چھوٹے بھائی ۱۸۳۷ع ۱۲۵۳ھ میں ولادت ہوئی۔ ۱۸۷٦ع/۱۲۹۳ھ میں وفات پائی۔ دہلی کے معززین میں شمار ہوتے، الور میں ڈپٹی کلکٹری کے فرائض بھی انجام دیے تھے۔ چند تصانیف بھی یادگار ہیں—(دیکھیے مقدمۂ کلیات سالک، از کلب علی خاں صاحب فائق)۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲٦۷، مجیدی صفحہ ۳٦۵، مبارک علی صفحہ ۲۳۸، مہر صفحہ ۱۱۲۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۲۰۔

۴۔ نواب کلب علی خاں آف رام پور۔

پیر جی[1] بہت یاد آتے ہیں ، اُن کو دعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پڑھنا ، پھر سالک کو پڑھانا ، پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خاں کو دکھانا ، پھر مرزا تفضل حسین خاں کے پاس لے جانا ۔ اس قصیدہ کے ساتھ کی نثر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور اس کی نقل کر لینا اور 'قاطع برہان' کا حال لکھنا ۔ میں نے تیس روپیہ کی ہنڈوی ، سو روپیہ کی باقی حکیم جی کو بھیج دی ہے ، حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی ۔ اُن سے رسید لکھوا بھیجو ۔ اور سب جلدوں کے شیرازے بندھ جائیں اور موٹا کاغذ دونوں طرف لگ جائے ۔ خبردار ! کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے ۔ تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیج دینا ۔ یا روپیہ فوراً بھیج دوں گا یا آ کر دوں گا ۔

گورنر کا حال لکھو ۔ کون کون حاضر ہوا ؟ کس کس کی ملاقات ہوئی ؟ فرخ[2] سیر کے دادا صاحب آئے ہیں یا نہیں ؟ اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو ۔ ہاں بھائی ! ٹونک والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور لکھنا ۔ علی نقی[3] خاں وزیرِ شاہِ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجھ کو ان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا ۔

۱۔ پیرجی : قمر الدین نام تھا ۔ عرفیت ہی کو تخلص بنا لیا تھا ، ۱۲۹۸ھ میں انتقال کیا ، غالب و سالک کے شاگرد تھے۔

۲۔ فرخ سیر سے مراد امیر الدین احمد خاں فرخ ، ان کے دادا امین الدین احمد خاں ۔

۳۔ معتمد الدولہ نواب علی نقی خاں بہادر سابق وزیر اعظم لکھنؤ نے بقول مظہر علی سندیلوی ۳۰ نومبر ۱۸۷۱ع بہ عارضۂ ہیضہ رحلت کی ۔ مرحوم اس وقت نواب محسن الدولہ کے یہاں لکھنؤ (باقی حاشیہ صفحہ ٦٢٠ پر)

آج شنبہ چوتھی نومبر کی ہے ۔ آٹھ دن میں خط[1] کی آمد و شد یقینی ہے ۔ نو دن راہ دیکھوں گا ۔ دسویں دن اگر تمھارا خط نہ آیا ، تو میں تمھارا رافضی بن جاوں گا ۔

مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب

[شنبہ[2] ۴ - نومبر ۱۸۶۵ع]

[۳۵۱] ایضاً (۲)

مرزا[3] ! رسمِ تحریرِ خطوط بہ سببِ ضعف ترک ہوتی جاتی ہے ۔ تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں ۔ اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو ۔ رام پور کے سفر میں تاب و طاقت ، حسنِ فکر، لطفِ طبیعت یہ سب اسباب لٹ گیا ۔ اگر تمھارے خط کا جواب نہ لکھوں تو محلِ ترحم ہے ، نہ مقام شکایت ۔

سنو ! میرے خط کے نہ پہنچنے سے تم کو تشویش کیوں ہو ؟ جب تک زندہ ہوں ، غم زدہ و افسردہ ، ناتوان و نیم جان ہوں ۔ جب مر جاؤں گا تو میرے مرنے کی خبر سن لو گے ۔ پس جب تک

بقیہ حاشیہ صفحہ ٦١٩

میں مقیم تھے ۔ لاش کربلاے معلیٰ بھیجی گئی ۔ (اردو کا ایک نادر روزنامچہ صفحہ ۲۴ طبع لکھنئو ۱۹۵۴ع) ۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۱ ۔

۲- تاریخ غالب نے لکھ دی ہے ظاہر ہے رام پور کا دوسرا سفر ہے ۔ جنتری میں شنبہ ۴ نومبر ۱۸۶۵ع مطابق ۴ ۱جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ ۔ نیز دیکھیے خط بنام ثاقب ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۳۶۹ ، مجیدی صفحہ ۳۶٦ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۹ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۴ ، مہر صفحہ ۱۱۳ ۔

میرے مرنے کی خبر نہ سنو، جانو کہ غالب جیتا ہے، خستہ و نژند، رنجور و درد مند۔

یہ سطریں لکھ کر اس وقت تمھارے بھائی پاس بھیجتا ہوں۔ مگر ان کو ہمیشہ سفر در وطن ہے، بہ فرض محال اگر گھر میں ہیں تو عنایت اللہ ان کو، ورنہ محمد مرزا کو دے آئے گا۔

ربیع الثانی[1] [۱۲۸۳ھ] جمعہ کا دن، صبح کا وقت ہے۔

۱۔ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ کا پہلا جمعہ ۵ کو پھر ۱۲، ۱۹، ۲۶ کو جو ۱۷، ۲۴، ۳۱ اگست ۱۸۶۶ع کے مطابق ہے۔ غالب نے تاریخ اور سنہ نہیں لکھا ہے۔

[۳۵۲] بہ نام مرزا باقر علی خاں[1] صاحب کامل (۱)

اقبال[2] نشان مرزا باقر علی خاں کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط آیا ۔ تمھارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا ۔ اب تمھارے لکھنے سے دیکھ بھی لی ، دل میرا خوش ہوا ۔ اور تم خاطر جمع رکھو، جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے، تمھاری ترقی انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہو گی۔

مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا۔ بھائی ! اب میری انگلیاں نکمی ہو گئی ہیں اور بصارت میں بھی ضعف آ گیا ہے، دو سطریں نہیں لکھ سکتا۔ اطراف[3] و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہیں۔ جب کوئی دوست آ جاتا ہے، میں اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں ۔ پرسوں تمھارا خط آیا ہوا دھرا تھا ، اب اس وقت مرزا یوسف علی خاں آ گئے، میں نے ان سے یہ خط لکھوا دیا ۔ تمھاری

۱- باقر علی خاں خلف زین العابدین خاں عارف، باقر و کامل تخلص۔ غالب کے بڑے ہم زلف غلام حسین مسرور کے پوتے تقریباً ۱۲۳۷ھ/۱۸۳۶ء میں ولادت اور ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں رحلت کی ، کلام ناپید ہے ۔ غالب نے تعلیم دی ۔ پہلے باقر تخلص تھا ، پھر کامل ہو گئے۔ وہ سالک سے اصلاح لیتے تھے۔ الور میں ملازم تھے ۔ ماہ نامہ ''نگار'' رام پور کے شمارۂ فروری ۱۹۶۳ء میں دیوان شاداں کے ساتھ دہلی پر ایک غزل ، ایک شہر آشوب اور دو شعر شائع کیے گئے ہیں - باقی کلام ناپید ہے ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۶۹ ، مجیدی صفحہ ۳۶۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۹ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۴ ، مہر صفحہ ۱۱۴ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۲ -

دادی[1] اچھی طرح ہے ، تمھارا بھائی اچھی طرح ہے ، تمھارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے ۔ تمھاری لڑکی[2] اچھی طرح ہے ۔ کبھی کبھی روز دوسرے تیسرے میرے پاس آ جاتی ہے ۔

[۱۸۶۷ع[3]]

[۳۵۳] ایضاً (۲)

نورِ چشم[4] و راحتِ جان مرزا باقر علی خان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے ۔

تمھارا خط جو میرے خط کے جواب میں تھا ، وہ مجھ کو پہنچا ۔ اس میں کوئی بات جواب طلب نہ تھی ۔ اس خط میں ایک نئے امر کی تمھیں اطلاع دیتا ہوں ۔ وہ امر یہ ہے کہ میں نے اگلے مہینہ میں سبد چین[5] کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا تفضل حسین خان

۱- کامل کی حقیقی دادی تو بنیادی بیگم تھیں ، لیکن یہاں غالباً ان کی چھوٹی بہن امراؤ بیگم زوجۂ غالب مراد ہیں ۔
۲- بگا بیگم عرف جینا بیگم ۔
۳- اردوے معلیٰ اور خطوط غالب مہر ، تاریخ ندارد ۔ لیکن غالباً الور کا قیام ۱۸۶۷ع ہی میں ہے اور اسی زمانے میں وہ نوکر ہوے ۔ مہر صاحب اسے دوسرا خط سمجھتے ہیں ۔ لیکن میرے نزدیک یہ پہلا خط ہے ۔
۴- مجتبائی صفحہ ۲۰۷ ، مجیدی صفحہ ۳۶۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۳ ، مہر صفحہ ۱۱۵ ۔
۵- سبد چین : مرزا غالب کے اس کلام کا مجموعہ ہے جو کلیات غالب طبع نول کشور کے بعد فراہم ہوا ۔ یہ کتاب ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ مطابق اگست ۱۸۶۷ع مطبع محمدی سے شائع ہوئی ۔ اب میں نے اس کتاب کے مشتملات کلیات غالب فارسی طبع مجلس ترقی ادب لاہور میں شریک کر دیے ہیں ۔

کی معرفت الور کو بھجوائی تھی - سو اب کے ہفتہ میں حضور پُر نور مہا راؤ راجہ بہادر کا خط انھیں کی معرفت مجھ کو آیا - حضور نے از راہ بندہ پروری و قدر افزائی القاب بہت بڑا مجھے لکھا اور خط میں فقرے بہت عنایت اور التفات کے بھرے ہوئے درج کیے - تم تو وہیں ہو، تم کو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں ؟ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجھ کو کیوں نہیں لکھا - اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہیں ؟ اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے ؟ حضور سن کر کیا فرماتے ہیں ؟

غالب[1]

۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۷ع

[۳۵۴] ایضاً (۳)

اقبال[2] نشان باقر علی خاں کو غالبِ نیم جاں کی دعا پہنچے - بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا مگر تم نے اپنے مکان کا پتا تو لکھا ہی نہ تھا - فقط الور کا نام لکھ کر [چھوڑ دیا[3]] - میں کیوں کر خط بھیجتا ؟ بارے اب شہاب الدین خاں کی زبانی پتا معلوم ہوا ، سو اب میں تم[4] کو خط لکھتا ہوں - جنیا[5] بیگم اچھی طرح ہے اور

۱- مطابق شنبہ ۱۰ شعبان ۱۲۸۴ھ -

۲- مجتبائی صفحہ ۲۰۷ ، مجیدی صفحہ ۳۶۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۶ ، مہر صفحہ ۱۱۴ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں ''چھوڑ دیا'' ندارد - طبع مجتبائی بہ بعد میں اضافہ و تصحیح ہے -

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۳ -

۵- اردوے معلیٰ طبع اول ''جنیا'' (ج ن ی ا) دوسرے نسخوں میں جینا بیگم (ج ی ن ا) تحریر ہے -

میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمھارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر مہینہ کی تمھاری تنخواہ تمھارے گھر بھیج دی۔ مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔

اسد اللہ

تحریر تاریخ[1] ١٦ نومبر سنہ ١٨٦٧ع

١۔ مطابق شنبہ ١٩ رجب ١٢٨٤ھ۔

[۳۵۵] بہ نام ذوالفقار[1] الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب (۱)

بھائی[2]! تمھارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب

۱- حسام الدین حیدر خاں نواب شجاع الدولہ مرحوم کے قرابت دار اور نواب نجف خاں بہادر وزیراعظم کے داماد تھے۔ ان کے بڑے صاحب زادے مظفر الدولہ سیف الدین حیدر اور چھوٹے معین الدولہ ذوالفقار الدین حیدر عرف حسین مرزا صاحب تھے۔ ایک صاحب زادی قدسیہ سلطان تھیں جن کے شوہر سید محمد نصیر عرف نواب جان تھے۔ حسین مرزا ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ع میں پیدا ہوئے۔ ضمیر الدولہ، جلیل الملک، افتخار الامراء، احمد حسین خاں نظارت خاں بہادر مستقیم جنگ کی صاحب زادی سے عقد ہوا، جن کے انتقال کے بعد حسین مرزا صاحب ناظم مقرر ہوے اور غدر تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ غدر میں ان پر بڑی مصیبتیں پڑیں، لیکن نواب حامد علی کی کوشش سے چھپ چھپا کر لکھنؤ پہنچے۔ بعد عفو عام دہلی آئے اور یہیں ۶ رمضان ۱۳۰۷ھ ۲۶ اپریل ۱۸۹۰ع میں انتقال کیا۔ میر مہدی مجروح نے تاریخ وفات کہی:

حسیں میرزا چوں مرد در شش رمضان
ازاں کہ بود ز نسل امیر خیبر گیر
پئے شمارۂ سال وفات رضوان گفت
بیا بہ کاخ جناں اے امیر ابن امیر
۱۳۰۷ھ

(خاندانی حالات، قلمی، تالیف اکبر میرزا صاحب)

۲- مجتبائی صفحہ ۲۷۰، مجیدی صفحہ ۱۵۰، مبارک علی صفحہ ۲۴۰، رام نرائن صفحہ ۳۱۷، مہر صفحہ ۳۹۰۔

بھیج چکا ہوں ، محمد قلی خاں[1] صاحب ہمہ تن مصروف ہیں ۔ دوالی تعطیل ہو چکی ہے ۔ نوند رائے کی بی بی مر گئی ہے ۔ وہ غم زدہ ہو رہا ہے مگر خیر کام کرے گا ۔ کاشی ناتھ بے پروا آدمی ہے ، تم ایک خط تاکیدی اُس کو بھی لکھ بھیجو ۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا صاحب جب لکھتے ہیں ، مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں ۔ یہ امر اُس پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمھیں یوں لکھا ہے ۔ مطلب اپنا اس کو لکھو ۔ میں کیا کروں ، اگر کہوں کہ میری جان بھی تمھارے کام آئے تو میں حاضر ہوں ، یہ کہنا تکلف محض ہے ، کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو فکر مجھ کو تمھاری ہے اور جو میری دسترس ہے ، اُس کو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے ۔ دسترس کو تم بھی جانتے ہو ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اوائل ماہ آیندہ یعنی نومبر میں نیّر[2] والا مقدمہ درست ہو جائے ۔

ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی چنی لال تمھارا قرض خواہ آیا تھا ، تمھارا حال پوچھتا تھا ۔ کچھ سچے کچھ جھوٹ کہہ کر اُس کو اس راہ پر لایا ہوں کہ سو دو سو روپیہ تم کو بھیج دے ۔ بنیوں کی طرح کی تقریر اُس کو سمجھائی ہے کہ لالا جس درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اُس کو پانی[3] دیتے ہیں ۔ حسین مرزا

۱۔ محمد قلی خاں ، یوسف مرزا کے ماموں اور حسین مرزا کے غالباً بہنوئی ۔

۲۔ غالب نے کوشش کی تھی کہ ضیاء الدین خاں سے کچھ روپیہ قرض دلوا دیں ۔ شاید اسی کی طرف اشارہ ہے ۔ مہر صاحب فرماتے ہیں کہ ''غالباً وہ مقدمہ مراد ہے جو نیر نے اپنے بڑے بھائی نواب لوہارو کے خلاف دائر کیا تھا'' ۔ مجھے اس کی تائید میں کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔ اصل : ''پوچھا تھا''۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۴ ۔

تمھارے کھیت ہیں ، پانی دو تو اناج پیدا ہو ۔ بھائی کچھ تو نرم ہوا ہے ۔ تمھارے مکان کا پتا لکھوا کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے رام جی داس سے صلاح کرکے جو بات ٹھہرے گی، آپ سے آ کر کہوں گا ۔ اگر وہ روپیہ ہی بھیج دے تو تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اُس کا جواب لکھو، تو یہ ضرور لکھنا کہ اسد اللہ نے جو تم سے کہا ہے ، وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنے والا ہے ۔ بس زیادہ کیا لکھوں ۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار[1] مرزا صاحب تشریف لائے ۔ میں نے خط اُن کو نہیں دکھایا مگر عندالاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں ۔ اُنھوں نے کہا میرا سلام لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دعا سلام کہتے ہیں ۔

یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ اس وقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس مرزا کے نام کا تمھارا رقعہ اُن کو پہنچ گیا ۔

[شنبہ ، ۲۹ اکتوبر ۱۸۵۹ع[2]]

[۳۵۶] ایضاً (۲)

نواب صاحب[3] ! آج تیسرا دن ہے کہ تم کو حال لکھ چکا ہوں ۔

۱- نواب حیدر حسن خاں نبیرۂ اعتماد الدولہ میر فضل علی نائب السلطنت اودھ کے فرزند کا نام سردار مرزا تھا ، یہ حسین مرزا کے ہم زلف اور یوسف مرزا کے والد تھے ۔

۲- سنہ تقویم سے لکھا ہے ۔ اردوے معلیٰ میں سنہ موجود نہیں ۔ مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۷۲ ، مجیدی صفحہ ۱۵۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۴۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۷ ، مہر صفحہ ۳۹۲ ۔

محمد قلی خاں آئے، ہم میں آن میں باہم گفتگو ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد آمد میں کچہریاں بند، حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ یا ۲۰ دسمبر کو میرٹھ مخیم خیام ہوگا، دربار وہیں ہو گ۔ رہا دلی کا آنا؟ مشتبہ فیہ ہے۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے، کوئی کہتا ہے جریدہ بہ سبیلِ ڈاک آئیں گے، کوئی کہتا ہے مع لشکر آئیں گے۔ ۱۳ دن یہاں رہیں گے۔ آج ۱۵ دسمبر کی ہے، جو کچھ واقع ہو گا وہ تم کو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگمہ کے عمل میں آئے گی۔ خاطر عاطر جمع رہے۔

تمہارا[1] دوست بھی حسب الحکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسوں میرٹھ کو جائے گا۔ اور ادھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئے گا۔ میرا دربار اور خلعت دریا برد ہوگیا۔ نہ پنشن کی توقع، نہ دربار و خلعت کی صورت۔ نہ سزا، نہ انعام، نہ رسم معمولی قدیم۔

یوسف مرزا صاحب کو دعا پہنچے۔ پرسوں کلو جوتا لے آیا۔ کل دونوں طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کار پردازوں نے الٹا پھیر دیا اور کہا کہ پولندہ بنا لاؤ۔ پولندہ بنا کر لے گیا، کہا بارہ پر دو بجے لے لیا جائے گا۔ بیٹھا رہا، رات کے نو بجے اس کے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لے کر اپنے گھر آیا۔ خدا کرے تم کو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدے[2] کے باب میں میں مایوس مطلق ہوں، مگر جو کچھ واقع ہو، بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی "باد مخالف"

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۲۵۔ دوست سے مراد غالباً ضیاء الدین خاں صاحب ہیں۔

۲۔ علماء لکھنئو کی وساطت سے واجد علی شاہ کی مدح میں ایک قصیدہ بھیجا ہے، دیکھیے خط بنام یوسف مرزا نومبر ۱۸۵۹ء نمبر ترتیب ہذا ۳۶۸۔

کی رسید تمہاری تحریر سے معلوم ہو گئی - خیر مفتی[1] صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی - فیل خانہ، ملک پیرا ، لال ڈگی کے محاذی کے مکانات سب گرائے گئے - بلاقی بیگم کا کوچہ التوا میں ہے - اہل فوج[2] ڈھانا چاہتے ہیں ، اہل قلم بچاتے ہیں - پایان کار دیکھیے کیا ہو ؟

جمعہ[3] ، ١٦ دسمبر سنہ ١٨٥٩ع

[٣٥٧] ایضاً (٣)

جناب عالی[4] ! کل آپ کا خط ، لکھا ہوا سہ شنبہ یکم نومبر کا پہنچا - لطف یہ کہ کل وہی سہ شنبہ کا دن ٨ نومبر کی تھی - آج بدھ کا دن ٩ نومبر کی صبح کے وقت میں تم کو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار یوسف مرزا خاں کا خط لکھا ہوا ٣ نومبر کا پہنچا - اب میں دونوں خطوں کا جواب باہم لکھتا ہوں - دونوں صاحب باہم پڑھ لیں - ١٢ -

مرزا آغا جانی صاحب اچھی طرح ہیں ، ان کو تپ آ گئی تھی - اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے - آج چوتھا دن ہے کہ میرے[5] پاس آئے تھے -

---

١- مفتی محمد عباس صاحب قبلہ مراد ہیں - شاید انھوں نے مثنوی 'باد مخالف' منگوائی ہے -

٢- یعنی سول اور ملٹری حکام میں کشمکش ہے -

٣- مطابق ٢٠ جمادی الاول ١٢٧٦ھ - غالب نے خط ایک دن بعد پوسٹ کیا ہوگا اس لیے متن میں پندرہ اور آخر میں سولہ دسمبر لکھا ہے -

٤- مجنبانی صفحہ ٢٧٢ ، مجیدی صفحہ ١٥٢ ، مبارک علی صفحہ ٢٣٢ ، رام نرائن صفحہ ٣١٨ ، سہر صفحہ ٣٩١ -

٥- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ٣٢٦ -

کاشی ناتھ سراسر پہلو تہی کرتا ہے۔ نوند رائے یک سر ہزار سودا۔ محمد قلی خاں اکثر علی جی رہتے ہیں۔ کبھی یہاں آ جاتے ہیں تب نوند رائے کو تاکید کرتے ہیں۔ آج کل یہاں پنجاب احاطہ کے بہت حاکم فراہم ہیں۔ پون[۱] ٹوٹی کے باب میں کونسل ہوئی، پرسوں ۷ نومبر سے جاری ہو گئی۔ سالگ رام خزانچی، چھنا مل، مہیش داس، ان تین شخصوں کو یہ کام بطور امانی سپرد ہوا ہے۔ غلے اور اپلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے، خلق کا ازدحام ہے۔ آگے حکم تھا کہ مالکان مکان رہیں، کرایہ دار نہ رہیں، پرسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی رہیں۔ کہیں یہ نہ سمجھنا کہ تم یا میں یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے اور ہمیشہ سے کرائے کے مکان میں رہتے تھے، وہ بھی آ رہیں، مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو کہ ہمشیرہ کی درخواست کیوں کر گزرے۔ جب وہ خود آئیں اور درخواست دیں اور منظور ہو اور مکان ملے تو اس تمام شہرستانِ ویران میں سے ایک حویلی ملے گی اور ان کو یہاں رہنا ہو گا۔ کیوں کر اس ویرانے میں تنہا رہیں گی؟ سہم کر دم نکل جائے گا۔ مانا کہ جبر اختیار کر کر رہیں، کھائیں گی کہاں سے؟ بہ ہر حال یہ سب خیالات خام اور جملے نا تمام ہیں۔ ہاں، نقل لینی اور مرافعہ کرنا اور نقل حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا، پھر اس حکم کی نقل لینی، یہ امور ایسے نہیں کہ جلد فیصل ہو جائیں۔ حکام بے پروا، مختار کار عدیم الفرصت، میں پا شکستہ، محمد قلی خاں کبھی یہاں کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے گھبراؤ نہیں۔

۱۔ ٹاؤن ڈیوٹی۔ غالباً مارشل لا میں نقصانات کی ادائیگی کے لیے ٹیکس لگایا گیا ہے۔

حکیم[1] احسن اللہ خاں کے مکانات ِ شہر ان کو مل گئے اور یہ حکم ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ ، دروازہ سے باہر نہ نکلو ، اپنے گھر میں بیٹھے رہو ۔ نواب حامد علی خاں کے مکانات سب ضبط ہو گئے ۔ وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع متوعہ کے رہتے ہیں ۔ باہر جانے کا حکم ان کو بھی نہیں ۔ مرزا الٰہی بخش کو حکم کراچی بندر جانے کا ہے ۔ انھوں نے زمین پکڑی ہے ، سلطان جی میں رہتے ہیں ۔ عذر کر رہے ہیں ۔ دیکھیے یہ جبر اٹھ جائے یا یہ خود اٹھ جائیں ۔

[بدھ[2] ، ۹ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع]

[۳۵۸] ایضاً (۳)

نواب صاحب[3] ! پرسوں صبح کو تمھارا خط پہنچا ۔ پہر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا ، کابلی دروازہ کی فصیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمۂ خاصہ برپا ہوا ۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک اترا ہے ۔ پنجشنبہ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ع ۔

اب غالب کی مصیبت کی داستان سنیے : پرسوں تمھارا خط پڑھ کر لشکر کو گیا ، میر منشی سے ملا ، ان کے خیمہ میں بیٹھ کر صاحب سکرٹر بہادر کو اطلاع کروائی ۔ چپراسی کے ساتھ کاو بھی گیا تھا ۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے ۔ خیر میں اپنے گھر آیا ۔ کل پھر گیا ۔ خبر کروائی ۔ حکم ہوا کہ غدر کے زمانے

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۷ ۔

۲۔ تاریخ اور دن متن خط میں موجود ہے، سنہ کا اضافہ کیا گیا ۔
بدھ ، ۹ نومبر ۱۸۵۹ع مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۳۷۳ ، مجیدی صفحہ ۱۵۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۴۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۰ ، مہر صفحہ ۳۹۳ ۔

میں تم باغبوں کی خوشامد کرتے رہتے تھے ، اب ہم سے ملنا کیوں مانگتے ہو ؟ عالم نظر میں تیرہ و تار ہو گیا ، یہ جواب پیام نومیدی جاوید ہے ۔ نہ دربار نہ خلعت ، نہ پنشن ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ بقیہ خبرِ لشکر یہ ہے کہ راجہ بھرت پور برات لے کر پٹیالے گیا تھا ، اور اس سبب سے آگرہ میں لارڈ صاحب سے نہیں ملا تھا ۔ ایک ہفتہ سے معاودت کرکے یہاں آیا ہوا تھا ، آج اُس کی ملازمت ہے ۔

شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ع گیارہ[1] بجے ہوں گے ۔ میں خط لکھ رہا ہوں ، توپیں چل رہی ہیں ، شاید راجہ صاحب کی ملاقات اسی وقت ہوئی ۔ کل یک شنبہ ہے ، پرسوں دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے ۔ کہتے ہیں کہ پشاور تک جائیں گے ۔

کل صبح کو محمد قلی خاں آئے ، ایک عرضی انگریزی اُن کے ہاتھ میں ۔ کہنے لگے یہ عرضی طالب علی فیل بان نے مجھ کو پھیر دی ہے اور کہا ہے کہ اس کے گزارنے کا موقع نہیں ۔ میں اس وقت سوار ہوا چاہتا تھا ۔ تمھاری یاس سن کر گیا ، اپنا داغ حسرت جیسا اوپر لکھ آیا ہوں ، لے کر آیا ۔

ابراہیم علی خاں الور میں مستسقی ہو کر مر گئے ۔ خدا اُن کو بخشے اور مجھ کو بھی یہ دن نصیب کرے ۔

کمشنر صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں آیا اور نہ کسی انگریزی خوان سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے ۔ اتنا مسموع ہوا ہے کہ ایک محکمہ لاہور میں معاوضۂ نقصانِ رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے جو رعیت کا مال کالوں نے لوٹا ہے ، البتہ اُس کا معاوضہ بحساب دہ یک سرکار سے ہو گا ۔ یعنی ہزار روپیہ کے مانگنے والے کو سو روپیہ ملیں گے ۔ اور جو گوروں کے وقت کی غارت گری ہے ، وہ

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۸ ۔

پدر اور محل ہے ، اُس کا معاوضہ نہ ہوگا ۔ شاید یہ وہی کمشنر ہوں ۔ مکانات کو حامد علی خاں کا کرکر کیوں لکھتے ہو ؟ وہ تو مدت سے ضبط ہوکر سرکار کا مال ہوگیا ۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی، محل سرا اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے ، اب پھاٹک اور سر تا سر دوکانیں گرا دی گئیں ، سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا ۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ حامد علی خاں کے مکان کا ملبہ[1] بکا ہے ۔ سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان ڈھا دیا ۔ جب بادشاہ اودھ کی املاک کا وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کو کون پوچھتا ہے ۔ تم اب تک سمجھے نہیں ہو کہ حکام[2] کیا سمجھتے ہیں ، اور نہ کبھی سمجھو گے ۔ کیسا نوندھ رائے ، کیسی نقل حکم ، کیسا مرافعہ ؟ جو احکام کہ دلی میں صادر ہوئے ہیں ، وہ احکام قضا و قدر، ہیں ان کا مرافعہ کہیں نہیں ۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے، نہ جاہ و حشم رکھتے تھے ، نہ املاک رکھتے تھے ، نہ پنشن رکھتے تھے ۔ رام پور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو لیا ۔ جب تم لکھتے ہو کہ تم وہاں جاؤ تو مجھ کو ہنسی آتی ہے ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ہلال ماہ رجب المرجب رام پور میں دیکھوں ۔

جو تدبیر وثیقہ کے باب میں تم نے کی ہے، وہ بہت مناسب ہے، بہ شرط پیش ہونے کے اور ولایت پہنچنے کے ۔ سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرانہ سری میں اُس پر قابض ہو رہیں گے ، انشاء اللہ العلی العظیم ۔

۱۔ اصل ”عملہ بکا ہے“ بجائے ملبہ بکا ہے ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۹ ۔

یوسف مرزا خاں کو دعا پہنچے۔ حال[1] قصیدہ و مخمس کا معلوم ہوا۔ قبلہ و کعبہ وہ کر رہے ہیں جو آبا، اولاد سے اور آقا، غلام سے سلوک کرتا ہے۔ اُن کو منظور ہے کہ دعا کا عطیہ جدا پاؤں اور ثنا کا صلہ جدا پاؤں۔ کار سازِ ما بہ فکرِ کارِ ما۔

لیکن میری جان! انصاف تو کر، ان صلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی۔ یہ فکر بھی بیہودہ ہے۔ زندگی میری کب تک؟ سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آیندہ کے، اسی مہینے میں اپنے آقا کے پاس جا پہنچتا ہوں۔ وہاں نہ روٹی کی فکر، نہ پانی کی پیاس، نہ جاڑے کی شدت، نہ گرمی کی حدت، نہ حاکم کا خوف، نہ مخبر کا خطر، نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے اور نہ کپڑا خریدنا پڑے، نہ گوشت گھی منگوؤں، نہ روٹی پکواؤں۔ عالم نور اور سراسر سرور: [شعر]

۱۔ کلیات غالب میں واجد علی شاہ مرحوم کے نام تین قصیدے ہیں:

''بیا، در کربلا تا آن ستم کش کاروان بینی''۔ کلیات جلد دوم صفحہ ۳۲۷۔ خیال ہے کہ یہ قصیدہ ۱۸۵۴ء میں لکھا گیا ہے اور اسی کے بعد وظیفہ و خلعت ملا۔

''رواست شورِ نشید و ترانہ مستاں را''۔ کلیات جلد دوم صفحہ ۳۳۱۔ یہ قصیدہ ۴۹، ۱۸۴۸ء میں لکھا گیا اور دربار کے امراء کے ہاتھوں کسی پیچ میں پڑ گیا۔

''سخن ز روضۂ رضوان بہ کوے یار کشد'' کلیات جلد دوم صفحہ ۳۱۴۔ اور مخمس: ''در مہد دست برد بہ اژدر کند علی''۔ کلیات جلد اول صفحہ ۴۴۷۔ یوسف مرزا کے نام خط نومبر ۱۸۵۹ء سے معلوم ہوتا ہے کہ امجد علی شاہ کے نام کا قصیدہ عنوان اور نام بدل کر مولانا سید نقی صاحب قبلہ کی وساطت سے پیش کیا تھا۔ ممکن ہے اب یہ قصیدہ و مخمس کلکتہ بھیجا جا رہا ہو اور وہاں سفارش لکھی گئی ہو۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۶۷۔

یا رب ایں آرزوئے من چہ خوش ست
تو بدیں آرزو مرا برساں

بندۂ علی ابن ابی طالب ، آرزو مندِ مرگ غالب
روز شنبہ[1] ، ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ع

۱- اردوئے معلیٰ میں ''سہ شنبہ'' ہے جب کہ متن میں ''شنبہ'' لکھا گیا ہے جو صحیح ہے۔ شنبہ ۳۱ دسمبر مطابق ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۶ھ۔ بارہ سو چھتّر میں مرنے کی تیاری کر رہے تھے۔

[۳۵۹] به نام[1] یوسف مرزا صاحب (۱)

[2]کوئی ہے! زرا یوسف مرزا کو بلائیو! لو صاحب! وہ آئے۔

میاں! میں نے کل خط تم کو بھیجا ہے مگر تمھارے ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے، اب سن لو: تفضل حسین خاں اپنے ماموں مؤید الدین خاں پاس میرٹھ ہے، شاید دلی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد اُن کے غلام علی خاں اکبر آباد میں ہیں۔ مکتب داری کرتے ہیں، لڑکے پڑھاتے ہیں، روٹی کھاتے ہیں۔

تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علی شاہ کے کلکتے گئے۔ تمھارے ماموں محمد قلی خاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ[3] بنارس آ گئے۔ اس خبر کو اُس خبر کے ساتھ منافات نہیں ہے۔ اُدھر سے آپ بنارس کو چلے ہوں، ادھر سے بیگمات کو وہاں بلایا ہو، مگر میری جان ہم کو کیا؟

عالم پسِ مرگِ ما چہ دریا چہ سراب

[بعد[4] پریل ۱۸۵۶ء]

۱- یوسف مرزا: حسام الدین حیدر خاں کے نواسے اور امیر محمد نصیر عرف نواب جان مرشد آبادی کے فرزند تھے۔ لکھنؤ میں زیادہ رہے اور وہیں ۸۳، ۱۸۸۲ء میں فوت ہوئے۔ سید محمد نصیر صاحب کو ۱۸۶۰ء میں بہ الزام بغاوت پھانسی دی گئی۔ دیکھیے خط بنام مجروح اپریل ۱۸۵۹ء۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۷۶، مجیدی صفحہ ۱۵۵، مبارک علی صفحہ ۲۳۵، مہر صفحہ ۳۹۶، سہیش صفحہ ۱۵۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۳۳۰۔ دونوں آخری ماخذ میں ''ذرا'' زاے معجمہ سے ہے۔

۳،۴- اخبار کوہ نور لاہور کی اشاعت ۲۲ اپریل ۱۸۵۶ء میں ہے کہ (باقی حاشیہ صفحہ ۶۳۵ پر)

[۳۶۰] ایضاً (۲)

آؤ صاحب[1] ! میرے پاس بیٹھ جاؤ ، آج یک شنبہ کا دن ہے ، ساتویں تاریخ شوال[2] کی اور انیسویں اپریل کی ۔ صبح کو بھائی فضلو ، جن کو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں ۔ اور ہم نے 'احتلام الدولہ' خطاب دیا ہے ، وہ تین پاؤ کھجوریں اور ایک ٹین کا لوٹا اور دو سوت کی رسیاں لے کر بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ہوکر الورکو روانہ ہوے ۔ پہر دن چڑھے ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط میرے نام کا اور ایک حکم نامہ محکمۂ لاہور موسومہ میر کاظم علی لایا ۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ تمھارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے ۔ تمھارا خط اُن کو دے دیا ۔ وہ اس کو پڑھ رہے ہیں اور میں یہ خط تم کو لکھ رہا ہوں ۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکم نامہ میر کاظم علی کو دے دینا اور میری طرف سے تعزیت کرنا کہ خیر بھائی ، صبر کرو اور چپ ہو رہو ۔

تاریخ کے دو قطعوں میں ایک قطعہ رہا ، 'ماہرو خوش خرام'

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳۴ سے)

بادشاہ ۱۵ اپریل کو بنارس پہنچے (واجد علی شاہ اور ان کا عہد صفحہ ۳۵۳) اس بنا پر یہ خط آخر اپریل کا ہونا چاہیے ۔ اردوے معلیٰ کی عبارت مغشوش ہے ۔ صحیح یوں ہے : ''تمھارے ماموں محمد قلی خاں خط میں لکھتے ہیں'' یا ''خط میں لکھا ہے''۔

۱- مجتبائی صفحہ ۲۷۶ ، مجیدی صفحہ ۱۵۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۴۶ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۳ ، مہیش صفحہ ۱۹۸ ، مہر صفحہ ۳۰۷ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول میں ''ساتویں تاریخ رمضان'' ہے ۔ مہیش پرشاد نے کسی ماخذ سے ''شوال'' نقل کیا ہے ، تقویم کی رو سے بھی یہی صحیح ہے ۔

کی جگہ 'بہ رخ خوش' خرام' بنا دیا ہے ۔ قطعہ اچھا ہے ، بہ شرط آنکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنی زوجہ کے واسطے گوارا کرے ۔

خواجہ[2] جان جھوٹ بولتا ہے ۔ والیِ رام پور کو اس پنشن کے اجرا میں کچھ دخل نہیں ، یہ کام خدا ساز ہے ۔ بہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ۔

ناظر جی نے تمھارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں ، مسودہ عرضی کا میرے پاس آ گیا ، میں تم کو دکھاؤں گا ۔ خیر تم نے جو لکھا ہو گا ، وہ مناسب ہوگا ۔ خدا راس لائے اور کام بن جائے ۔ الگزینڈر[3] ہیڈرلے صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیک بخت اور سعادت مند ہیں ۔ میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سپارش کو دخل نہیں ہے ۔ تم میر کاظم علی سے دریافت کر لو ۔ ہاں ، دو مقدموں میں میں نے اُن کو دو خط لکھے ، مگر انھوں نے ایک کا بھی جواب نہیں لکھا اور ان مقدموں میں کوشش بھی نہیں کی ۔ اب اس کو سمجھ کر جو کچھ تم لکھو ، اُس کے موافق عمل میں لاؤں ۔

ناظر جی صاحب اور سجاد مرزا اپنے گھر گئے ، وہ تم کو دعا اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے ۔ اپنے آنے میں جلدی نہ کرو ، ماں کی رضا جوئی کو سب امور پر مقدم جانو ۔ میں ابھی رام پور نہیں جاتا ، برسات بعد بہ شرطِ حیات جاؤں گا ، یعنی اواخرِ اکتوبر یا اوائلِ نومبر میں قصد ہے ۔ یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے

۱- اردوے معلی، طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۱ ۔

۲- خواجہ شمس الدین کی عرفیت ۔ نواب رام پور کے بعض خطوط سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے سفارش کی تھی ۔

۳- الگزنڈر ہڈرلے، الور میں ملازم تھے ، جولائی ۱۸۶۱ع میں گولی لگنے سے مرے ۔

سے پہلے تمھارے پاس پہنچے ۔ اُن کے نام کا حکم نامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا ، خبردار ! جاتا نہ رہے ، جب وہ پہنچیں تب ان کو حوالے کرنا ۔

صاحب ! نہ خمس[1] ، نہ نذر ۔

یہ باتیں غیرت کی ہیں ۔ جس طرح اپنے اور بچوں کو دوں گا ، مظفر میرزا کو اور تم کو بھی اسی طرح بھجوا دوں گا ۔ ہمشیرہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا ۔

مرقومہ یک شنبہ ، وقت نیم روز ہفتم شوال ۲۹ ۔ اپریل

غالب

[۱۲۷۶ھ[2] - ۱۸۶۰ع]

[۳۶۱] ایضاً (۳)

یوسف[3] مرزا کو بعد دعا[4] کے معلوم ہو کہ تمھارا خط کل منگل کو پہنچا ۔ آج بدھ ۱۷ شوال اور ۹ مئی کی اس کا جواب بھیجتا ہوں ۔ خدا کی قسم تامس ہدرلے صاحب سے میری ملاقات

۱۔ مرزا کو پنشن مع بقایا ملنے کا حکم آ گیا ہے ۔ یوسف مرزا کو لکھ رہے ہیں کہ رقم مل جائے توکچھ روپیہ تم کو اور مظفر مرزا کو دوں گا ۔ یوسف مرزا نے کہا کہ خمس اور نذر سادات کا مستحق نہیں ، اس کا جواب لکھ رہے ہیں ۔

۲۔ ۳ مئی ۱۸۶۰ع کو پنشن کا روپیہ ملا ، اس لیے یہی سنہ درست ہے ۔ مہیش اور تقویم کے مطابق ہے ۔ اردو میں غلطی سے شوال کے بجائے رمضان لکھ دیا ہے ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۷۸ ، مجیدی صفحہ ۱۵۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۴ ، مہیش صفحہ ۱۷۰ ، مہر صفحہ ۲۰۹

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۲ ۔

نہیں ہے۔ ہاں، الکھ[1] صاحب سے ہے، سو ان کے نام کا خط کھلا ہوا تم کو بھیجتا ہوں، پڑھ کر، بند کر کر، ان کو دو، اور ان سے ملو، اور جو کچھ وہ کہیں مجھ کو لکھو۔

احتلام الدولہ، بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانے کتاب کس کو کہتے ہیں، اور آگرہ کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ کون سے درخت کا پھل ہے۔ میرا اُردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے، مصطفیٰ خاں کو دے آئے۔ ڈاک میں اس کی رسید آ گئی۔ نہ "برہان قاطع" نہ "قاطع برہان"۔

کل جس وقت تمہارا خط آیا، اس وقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے۔ اور اس وقت سالک[2] مجذوب بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دونوں صاحب تم کو اور بھائی فضلو کو سلام کہتے ہیں اور بھائی فضلو سے یہ کہہ دینا کہ باتفاق رائے منشی میر احمد حسین، اب باغ کی درخواست کی عرضی بے فائدہ، بلکہ مضر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے، وہ اس کو بیچ[3] کر روپیہ تم کو بھجوا دیں گے۔

غالب

[١٧- شوال[4] ١٢٧٦ھ و ٩- مئی ١٨٦٠ع]

١- غالباً ٹامس ہڈرلے کے بھائی، الگزنڈر ہڈرلے آزاد مراد ہیں۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف مرزا (١٨٦٠ع) الور، میں اور سالک اس زمانے میں دہلی میں تھے۔

٢- قربان علی بیگ سالک۔

٣- اردوئے معلیٰ طبع اول "بینچ کر۔"

٤- تاریخ متن خط میں ہے، سنہ کا اضافہ کیا گیا۔

[۳۶۲] ایضاً (۳)

یوسف مرزا[1] ! کیوں کر تجھ کو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا ۔ اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں ، کہ اب کیا کرو ، مگر صبر ۔ یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنائے روزگار کا ہے ۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ : "صبر کرو ۔" ہائے ، ایک کا کلیجا کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ ۔ بھلا کیوں کر نہ تڑپے گا ۔ صلاح اس امر میں نہیں بتائی جاتی ۔ دعا کو دخل نہیں ، دوا کا لگاؤ نہیں ۔ پہلے بیٹا مرا ، پھر باپ مرا ۔ مجھ سے اگر کوئی[2] پوچھے کہ بے سر و پا کس کو کہتے ہیں ، تو میں کہوں گا یوسف مرزا کو ۔

تمھاری دادی لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا ، یہ بات سچ ہے ؟ اگر سچ ہے تو جواں مرد ایک بار دونوں قیدوں سے چھوٹ گیا ؛ نہ قید حیات رہی نہ قید فرنگ ۔ ہاں صاحب ، وہ لکھتی ہیں کہ پنشن کا روپیہ مل گیا تھا ، وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا ۔ یہ کیا بات ہے ۔ جو مجرم ہو کر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو ، اس کا پنشن کیوں کر ملے گا ؟ اور کس کی درخواست سے ملے گا ۔ رسید کس سے لی جائے گی ؟

مصطفیٰ[3] خاں کی رہائی کا حکم ہوا مگر پنشن ضبط ۔ ہر چند اس پرسش سے کچھ حاصل نہیں ، لیکن بہت عجیب بات ہے ، تمھارے خیال میں جو کچھ آئے وہ مجھ کو لکھو ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۷۸ ، مجیدی صفحہ ۱۵۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۴۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۵ ، مہیش صفحہ ۱۷۰ ، مہر صفحہ ۴۰۹ ۔ یوسف مرزا کے والد مرزا ناصر جان کا ذکر ہے جو بجرم بغاوت مارے گئے ، دیکھیے یہی کتاب جلد اول صفحہ ۳۷۲ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۳ ۔

۳۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ ۔ غالباً ۲۰ جنوری ۱۸۵۹ع کو رہا ہوے اور غالب ۲۲ جنوری کو ان سے ملنے کے لیے میرٹھ گئے ۔ دیکھیے مکتوب بنام مجروح ، جلد اول ، صفحہ ۳۷۵ ۔

دوسرا امر یعنی تبدل مذہب عیاذاً باللہ ۔ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہو گا ۔ ہاں یہ ٹھیک کہ حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے ، سوچے ہوں گے کہ ان دموں میں اپنا کام نکالو ، اورر ہا ہو جاؤ ۔ عقیدہ کب بدلتا ہے ، اگر یہ بھی تھا تو آن کا گمان غلط تھا ۔ اس طرح رہائی ممکن نہیں ۔

قصہ مختصر ، تمھاری دادی کا خط جو تمھارے بھائی نے مجھ کو بھیجا تھا ، وہ میں نے تمھارے ماموں کے پاس بھیج دیا ۔ آن کی جا داد کی وا گزاشت کا حکم ہو تو گیا ہے ۔ اگر آن کے بڑے بھائی کے یار آن کو چھوڑیں ۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے ۔

مظفر مرزا کو دعا پہنچے ، تمھارا خط جواب طلب نہ تھا ۔ تمھارے چچا کا آغاز اچھا ہے ، خدا کرے انجام اسی آغاز کے مطابق ہو ۔ ان کا مقدمہ دیکھ کر تمھاری پھوپھی کا اور تمھارا سرانجام دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے ۔ ہوگا کیا ، اگر جادادیں مل بھی گئیں تو قرض دار دام دام لے لیں گے ۔ رزاقِ[1] حقیقی پنشن دلوا دے کہ روٹی کا کام چلے ۔ جناب میر قربان علی صاحب کو میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دعا ۔

غالب

مرقومہ شنبہ ۲۷ شوال ، ۱۹[2] مئی سال حال [۱۲۷۶ھ - ۱۸۶۰ع]

[۳۶۳] ایضاً (۵)

اے[3] میری جان ، اے میری آنکھیں !

۱- اردوے معلیٰ ، طبع اول آغاز صفحہ ۳۳۴ -

۲- بعض نسخوں میں ۹ مئی چھپا ہے -

۳- عتبائی صفحہ ۲۷۹ ، مجیدی صفحہ ۱۵۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۴۶ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۶ ، سہیش صفحہ ۱۵۵ ، مہر صفحہ ۲۹۶ -

ز ہجران طفلے کہ در خاک رفت
چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت

وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لے کر آیا تھا۔ یہاں رہ کر کیا کرتا؟ ہرگز غم نہ کرو۔ ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود بچے ہو، خدا تم کو جیتا رکھے، اولاد بہت۔ نانا نانی کے مرنے کا ذکر کیوں کرتے ہو؟ وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اس عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے؟ ہاں مظفر الدولہ[1] کا غم منجملہ واقعات کربلائے معلیٰ ہے۔ یہ داغ ماتم جیتے جی نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بجا لانے کا ہرگز افسوس نہ چاہیے۔ کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہوتے۔ کچھ ہو ہی نہ سکے تو کیا کرو؟ اب تو فکر یہ پڑی ہوئی ہے کہ رہیے کہاں اور کھائیے کیا؟

مولانا[2] کا حال کچھ تم سے مجھ کو معلوم ہوا، کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرافعہ میں حکم دوام حبس بحال رہا، بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد دریائے شور کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ان کا بیٹا[3] ولایت میں اپیل کیا چاہتا ہے، کیا ہوتا ہے؟ جو ہونا تھا سو ہو لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال اپنا مفصل تم کو لکھ چکا ہوں۔ وہ دہلی "اردو[4] اخبار" کا پرچہ اگر مل جائے تو

۱۔ مظفر الدولہ ناصرالملک سید یوسف الدین حیدر، یوسف مرزا کے ماموں۔

۲۔ فضل حق خیر آبادی۔

۳۔ مولوی عبدالحق خیر آبادی۔

۴۔ غدر میں پنشن بند ہوئی، حالات بحال ہوئے تو غالب نے مختلف

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۳۵ پر)

بہت مفید مطلب ہے ، ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہیں ہے ۔ حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کریں گے ۔ میں نے سکہ کہا نہیں، اگر کہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ٦٣١)

طریقوں سے جد و جہد شروع کی لیکن معاملات روبراہ نہ ہوئے ، بلکہ آخری جواب نے تو مرزا کے لیے آس کو یاس سے بدل دیا ، یعنی سرکاری آدمیوں نے کہہ دیا غدر میں جو سکہ کہا گیا وہ تم ہی تھے ۔ غالب نے چاہا کہ بہادر شاہ کے جلوس کے وقت جو رپورٹ اخبار میں چھپی تھی اسے پیش کر دیں اور یہ بتائیں کہ سکہ شیخ محمد ابراہیم ذوق نے لکھا تھا ، بظاہر وہ غدر کے دوران سکہ کہنے والے کا نام لینا نہیں چاہتے تھے ۔ غدر کے اخبارات میں سے ''صادق الاخبار'' مطبوعہ پنجم ماہ ذالحجہ (کذا) ١٢٧٣ھ کی جو نقل عتیق صدیقی نے شائع کی ہے ۔ اس کی عبارت یہ ہے :

''سکہ ہائے شاہی''

''از آن طبع عالی ، عرفی زمان ، خاقانی دوران ، فیضی وقت ، مولوی ظہور علی صاحب تھانہ دار ، رئیس داوری ۔

سکہ زد در جہان بہ عنوان اللہ
حامی دین حق بہادر شاہ

ایضاً : بشرق و غرب زدہ سکہ ہمچو مہر و ماہ
ابو ظفر شہ عالی نسب بہادر شاہ

ایضاً : بدہر سکہ شاہی زدہ بہادر شاہ
بحق اشہد ان لا اللہ الا اللہ

ایضاً : بہ دہر سکہ شاہی زدہ بہ فضل اللہ
ابو ظفر شہِ گیتی ستان ، بہادر شاہ''

اسی ''صادق الاخبار'' کے شمارہ ١٠ ذی الحجہ ١٢٧٣ھ کی خبر ہے :

''سکہ نو ، طبع زاد حافظ ویران شاگرد رشید استاد ذوق مرحوم

(باقی حاشیہ صفحہ ٦٣٦ پر)

تو اپنی جان اور حرمت بچانے کو کہا' ۔ یہ گناہ نہیں ، اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکۂ معظمہ کا اشتہار بھی اس کو نہ مٹا سکے ۔ سبحان اللہ ! گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانی اور بنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں ؟ ہاں صاحب ، گولہ انداز کا بہنوئی مدد گار ہے اور شاعر کا سالا بھی جانب دار نہیں ۔

لو حضرت ! میر عنایت حسین صاحب کل آئے ، میر ارتضیٰ حسین کا خط دے دیا ۔ عینک لگا کر خوب پڑھا ۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب کل لاؤں گا ۔ میں تو صبح کو یہ خط روانہ کرتا ہوں ، وہ آج یا کل جب خط لاویں گے ، اس کو جدا گانہ لفافہ میں روانہ کر دوں گا ۔ مظفر مرزا دیکھیے کب تک آوے اور مجھ سے کیوں کر ملے ۔

ایک لطیفہ پرسوں کا سنو ! حافظ ممو بے گناہ ثابت ہو چکے ، رہائی پا چکے ۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں ، املاک اپنی مانگتے ہیں ، قبض و تصرف ان کا ثابت ہو چکا ہے ، صرف حکم کی دیر ۔ پرسوں وہ حاضر ہیں ، مسل پیش ہوئی ۔ حاکم نے پوچھا حافظ محمد بخش کون ؟ عرض کیا کہ ”میں“ ۔ پھر پوچھا کہ ”حافظ ممو کون ؟“ عرض کیا کہ ”میں“ ۔ اصل نام میرا محمد بخش ہے ، ممو ممو مشہور ہوں ! فرمایا ”یہ کچھ بات نہیں ، حافظ محمد بخش بھی تم ، حافظ ممو

(باقی حاشیہ صفحہ ٦۴۵ سے)

بہ زر زد سکۂ کشور ستانی
سراج الدین بہادر شاہ ثانی“

(”اٹھارہ سو ستاون کے اخبار“ ۔۔۔۔۔ طبع دہلی ١٩٦٦ء صفحہ ١۵۴ ، ١٩٨) ۔

١- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ٣٣۵ ۔

بھی تم ، سارا جہان بھی تم ، جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی تم ، ہم مکان کس کو دیں ؟ مسل داخل دفتر ہوئی ، میاں ممو اپنے گھر چلے آئے۔

ہاں صاحب ، خواجہ بخش درزی کل سہ پہر کو میرے پاس آیا ، میں نے جانا ایک ہاتھی کوٹھے پر چڑھ آیا ہے ۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا ۔

میرن صاحب آج کل پانی پت کو جایا چاہتے ہیں ۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی الور سے آئے ہوئے ، "سلطان جی" میں اترے ہوئے ہیں ۔ دن پندرہ ایک ہوئے[1] محمد قلی خاں میری ملاقات کو آتے تھے ، "علی جی" میں رہتے ہیں ۔ رضا شاہ "پاٹودی" گئے ہوئے ہیں ۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی مرحوم نے رہائی پائی ۔ ابھی املاک کی درخواست نہیں دی ۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علی خان مغفور اپنی حویلی میں چین کر رہی ہیں ۔ ایک آدھ دن میں جاؤں گا ، خدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری ، اس وقت تک ان کوئی خط نہیں آیا ، دھیان لگا ہوا ہے زیادہ کیا لکھوں ۔

[جون[2] ۱۸۵۹ع]

[۳۶۳] ایضاً (۶)

میری جان[3] ! خدا تیرا نگہبان !

میں نے "گڑپھنک[4]" کو دام میں پھنسایا ، پھر قفس میں بند

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۶ ۔

۲- یہ تاریخ مہیش پرشاد سے ماخوذ ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۸۱ ، مجیدی صفحہ ۱۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۸ ، مہیش صفحہ ۱۵۷ ، مہر صفحہ ۳۹۸ ۔

۴- گڑ پھانکنے والا ــ بظاہر کسی عزیز کا نام رکھا ہے ۔ مہر صاحب اسے "گڑپنکھ" کہتے ہیں ۔

کر کے یہ رقعہ لکھوایا ۔ میر ارتضیٰ حسین کو ، فقط ان کے نام کی جو عبارت ہے ، وہ پڑھا دینا ، تاکہ ان کی خاطر جمع ہو جائے ۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائے گی ، جب تک سب نہ آئے گی ۔ لاکھ باتیں بناؤ ، مجھ کو غیرت دلاؤ ، غزل جب تک پوری نہ ہو ، قصیدہ جب تک تمام نہ ہو ، مثنوی جب تک سب نہ لکھی ہو ، کیوں کر اصلاح دی جائے ؟

اپنے چھوٹے ماموں صاحب کو میرا سلام باعتبار محبت کے ، اور بندگی باعتبار سیادت کے ، اور دعا باعتبار یگانگی اور استادی کے کہنا ، اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں ؟ جس حکم کی نقل کے واسطے تم لکھتے ہو ، وہ اصل کہاں ہے کہ جس کی نقل لوں ؟ ہاں ، زبان زد خلق ہے کہ قدیم نوکروں سے باز پرس نہیں ، مشاہدہ اس کے خلاف ہے ۔ اے لو ، کئی دن ہوئے کہ حمید خاں گرفتار آیا ہے ، پاؤں میں بیڑیاں ، ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں ، حوالات میں ہیں ، دیکھیے حکمِ اخیر کیا ہو ۔ صرف نوندہ رائے کی مختار کاری پر قناعت کی گئی ، جو کچھ ہونا ہے وہ ہو رہے گا ۔ ہر شخص کی سرنوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں ۔ نہ کوئی قانون ہے ، نہ قاعدہ ہے ۔ نہ نظیر[1] کام آئے ، نہ تقریر پیش جائے ۔ ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خاں کی پوری دو سو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور ان کی دو بہنیں سو سو روپے مہینہ پانے والیوں کو حکم ہوا کہ چونکہ تمھارے بھائی مجرم تھے ، تمھاری پنشن ضبط ۔ بہ طریق ترحم دس دس روپے مہینہ تم کو ملے گا ۔ ترحم یہ ہے تو تغافل کیا قہر ہوگا ؟ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کا روشناس ، پشم نہیں اکھیڑ سکتا ۔ ۳۰ برس کا پنشن ، تقرر اس کا بہ تجویز لارڈ لیک و بہ منظوری گورنمنٹ ، اور

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۲ ۔

پھر نہ ملا ہے، نہ ملے گا۔ خیر، احتمال ہے ملنے کا۔ جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں۔ اُس کی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا۔ اس وقت کلو کے پاس ایک روپیہ سات آنے باقی ہیں۔ بعد اس کے نہ کہیں سے قرض کی امید ہے، نہ کوئی جنس رہن و بیع کے قابل، اگر رام پور سے کچھ آیا تو خیر، ورنہ: انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں پنشن کی تقسیم کا حکم آ جائے گا۔ دیکھیے آتا ہے یا نہیں، اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط الور سے آ گیا بہ خیر و عافیت پہنچے۔ میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہیں ہے۔ میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ میں سے بہ موجب سہامِ شرعیہ دو ثلث مظفر مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرتی ہے، ظاہرا بہ موجب تعلیمِ میر قاسم علی کے ہے۔

غالب

محررہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ و ۱۵ جولائی سال حال

[۱۲۷۵ھ - ۱۸۵۹ع[1]]

[۳۶۵] ایضاً (۷)

میاں[2]!

پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے، وہ اور اُن کے متعلق سب اچھی طرح ہیں۔ حسو بیگ ہانسی گئے۔ کل تمھارا خط آیا۔ بھائی! تمھیں خارش کیوں ہوئی؟ حسین مرزا صاحب کیوں بیمار[3]

۱- اضافہ از تقویم۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۸۲، مجیدی صفحہ ۱۶۰، مبارک علی صفحہ ۲۵۱، رام نرائن صفحہ ۲۵۱، مہیش صفحہ ۱۵۹، مہر صفحہ ۳۹۹۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۳۸۔

ہوئے ؟ خدایا آن آوارگنِ دشت غربت کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر ، مگر تصدق مرتضیٰ علی کا تندرست رکھ ۔ اللہ اللہ ! حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہو گئی ۔ یہ شدتِ غم و رنج کی خوبیاں ہیں ۔ اس خط کے پہنچتے ہی اپنی اور ان کی خیر و عافیت لکھنا ۔ جہاں تم نے اپنے نام کا خط پڑھا ، وہاں کا حال یہ ہے :

بگفت احوال ما برق جہان ست
دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں ، قبلہ و کعبہ ہیں ۔ خدا آن کو سلامت رکھے ۔

آغا باقر کا امام باڑہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے ، ایک بنائے قدیم رفیع مشہور ، اس کے انہدام کا غم کس کو نہ ہوگا ۔ یہاں دو سڑکیں دوڑتی پھرتی ہیں ، ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک ، محل ان کا الگ الگ ۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارک[1] بھی شہر میں بنے گا اور قلعہ کے آگے جہاں 'لال ڈگی' ہے ، ایک میدان نکالا جائے گا ۔ محبوب کی دکانیں ، ببلیوں کے گھر ، فیل خانہ ، بلاقی بیگم کے کوچہ سے خاص بازار تک ، یہ سب میدان ہو جائے گا ۔ یوں سمجھو کہ اسو جان کے دروازہ سے قلعہ کی خندق تک سوائے لال ڈگی اور دو چار کنوؤں کے ، آثار عمارت باقی نہ رہیں گے ۔ آج جان نثار خاں کے چھتے کے مکان ڈھنے شروع ہو گئے ہیں ۔ کیوں میں دلی کی ویرانی سے خوش نہ ہوں ؟ جب اہل شہر ہی نہ رہے ،

۱۔ اردوے معلیٰ میں ''بارکہ'' ۔ مبارک علی ''بارگھ''۔ متن کی تصحیح مہیش اور مجیدی سے کی ہے ۔

شہر کو لے کے کیا چولھے میں ڈالوں ؟

حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا ، یہ رقعہ پڑھا دینا ۔ آن کا خط موسومہ محمد قلی خاں آیا ، کلو کے ہاتھ ان کے گھر بھجوایا ۔ ان کا گھر کہاں ، وہ تو میر احمد علی خاں مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں ۔ وہ نہ تھے ، جب' بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے دیور کا آدمی ہے ، انھوں نے مدعا دریافت کرکے خط رکھ لیا اور کلو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ محمد قلی خاں علی جی گئے ہوئے ہیں ، خط آن کے پاس بھجوا دوں گی ۔ کل رضا شاہ آئے تھے ۔ میں نے ان کو کہا تھا کہ تم میر احمد علی خاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے ، اس کو بہ احتیاط پہنچا دینا ۔

صاحب ! تمھاری انا کو میں کیا جانوں ؟ کس پتے سے ڈھونڈوں؟ ددا سے میں نے پوچھا ۔ امیر النسا کو وہ نہ سمجھی ، واجد علی کی ماں کرکے پہچانا ۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی ماں کے پہاڑ گنج ہے ۔

ہمشیرہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا ۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیج دی ہے ، تو بے شک مدعائے سائلہ قبول کرکے بھیجی ہے ۔ اگر خود نہ منظور کرتا تو کبھی نہ بھیجتا ۔

باقر علی اور حسین علی انی دادی کے ساتھ ضیاء الدین خاں کی والدہ کے پاس قطب گئے ہوئے ہیں ۔ ایاز اور نیاز علی ان کے ساتھ ہیں ۔ دو بندگیاں اور ایک دعا اور دو آداب ملتوی ۔ ددا اور کلو اور کلیان کی بندگیاں پہنچیں ۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۹ ۔

قمر الدین خاں پرسوں آیا تھا ، اب آئے گا تو دعا تمھاری اس کو کہہ دوں گا ۔

غالب

[۲۸ - جولائی[1] سنہ ۱۸۵۹ع]

[۳۶۶] ایضاً (۸)

حق تعالیٰ[2] تمھیں عمر و دولت و اقبال و عزت دے ۔

خط محررہ دوم محرم میں کوئی مطلب جواب طلب نہ تھا ۔ مرزا حیدر صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس ۔ کل بدھ کا دن ، دونوں مہینوں کی ۱۷ تاریخ تھی ۔ صبح کے وقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور انھوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنئو سے آئی تھی ، بی فتن کے ہاں آتری[3] تھی ۔ اب وہ پاٹودی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی ۔ کہتی تھی کہ نصیبِ اعدا ناظر جی بہت بیمار ہیں ۔ خدا خبر کرے ۔ یوسف مرزا میری جان نکل گئی ۔ کیا کروں ؟ کیوں کر خبر منگاؤں ؟ "یا علی" "یا علی" "یا علی" دس بارہ بار دل میں کہا ہوگا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا ۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا ، ڈاک کے ہرکارے نے خط لا کر دیے ۔ نیاز علی اوپر لے آیا ۔ ایک خط یار عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا اور ایک خط ذوالفقارالدین حیدر مولوی [موسوی[4]] کا ۔ میاں ! قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجھ کو رونا آ جائے ۔ بارے اس خط کو میں نے آنکھوں سے لگایا ، چھپیاں لیں ۔ اب تم تماشہ دیکھو ۔ ۱۳ محرم کا خط ۱۷ کو مجھے پہنچا ۔

۱- اضافہ از مہیش پرشاد صاحب ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۲۸۳ ، مجیدی صفحہ ۱۶۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۱ ، مہیش صفحہ ۱۶۰ ، مہر صفحہ ۳۰۰ ۔
۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۰ ۔
۴- اردوے معلیٰ طبع اول اور دوسرے نسخوں میں بھی "مولوی" ہے لیکن صحیح "موسوی" ہے ، یہ حسین مرزا کا لقب ہے ۔

اس میں مندرج کہ جمعے کے دن ۱۹ کو بہ سبیل ڈاک کلکتے جاؤں گا اور پھر حضرت مجھ سے مطالب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتے پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجھ کو خط بھیجیں گے اور اپنے مسکن کا پتا لکھیں گے، تب جو کچھ مجھ کو لکھنا ہو گا، لکھوں گا۔ آغا صاحب کو سب خط سنا دیا اور ان کو اسی وقت کشی ناتھ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ وہ اس کو گرمائیں اور شرمائیں اور کچھ سجاد میرزا کے واسطے بھجوائیں۔ ضیاء الدین خاں دو ہفتہ سے یہاں ہیں، اپنے باغ میں اترے ہوئے ہیں۔ دو بار میرے پاس بھی دو دو گھڑی کے واسطے آئے تھے، کچھ ان کو منظور ہے رعایتِ اخلاص و محبتِ قدیم۔ خدا چاہے تو کچھ سجاد میرزا کو اور کلکتے سے ان کے خط کے آنے کے بعد کچھ ناظر جی کو ان سے بھجواؤں۔

میرا وہی حال ہے۔ بھوکا نہیں ہوں مگر کسی کی خدمت گزاری کی توفیق نہیں ہے۔ برے بھلے حال[1] سے گزرے جاتی ہے۔ افسوس ہزار افسوس! جو تم سے اور ناظر جی سے، میرے دل کا حال ہے، اگر کہوں تو کون باور کرے؟ اور وہ بات خود کہنے کی نہیں، کرنے کی ہے، سو کرنے کا مقدور نہیں۔ تفضل حسین خاں ابن غلام علی خاں میرٹھ میں اپنے ماموں صاحب کے پاس ہے۔ شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا، تمھارا سلام کہہ دیا، پرسوں پھر وہ میرٹھ گیا۔

بھائی فضلو عرب سرا میں رہتے ہیں، پرسوں سے آئے ہوئے ہیں۔ یہیں اترے ہوئے ہیں۔ دوڑتے ہیں۔ عرضیاں دیتے پھرتے ہیں، کوئی سنتا نہیں۔ تم کو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف ہو گیا، فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئے۔ اور باقی ہندو مسلمان عورت مرد

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۴۱ -

سوار پیادہ جو چاہے چلا آئے، چلا جائے، مگر بغیر آبادی کے ٹکٹ کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ سڑکیں نکلیں گی، اور گوروں کی چھاؤنی شہر میں بنے گی، کچھ بھی نہ ہوا۔ مر پٹ کر ایک جان نثار خاں کے چھتے کی سڑک نکلی ہے۔ دلی والوں نے لکھنئو کا خاکہ اڑا رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھا دیے اور صاف میدان کر دیا۔ میں جانتا ہوں ایسا نہ ہو گا۔ بات اتنی ہی ہے جو تم نے لکھی ہے۔ بہر حال اب جو کچھ ہو لکھو۔ اور ناظر جی کے روانہ ہو جانے کی خبر اور سجاد اور اکبر اور ان کی ماں کی خیریت اور اپنے باپ کا حال لکھو۔

پنجشنبہ، ۱۸۔ محرم الحرام [۱۲۷٦ھ[1]]
[۱۸ اگست[2] ۱۸۵۹ع]

[۳٦۷] ایضاً (۹)

میری جان[3]! شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب میں نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمھارا نہیں آیا کہ میں نے اسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا ہو، بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو تم نے مجھ کو شکایت نامہ بھیجا[4] ہے، اس کے بعد ایک خط میرا بھی تم کو پہنچا ہو گا۔ یہ خط کل آیا، آج میں اس کا جواب لکھتا ہوں۔

سنو صاحب، تم جانتے ہو کہ میں ۱۴ پارچہ کا خلعت ایک بار اور ملبوس خاص شال رومال دوشالہ ایک بار پیش گاہ حضرت سلطان عالم[5]

۱، ۲۔ دونوں سنہ تقویم اور مہیش صاحب سے لی گئی ہیں۔
۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۸٦، مجیدی صفحہ ۱٦۳، مبارک علی صفحہ ۲۵۴، رام نرائن صفحہ ۳۳۳، مہیش صفحہ ۱٦۳، مہر صفحہ ۳۰۲۔
۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۴۲۔
۵۔ سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ مرحوم شاہ اودھ۔

سے پا چکا ہوں ۔ مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت مجھ کو دو بار کس کے ذریعہ سے ملا ہے؟ یعنی جناب قبلہ وکعبہ حضرت مجتہد العصر مدظلہ العالی ۔ اب آدمیت اس کی مقتضی نہیں ہے کہ میں بے اُن کے توسط کے مدح گستری کا قصد کروں، چنانچہ قصیدہ لکھ کر اور جیسا کہ میرا دستور ہے کاغذ کو بنوا کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بھیج دیا ہے ۔ یقین ہے کہ حضرت نے وہاں بھیج دیا ہو گا ۔ اور میں تم کو بھی لکھ چکا ہوں کہ میں نے قصیدہ لکھنؤ کو بھیج دیا ہے ۔ اُسی خط میں یہ بھی تم کو لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلما سید نقی[1] صاحب اگر کلکتے پہنچ گئے ہوں تو مجھ کو اطلاع دو ۔

داروغگیِ املاک کے باب میں جو مناسب اور معقول اور واقعی ہے، وہ میں بے پردہ عالیشان مظفر حسین خاں کے خط میں لکھتا ہوں ۔ یہ ورق پڑھ کر اُن کی خدمت میں گزران دو اور وہ جو ارشاد کریں مجھ کو لکھو ۔

تمھارے اس خط کے مطالبِ مندرجہ کا جواب[2] ہو چکا، اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اس وقت لکھنے کو نہیں ہے ۔ مگر یہ کہ ایک خط تمھارے ماموں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہوں ۔ اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تم کو ایک حال معلوم ہو گا ۔

غالب

شنبہ[3]، ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع

۱- جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ بن جناب سید العلماء مولانا سید حسین صاحب قبلہ ۔ واجد علی شاہ کے عہد میں تقسیمِ خمس و زکوۃ اور رقوم امداد کے نگران اعلیٰ تھے- ۱۳۰۹ھ میں رحلت فرمائی (تذکرۂ بے بہا، طبع دہلی، صفحہ ۲۳۵) نیز دیکھیے حاشیہ خط نمبر ۳۵۸ -

۲- نیز دیکھیے خط نمبر ۳۵۵ -

۳- مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ -

[۳٦٨] ایضاً (۱۰)

یوسف میرزا[1] !

میرا حال سوائے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا ۔ آدمی کثرتِ غم سے سودائی ہو جاتے ہیں ، عقل جاتی رہتی ہے ۔ اگر[2] اس ہجومِ غم میں میری قوتِ متفکرہ میں فرق آ گیا ہو تو کیا عجب ہے ، بلکہ اس کا باور نہ کرنا غضب ہے ۔ پوچھو کہ غم کیا ہے ؟ غمِ مرگ ، غمِ فراق ، غمِ رزق ، غمِ عزت ۔ غمِ مرگ : میں قلعۂ نا مبارک سے قطع نظر کر کے اہل شہر کو گنتا ہوں : مظفرالدولہ ، میر ناصر الدین ، میرزا عاشور بیگ میرا بھانجا ، اس کا بیٹا احمد میرزا انیس برس کا بچہ ، مصطفیٰ خاں ابن اعظم الدولہ ، اس کے دو بیٹے ارتضیٰ خاں اور مرتضیٰ خاں ، قاضی فیض اللہ ۔ کیا میں ان کو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا تھا ؟ اے لو ، بھول گیا ، حکیم رضی الدین خاں ، میر احمد حسین میکش ۔ اللہ اللہ! ان کو کہاں سے لاؤں ؟

غمِ فراق : حسین میرزا ، میر مہدی ، میر سرفراز حسین ، میرن صاحب ، خدا ان کو جیتا رکھے ۔ کاش یہ ہوتا کہ جہاں ہوتے وہاں خوش ہوتے ۔ گھر ان کے بے چراغ ، وہ خود آوارہ ، سجاد اور اکبر کے حال کا جب تصور کرتا ہوں ، کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے ۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے ، مگر میں علی کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ و تار ہے ۔ حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مر گیا ۔ اس کی بیٹی ، اس کے چار بچے ، اس کی ماں یعنی میری بھاوج ، جے پور

۱۔ مجتبائی صفحہ ۲۸٦ ، مجیدی صفحہ ۱٦۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۴ ، مہیش صفحہ ۱٦۳ ، مہر صفحہ ۲۵۴ ،

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۳ ۔

میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس تین برس میں ایک روپیہ ان کو نہیں بھیجا۔ بھتیجی کیا کہتی ہو گی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہاں اغنیا اور امرا کے ازواج و اولاد بھیک مانگتے پھریں اور میں دیکھوں! اس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیے۔

اب خاص اپنا دکھ روتا ہوں: ایک بی بی، دو بچے، تین چار آدمی گھر کے، کلو، کلیان، ایاز یہ باہر؛ مداری کے جورو بچے بدستور، گویا مداری موجود[1] ہے۔ میاں گھمن گئے گئے مہینہ بھر سے آ گئے کہ بھوکا مرتا ہوں، اچھا بھائی تم بھی رہو۔ ایک پیسے کی آمد نہیں، بیس آدمی روٹی کھانے والے موجود۔ مقامِ معلوم سے کچھ آئے جاتا ہے۔ وہ بقدر سدِ رمق ہے۔ محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں دیو نہیں، بھوت نہیں، ان رنجوں کا تحمل کیوں کر کروں۔ بڑھاپا، ضعفِ قویٰ۔ اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں، گویا صاحب فراش ہوں، نہ کہیں جانے کا ٹھکانا، نہ کوئی میرے پاس آنے والا۔ وہ عرق[2] جو بہ قدر طاقت بنائے رکھتا تھا، اب میسر نہیں۔ سب سے بڑھ کر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا، خلعت فاخرہ پاتا تھا۔ وہ صورت اب نظر نہیں آتی۔ نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں، نہ بے گناہ ہوں نہ گناہ گار ہوں، نہ مخبر نہ مفسد۔ بھلا اب تم ہی کہو کہ اگر یہاں دربار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں؟ دو مہینے دن رات خون جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا۔ محمد افضل مصور کو دے دیا۔ وہ پہلی دسمبر کو مجھ کو دے گا یہ آس کا

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۴۴۔

۲۔ شراب مراد ہے۔

مطلع ہے -

ز سال نو دگر آبے بروے کار آمد
ہزار و ہشت صد و شست در شمار آمد

اس میں التزام اپنی تمام سرگزشت کے لکھنے کا کیا ہے - اس کی نقل تم کو بھیجوں گا - میرے آقا زادۂ روشن گہر جناب مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا - اس بجھے ہوئے بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے -

جہاں پناہ کی مدح کی فکر نہ کر سکا - یہ قصیدہ ممدوح کی نظر[1] سے گزرا نہ تھا - میں نے اسی[2] میں امجد علی شاہ کی جگہ واجد علی شاہ کو بٹھا دیا - خدا نے بھی تو یہی کیا تھا - انوری نے بارہا ایسا کیا ہے کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا - میں نے اگر باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا ؟ اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جس کا ذکر بہ طریق اختصار اوپر لکھ آیا ہوں - اس قصیدہ سے مجھ کو غرض دست گہ سخن منظور نہیں ، گدائی منظور ہے - بہرحال یہ تو کہو قصیدہ پہنچا یا نہیں پہنچا۔

۱- اردوے معلی، طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۵ -

۲- یہ قصیدہ دیوان طبع اول دہلی میں بہ عنوان ''مدح امجد علی شاہ'' موجود ہے ، اور کلیات طبع نول کشور میں بھی اسی طرح بلا اختلاف موجود ہے - شاید غالب نے جو تبدیلی کر کے ممدوح جدید کے نام لکھا تھا ، وہ کلیات میں داخل ہونے سے رہ گیا - اس قصیدہ کا مطلع ہے :

شادم کہ گردشی بہ سزا کرد روزگار
بی بادہ کام عیش روا کرد روزگار

دیکھیے کلیات غالب ، طبع مجلس، جلد دوم، صفحہ ۱۲۲ - نیز خط بنام حسن مرزا نمبر ۳۵۶ ، ۳۵۷ -

پرسوں تمھارے ماموں کا خط آیا۔ وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہیں ۔ کل تمھارا خط آیا، اُس میں قصیدہ کے پہنچنے کا ذکر نہیں ۔ اِس تفرقہ کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہیں ؟ اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں، اگر گزرا تو کس کی معرفت گزرا اور کیا حکم ہوا ؟ یہ امور جلد لکھو اور ہاں یہ بھی لکھو کہ املاک واقع شہر دہلی کے باب میں کیا حکم ہوا ؟

میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فردِ فہرستِ دیہات و باغات و املاک مع حاصلِ ہر یک باغ و دہ و ملک ، ناظر جی کو بھیج دی ہے ۔ اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی ۔ یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے ۔ مگر اتنا ہی، معلوم رہے کہ شہر کی عمارت جو سڑک میں نہیں آئی اور برسات میں ڈھے[1] نہیں گئی وہ سب خالی پڑی ہے ۔ کرایہ دار کا نام نہیں ۔ مجھ کو یہاں کی املاک کا علاقہ حسین مرزا کے واسطے مطلوب ہے ۔ میں تو پنشن کے باب میں حکم اخیر سن لوں ، پھر رام پور چلا جاؤں گا ۔ جمادی الاول سے ذی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرم[2] سے سنہ ۱۲۷۷ھ سال شروع ہوگا ۔ اس سال کے دو چار ، حد دس گیارہ مہینے غرض کہ انیس بیس مہینے ہر طرح بسر کرنے ہیں ۔ اس[3] میں رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم میں ہے وہ پہنچ جائے ۔ اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤں ۔ جسم رام پور میں اور روح عالم نور میں "یا علی" "یا علی" "یا علی" !

میاں ! ہم تمھیں ایک اور خبر لکھتے ہیں : برھما کا پتر دو

۱- اردوے معلیٰ "ڈہ" ۔

۲- غالب کو یقین تھا کہ وہ ۱۲۷۷ھ میں مر جائیں گے ۔ چنانچہ انھوں نے مصرعہ تاریخ "بگو کہ غالب مرد" بھی کہہ لیا تھا ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۶ ۔

دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا۔ ہے ہے! کیا نیک بخت غریب لڑکا تھا۔ باپ اس کا شیو جی رام اس کے غم میں مردہ سے بدتر ہے۔ یہ دو مصاحب میرے یوں گئے۔ ایک مردہ، ایک دل افسردہ۔ کون ہے جس کو تمھارا سلام کہوں؟ یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فرد ان سے لے کر پڑھ لینا اور جس طرح ان کی رائے میں آئے اس پر حصولِ مطلب کی بنا اٹھانا اور ان سب مدارج کا جواب شتاب لکھنا۔

ضیاء الدین خاں رہتک چلے گئے اور وہ کام[1] نہ کر گئے۔ دیکھیے آکر کیا کہتے ہیں۔ یا رات کو آگئے ہوں یا شام تک آجائیں۔ کیا کروں، کس کے دل میں اپنا دل ڈالوں۔ مرتضیٰ علی پہلے سے نیت میں یہ ہے کہ جو شاہ اودھ سے ہاتھ آئے، حصہ برادرانہ کروں، نصف حسین مرزا اور تم اور سجاد، نصف میں مفلسوں کا مدار حیات خیالات پر ہے۔ مگر اسی[2] خیالات سے اُن کا حسن طبیعت معلوم ہو جاتا ہے۔ والسلام خیر ختام۔

دو شنبہ[3] دوم جمادی الاول ۱۲۷۶ھ مطابق ۲۸۔ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع وقت صبح

[۳۶۹] ایضاً (۱۱)

میاں! کل[4] صبح کو تمھارے نام کا خط روانہ کیا، شام کو تمھارا

۱- یعنی تم لوگوں کو قرض نہ دے گئے جس کا ذکر کر چکے ہیں۔
۲- اردوے معلیٰ "اسی" صحیح "انھی"۔
۳- تقویم کے مطابق ہے اور خود غالب نے لکھا ہے۔
۴- مجتبائی صفحہ ۲۸۹، مجیدی صفحہ ۱۶۶، مبارک علی صفحہ ۲۵۷، رام نرائن صفحہ ۳۳۸، مہیش صفحہ ۱۹۶، مہر صفحہ ۳۰۵۔ اردو معلیٰ طبع اول اور مہیش و مہر کے علاوہ اردو کے نسخوں میں "کل" موجود نہیں ہے۔

ایک خط اور آیا ۔ حضرت زبدۃ العلما[1] کا اب تک وہاں نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے ۔ حق تعالیٰ اُن کو جہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے جب چاہیں وہاں پہنچیں ۔ میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گزرے اور کچھ ہمارے[2] تمھارے ہاتھ آئے ۔ لیکن کل کے خط کی پشت پر جو سطریں ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُس کے دیکھنے سے آس ٹوٹ گئی ، کچھ ہاتھ آتا نظر نہیں آتا ۔

املاک واقع شہر دہلی کے سوال کا جواب اب کی بار قلم انداز ہوا ، مکرر اگر کہا جائے گا تو بے شک یہ جواب آئے گا کہ ہم نے تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیے ، معاوضہ ہو گیا ۔ بھائی ! میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ املاک قتل ہوئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زرِ مقررہ ملا ہے ، وہ دلی کی املاک کا خوں بہا ہے ۔ پرسوں ناظر جی کے نام کے سرنامے میں فرد فہرست مجموع املاک بھیج چکا ہوں ۔ خیر ، یہ وار بھی خالی گیا ۔ مولانا غالب علیہ الرحمہ خوب فرماتے ہیں :

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید
نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے

تمھارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے ، وہ کس زبان سے ادا کروں ۔ ہے ہے ! حسین مرزا اور یہ کہے کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں ۔ اور مجھ کم بخت سے اُس کا جواب سر انجام نہ ہو سکے ۔ بہت بڑا آسرا تھا اس سرکار کا ۔ خدمت نہ سہی ، عہدہ نہ سہی ، علاقہ نہ سہی ، سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہہ مقرر ہو جانا کیا مشکل تھا ۔ دلی کے آدمی خصوصاً امرائے شاہی ہر شہر

۱۔ زبدۃ العلماء مولانا سید نقی صاحب کا خطاب ہے ۔ دیکھیے خط نمبر ۳٦٧ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴٧ ۔

میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ اُن کے سائے[1] سے بھاگتے ہیں۔ مرشد آباد بھی ایک سرکار تھی - حیدر آباد بہت بڑا گھر ہے ، مگر بے ذریعہ و واسطہ کیوں کر جائے اور جائے تو کس سے ملے ، کیا کہے ؟ ناچار وہیں رہو - کسی طرح شاہ اودھ کا سامنا ہو جائے ، اور میں کہاں کی صلاح بتاؤں - وہ صاحب[2] رہتک گئے ہیں ، کل یقین ہے کہ آ گئے ہوں گے -

مجھ[3] کو ابھی خبر نہیں آئی - اگر مشیت الٰہی میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ ظہور میں آ جائے گا - نواب گورنر جنرل بہادر ، یقین ہے کہ آج آگرہ میں رونق افروز ہوں - الور ، جے پور ، دھول پور ، گوالیار ، ٹونک ، جاورہ ، چھ رئیسوں کی وہاں ملازمت کی خبر ہے - خیر ہم کو کیا ؟ لیث الدولہ حسین علی خاں بہادر کی خدمت میں میرا سلام نیاز اور شکر یاد آوری -

مرقومہ صبح سہ شنبہ ، ۲۹ نومبر ، ۳ - جمادی الاول

بہ حساب جنتری - [۱۲۷۶ھ[4] - ۱۸۵۹ع]

[۳۷۰] ایضاً (۱۲)

میاں[5] ! تمھارا خط رام پور پہنچا اور رام پور سے دلی آیا - میں ۲۳ شعبان کو رام پور سے چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پہنچا -

---

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، ''ساتھ سے'' مہیش ''سایہ سے'' -

۲- ضیاء الدین خاں مراد ہیں -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۸ -

۴- سنہ جنتری اور مہیش سے لیا گیا ہے -

۵- مجتبائی صفحہ ۲۹۱ ، مجیدی صفحہ ۱۶۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۹ ، مہیش صفحہ ۱۶۷ ، مہر صفحہ ۳۰۷ - اردوے معلیٰ طبع مجیدی و مبارک میں ہے : ''میاں ، تمھارا خط رام پور سے دلی آیا'' -

اسی دن چاند ہوا۔ یک شنبہ، رمضان کی پہلی، آج دو شنبہ ۹ رمضان کی ہے۔ سو نواں دن مجھے یہاں آئے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رام پور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا۔ اب ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط ان کو تمھاری روانگی کے بعد پہنچا۔

تم جو مجھ کو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو، کیا مجھ کو ان کے حال سے غافل اور ان کی فکر سے فارغ جانتے ہو؟ کچھ بنا ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تک آؤ گے؟ صرف تمھارے دیکھنے کو نہیں کہتا، شاید تمھارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمشیرہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں، شاید آگے بڑھ کر کچھ حاجت پڑے۔ بہ ہر حال جو ہو گا وہ سمجھ لیا جائے گا۔ تم چلے آؤ۔ ہمشیرہ عزیزہ کو میری دعا کہہ دینا۔

مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ بھائی! تمھارا خط رام پور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر میں جواب نہ لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب کو گئے، جگراؤں میں منشی رجب علی کے مہمان[1] ہیں۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب مہدی علی خاں بہ قدر قلیل بلکہ اقل کچھ ان کی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوش نویس اور وہ دونوں بھائی باہم رہتے ہیں۔ میں وہیں تھا کہ صفدر سلطان دلی کو آئے تھے۔ اب جو میں یہاں آیا تو سنا کہ وہ میرٹھ گئے۔ خدا جانے رام پور جائیں یا کسی اور طرف

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۴۹۔

کا قصد کریں۔ تباہی ہے، قہر الٰہی ہے، مجھ کو لڑکوں نے بہت
تنگ کیا ورنہ چند روز اور رام پور میں رہتا۔ زیادہ کیا لکھوں۔

راقم غالب

مرقومہ دو شنبہ ۹ رمضان و ۲ اپریل
[۱۲۷٦ھ - ۱۸٦۰ع][1]

۱- سند از مہیش و تقویم۔

[۳۷۱] به نام منشی شیو نرائن صاحب (۱)

صاحب[۲] !

خط پہنچا ، اخبار کا لفافہ پہنچا ، لفافوں کی خبر پہنچی ۔ آپ نے کیوں تکلیف کی ؟ لفافے بنانا ، دل کا بہلانا ہے ۔ بے کار آدمی کیا کرے ؟ بہ ہر حال جب لفافے پہنچ جائیں گے ، ہم آپ کا شکر بجا لائیں[۳] گے :

۱۔ منشی شیو نرائن آرام خلف منشی نندلال خلف منشی بنسی دھر۔ آگرے میں رہتے تھے ۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے اور ۴ ستمبر ۱۸۹۸ء میں فوت ہوئے ۔ شیو نرائن کے دادا ، متعدد سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ آخر میں غالب کے نانا غلام حسین خاں کمیدان کی جائداد کے منصرم بھی ہو گئے تھے ۔ غالب کے بچپنے کے دوست کنھیا لال ، لالہ بنسی دھر کے چھوٹے بھائی تھے ۔ دلی آنے کے بعد غالب کا اس خاندان سے وہ میل جول نہ رہا ۔ ۱۸۵۸ء میں 'دستنبو' کی اشاعت کے لیے کسی پریس کی فکر ہوئی تو منشی ہرگوپال تفتہ کے ذریعے 'مطبع مفید خلائق' انتخاب میں آیا ۔ شیو نرائن اس پریس کے مالک اور تفتہ ، نبی بخش حقیر اور حاتم علی مہر کے دوست بھی تھے ۔ ایک اخبار 'مفید خلائق' ایک گلدستہ 'معیار الشعرا' بھی نکالتے تھے۔ چونکہ ان کے باپ دادا انگریزوں کے نمک خوار اور وفادار تھے خود نئے تعلیم یافتہ اور شاعر بھی تھے ، غالب سے گہرے تعلقات ہو گئے—دستنبو اور دیوان اردو کی اشاعت انھی کے پریس سے ہوئی ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۹۲ ، مجیدی صفحہ ۱۱۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۹ ، رام نرائن صفحہ ۳۰ ، مجیدی صفحہ ۳۵۷ ، مہر صفحہ ۲۳۲ ۔

۳۔ آرام نے پریس سے لفافے چھاپ کر بھیجنے کا ذکر کیا ہے ۔

ہر چہ از دوست می رسد ، نیکو ست

یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو ؟ مہاجن لوگ جو یہاں بستے ہیں ، وہ یہ ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سستے ہیں ، بہت سخی ہوں گے تو جنس پوری تول دیں گے ، کاغذ روپیہ مہینے کا کیوں مول لیں گے ؟

کل آپ کا خط آیا ، رات بھر میں نے فکر شعر میں خون جگر کھایا ، اکیس شعر کا قصیدہ کہہ کر تمھارا حکم بجا لایا[1] - میرے دوست ، خصوصاً میرزا تفتہ جانتے ہیں کہ فن تاریخ کو نہیں جانتا ، اس قصیدہ میں ایک روش خاص سے اظہار سنہ ۱۸۵۸ع کا کر دیا ہے - خدا کرے تمھارے پسند آوے - تم خود قدر دانِ سخن ہو اور تین استاد[2] اس فن کے تمھارے یار ہیں ، میری محنت کی داد مل جائے گی :

قصیدہ

[3]ملاذِ کشور و لشکر ، پناہِ شہر و سپاہ
جنابِ عالیِ 'ایلن برونِ' والا جاہ

بلند رتبہ وہ حاکم ، وہ سرفراز امیر
کہ باج تاج سے لیتا ہے جس کا طرفِ کلاہ

وہ محض رحمت و رافت کہ بہرِ اہلِ جہاں
نیابتِ دمِ عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ

وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جس کی پرسش کے
بنے ہے شعلۂ آتش انیسِ پرۂ کاہ

۱- یہ قصیدہ شیو نرائن نے 'ایلن براؤن' کے لڑکے کی ولادت کے موقع پر پیش کیا - غالب کے متداول دیوان اردو میں نہیں ہے -

۲- تین استادوں سے مراد نبی بخش حقیر ، ہرگوپال تفتہ اور حاتم علی مہر ہے -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۰ -

زمیں سے سودۂ گوہر اٹھے بجائے غبار
جہاں ہو توسنِ حشمت کا اس کے جولاں گاہ

وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں "الٰہی شکر"
وہ خشمگیں ہو تو گردوں کہے "خدا کی پناہ"

یہ اس کے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش
کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہ ہر سر راہ

ہزبر پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا
کبھی جو ہوتی ہے الجھی ہوئی دمِ روباہ

نہ آفتاب، ولے آفتاب کا ہم چشم
نہ بادشاہ، ولے مرتبہ میں ہمسرِ شاہ

خدا نے اس کو دیا ایک خوب رو فرزند
ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ

زہے ستارۂ روشن کہ جو اسے دیکھے
شعاعِ مہرِ درخشاں ہو اس کا تارِ نگاہ

خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں
بنے گا شرق سے تا غرب اس کا بازی گاہ

جوان ہو کے کرے گا یہ وہ جہاں بانی
کہ تابع اس کے ہوں روز و شب و سپید و سیاہ

کہے گی خلق اسے داورِ سپہر شکوہ
لکھیں گے لوگ اسے خسروِ ستارہ سپاہ

عطا کرے گا خداوندِ کارسازِ اسے
روانِ روشن و خوئے خوش و دلِ آگاہ

ملے گی اس کو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اسے
پڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاجِ گواہ

یہ ترک تاز سے برہم کرے گا کشورِ روس
یہ لے گا بادشہِ چیں سے چھین تخت و کلاہ
سنینِ[1] عیسوی اٹھارہ سو اور اٹھاون
یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و پگاہ
یہ جتنے سیکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں
دراز اس کی ہو عمر اس قدر، سخن کوتاہ
امید وارِ عنایات، شیو نارائن
کہ آپ کا ہے نمک خوار اور دولت خواہ
یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عز و جاہ کے ساتھ
تمھیں اور اس کو سلامت رکھے سدا، اللہ!

[اگست[2] ؟ ۱۸۵۸ع]

[۳۷۲] ایضاً (۲)

شفیق میرے[3]، مکرم میرے منشی شیو نرائن صاحب! تم ہزاروں برس سلامت رہو۔ تمھارا مہربانی نامہ اس وقت پہنچا اور میں نے اسی وقت جواب لکھا۔ بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی کتاب ہو، چھ جزو سے کم نہ ہو۔ مسطر دس گیارہ سطر کا ہو، مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے، شیرازہ کی طرف کا کم ہو۔ یہ باتیں سب میرزا تفتہ کو لکھ چکا ہوں۔ اس یارِ بے پروا نے تم سے شاید کچھ نہیں کہا۔ اس کے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو، غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیے گا۔ اور

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۵۱۔
۲- خط میں اور مہیش میں تاریخ نہیں ہے، سنہ اصل قصیدہ سے معلوم ہوا ہے۔
۳- مجتبائی صفحہ ۲۹۳، مجیدی صفحہ ۱۲۱، مبارک علی صفحہ ۲۶۱، رام نرائن صفحہ ۳۴۲، مہیش صفحہ ۳۷۷، مہر صفحہ ۲۳۴۔

منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہیے گ تو وہ بھی آپ کے شریک رہیں گے ، اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں -

کاغذ شیو رام پوری ہو ، خیر ، مگر سفید و مہرہ کیا ہوا اور لعاب دار ہو - پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنی لکھے جائیں تو اس کی طرز تحریر اور تقسیم دل پسند اور نظر فریب ہو - حاشیہ کی قلم بہ نسبت متن کی قلم کے خفی ہو -

خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں سے دو جلدیں ولایت کو جائیں گی - ایک جناب فیض مآب ملکۂ معظمہ انگستان کی نذر اور ایک میرے[1] آقائے قدیم لارڈ الن برا بہادر کی نذر - اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کروں[2] گ - میرزا تفتہ کو پانچ جلدوں کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیے گ - یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول - اور ان چھ جلدوں کی جو لاگت پڑے ، روپیہ جلد سے لے کر دو روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجیے گ - میں بمجرد طلب کے فوراً ہنڈوی بھیج دوں گ - ایک خریدار پچاس جلد کے وہاں پہنچے ہیں ، واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیے کہ اُن سے ملیں یعنی راجہ امید سنگھ بہادر اندور والے - وہ "چھلی اینٹ" میں بولس کے پچھواڑے رہتے ہیں - تعجب ہے کہ آپ ک خط آ گیا اور مرزا تفتہ نے مجھے پارسل کی رسید نہیں لکھی - اب میرا خط فارسی اپنے نام ک اور یہ خط ، دونوں خط اُن کو دکھا دیجیے گا اور راجہ امید سنگھ سے ملنے کو کہیے گ - اور ہاں صاحب، یہ اُن کو تاکید کیجیے گ کہ وہ رباعی جو میں نے لکھ بھیجی ہے اُس کو سب سے پہلے جہاں اُس ک

۱- لارڈ الن برا کی مدح میں ایک قصیدہ ابھی گزر چک ہے - اس خط سے معلوم ہوا کہ لارڈ صاحب سے غالب کے پرانے مراسم ہیں -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۵۲ -

نشان دیا ہے اُسی فقرے کے آگے ضرور ضرور لکھ دیجیے گا اور وہ رباعی بیسویں صفحہ میں اس فقرہ کے آگے ہے:
"نے نے، اختر بخت خسرو در بلندی بجائے رسید کہ رخ از خاکیان نہفت' ۔"[1]

تم اُن کو یاد دلا کر اُن سے لکھوا لینا ۔ ضرور ضرور ۔

یہ جو تم نے لکھا کہ صاحب نے سن کر اس کو پسند کیا، میں حیران ہوں کہ کون سا مقام تم نے پڑھا ہو گا ۔ کیوں کر کہوں کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہوں گے؟ اس کی جو حقیقت ہو مفصل لکھو ۔ زیادہ زیادہ ۔

راقم اسد اللہ

سہ شنبہ ۳۱[2] ماہ اگست سنہ ۱۸۵۸ع

ضروری جواب طلب

[۳۷۳] ایضاً (۳)

مہاراج[3]!

سخت حیرت میں ہوں کہ منشی ہرگوپال صاحب نے مجھ کو

۱- اس عبارت کے بعد 'دستنبو' (طبع اول و دوم صفحہ ۲۰) میں یہ رباعی ہے:

جائے کہ ستارہ شوخ چشمی ورزد
افسر افسار و گرزن ارزاں ارزد
خرشید ز اندیشہ جا در گردش
بر چرخ نہ بینی کہ چساں می لرزد

نیز دیکھیے خط بنام تفتہ نگاشتہ ۲۸ اگست ۱۸۵۸ع -

۲- مطابق ۲۱ محرم ۱۲۷۵ھ -

۳- مجتبائی صفحہ ۲۹۵، مجیدی صفحہ ۱۲۲، مبارک علی صفحہ ۲۹۵، رام نرائن صفحہ ۳۴۳، مہیش صفحہ ۳۷۸، مہر صفحہ ۲۳۵ -

خط لکھنا' کیوں چھوڑا۔ اگر مجھ سے خفا ہیں تو کیوں خفا ہیں۔ اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں گئے اور کیوں گئے ہیں، اور کب تک آئیں گے؟ آپ مہربانی' فرما کر یہ امور مجھ کو لکھ بھیجیے۔ اس سے علاوہ، ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہے اور اُن کو لکھا کہ اس کو 'دستنبو' میں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بھائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہیں اور اُن کو بھی 'دستنبو' میں لکھ دینے کا محل بتا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا[٢] [کہ] ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا، اور اُنھوں نے نظم کو اور اُنھوں نے نثر کو کتاب کے حاشیے پر چڑھا دیا یا نہیں؟ تم سے بہ ہزار آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیے پر چڑھ گئے ہیں تو مجھ کو ان کے لکھے جانے کی اطلاع دیجیے کہ تشویش رفع ہو اور اگر ان دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے، آپ مرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجیے اور محلِ تحریر میرے خط سے معلوم کر کے اُن کو جا بہ جا حاشیے پر رقم کیجیے اور مجھ کو اطلاع دیجیے —— ضرور ضرور ضرور۔

اور ایک اور کام آپ کو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحہ کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ ہے:

"[٤]اگر دردم دیگر بہ نہیب مباش بہم[٣] بر زند"

١- اسی مضمون کا خط مع زوائد یکم ستمبر کو تفتہ کے نام بھی لکھا تھا لیکن ٣ ستمبر ہنگم نیم رور تفتہ کو دوسرا خط لکھے ہیں: "تمھارا خط آیا اور دل سودا زدہ نے آرام پایا۔"

٢- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ٣٥٣۔

٣- اردوے معلیٰ ندارد، مہیش صاحب نے اضافہ کیا ہے۔

٤- دستنبو طبع دوم کے صفحہ ٥ (مطابق طبع اول) پر ہے: "اگر

(باقی حاشیہ صفحہ ٦٦٩ پر)

'نہیب' کا لفظ عربی ہے، یہ سہو سے لکھا گیا ہے، اس کو چھیل ڈالیے گا اور اس کی جگہ 'نوائے مباش' بنا دیجیے گا۔ حقیقت لکھ کر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں۔

پہلا سوال : مرزا تفتہ کا حال اور ان کے خط کے نہ آنے کی وجہ لکھیے۔

دوسرا سوال : مرزا تفتہ نے اگر رباعی 'دستنبو' کے حاشیہ پر لکھ دی ہے تو اس کی اطلاع ورنہ ان کے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھ دیں اور مجھ کو اطلاع دیں۔

تیسرا سوال : منشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی نثر درج کر دی ہے تو اس کی اطلاع، ورنہ وہ نثر ان سے لے کر اور محل معلوم کر کے حاشیہ' کتاب پر لکھ دیجیے اور مجھ کو لکھ بھیجیے۔

چوتھا سوال : آپ[1] جس طرح اوپر لکھ آیا ہوں 'نہیب' کی جگہ 'نوا' کا لفظ بنا کر مجھ پر[2] عنایت کیجیے۔

پانچواں سوال : خریدار پچاس جلدوں کے پہنچے، مرزا تفتہ سے ملے، روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امور وقوع میں نہیں آئے؟ اس کی اطلاع ضرور دیجیے۔

چھٹا سوال : چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں؟ اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب؟ متوقع ہوں کہ میرے یہ سب کام از راہِ عنایت بنا کر ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٦٨)

دردم دیگر بہ نوائے مباش بہم زند'' یہی خطوط غالب ترتیب مہیش میں ہے، لیکن اردوے معلیٰ طبع اول میں ''برزند'' درج ہے۔ مجتبائی کے نسخہ میں ''بہم برزند'' درج ہے۔

١- اردوے معلیٰ طبع ول، آغاز صفحہ ٣٥٤۔

٢- اردوے معلیٰ طبع اول و مجتبائی ''مجکو''، مہیش سے تصحیح کی گئی ہے۔

چھ سوال کا جواب ، اسی طرح جدا جدا لکھیے ، اور ضرور لکھیے اور جلد لکھیے۔

راقم اسد اللہ خاں

روز[1] جمعہ ، سوم ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۳۷۴] ایضاً (۴)

نور بصر[2] ، لخت جگر ، منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔

خط اور رپورٹ کا نفافہ پہنچا اور سب حال تمھارے خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دودمان کے چشم و چراغ ہو۔

العلمہ[3] طاقتہ ، شوق سے لکھو۔ آخر کے صفحہ کی دو سطریں از روئے مضمون سراسر کتاب کے مضمون کے خلاف ہیں۔ میں نے سرکار کی فتح کا حال نہیں لکھا ، صرف اپنے پندرہ مہینے کی سرگزشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ کا بھی ذکر آ گیا ہے اور وہ اپنی سرگزشت جو میں نے لکھی ہے ، سو ابتدائے ۱۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ع سے ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع تک لکھی ہے۔ شہر ، ستمبر میں فتح ہوا ، اس کا بھی بیان ضمناً آ گیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا ورنہ بڑی قباحت ہوتی ــــ اب میں جس طرح سے کہوں ، سو کرو۔

۱- مطابق ۲۴ محرم ۱۲۷۵ھ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۲۹۶ ، مجیدی صفحہ ۱۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۳ ، رام نرائن صفحہ ۴۴ ، مہیش صفحہ ۳۸۲ ، مہر صفحہ ۲۳۷۔

۳- اردوے معلیٰ اور مہیش میں ''العلمہ'' بہ تائے قرشت ہے۔ دستنبو ، طبع اول میں 'العلمہ'' بہ ہاے ہوز ہے ، مہر صاحب نے اصلاح فرما کر ''العلم'' لکھا ہےــغالباً یہ فقرہ منشی شیو نرائن کی تجویز سے لکھا گیا۔ مرزا صاحب نے بھی توجہ نہ فرمائی کہ اسے ''الحکمہ'' بنا دیتے۔

پہلے سوچو کہ تقسیم یوں ہے کہ تین سطریں اوپر اور تین سطریں نیچے اور بیچ میں ایک سطر، اس میں کتاب کا نام[1] ـــــ کیوں میاں! تقسیم یوں ہی ہے؟ اب میں دوسرے صفحے پر ساتوں سطریں[2] لکھ دیتا ہوں۔ اس کو ملاحظہ[3] کرو اور میرا کہنا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی۔ اور مطبع پر بات آئے گی۔ اس صفحہ[4] میں دو ایک باتیں اور سمجھا دوں کہ وہ ضروری ہیں۔

سنو میری جان! نوابی کا مجھ کو خطاب ہے "نجم الدولہ" اور اطراف و جوانب کے امراء سب مجھ کو 'نواب' لکھتے ہیں، بلکہ بعض انگریز بھی۔ چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جواب ان دنوں میں ایک روبکاری بھیجی ہے، تو لفافہ پر "نواب اسد اللہ خاں" لکھا۔ لیکن یہ یاد رہے، نواب کے لفظ کے ساتھ 'مرزا' یا 'میر' نہیں لکھتے، یہ خلاف دستور ہے۔ یا 'نواب اسد اللہ خاں' لکھو یا 'مرزا اسد اللہ خاں' لکھو اور 'بہادر' کا لفظ تو دونوں حال میں واجب اور لازم ہے۔

[ستمبر[5] ۱۸۵۸ع]

۱- دستنبو، طبع اول کے سر ورق کی ترتیب یہی ہے۔

۲- وہ سات سطریں یہ ہیں (۱) قصیدہ (۲) برگزیدہ (۳) در مدح خداوند روے زمین، سایۂ جہاں آفرین (۴) حضرت قدر قدرت ملکۂ معظمۂ انگلستان (۵) خلد اللہ ملکہ بالعدل والاحسان (۶) مشتمل بر تہنیت فتح (۷) ہندوستان۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۵۵ -

۴- یعنی سرورق میں ــــ بہ حالت موجودہ عبارت یہ چھپی ہوئی ہے:
"فردوسی ہند نواب اسد اللہ خاں بہادر، غالب تخلص دہلوی"

۵- اس خط پر کسی نے تاریخ نہیں لکھی، میرا خیال ہے کہ وسط ستمبر کا مکتوب ہے۔

[۳۷۵] ایضاً (۵)

برخوردار[1] نور چشم منشی شیو نرائن کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو۔ جب یہ جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دل بند ہو۔ اب تم کو مشفق و مکرم لکھوں تو گنہ گار۔

تم کو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے، مجھ سے سنو!

تمہارے دادا کے والد[2]، عہد نجف خاں[3] و ہمدانی میں میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے پردادا نے

۱- مجتبائی صفحہ ۲۹۷، مجیدی صفحہ ۱۲۳، مبارک علی صفحہ ۲۶۳، رام نرائن صفحہ ۳۴۵، مہیش صفحہ ۳۸۰، مہر صفحہ ۲۳۶۔

۲- رائے اجاگر چند اجمیری جو ۱۷۸۳ع کے قریب نقل مکان کر کے آگرے آئے اور راجہ چیت سنگھ آف بنارس کے وزیر (؟) بن گئے (مالک رام، تلامذۂ غالب صفحہ ۲۱) لیکن راجہ چیت سنگھ ۱۷۸۰ع میں بنارس سے جلا وطن ہوئے۔ ان کا کچھ زمانہ بنارس میں گزرا، جہاں وہ معتوب کمپنی تھے۔ آخر گوالیار چلے گئے تھے جہاں کسی کار نمایاں کے سلسلے میں مہاراجہ گوالیار نے ایک لاکھ روپے کی جاگیر دی تھی۔ جیت سنگھ نے بمقام گوالیار ۱۸۱۰ع میں انتقال کیا (تاریخ بنارس صفحہ ۲۲ و ماقبل) ان حالات میں اجاگر چند کی وزارت کا سوال ہی نہیں ہوتا، بلوان سنگھ بھی بے چارا تباہ حال ہی تھا)۔

۳- نجف خاں بن سید علی بن سید محمد رضوی (طلسم ہند صفحہ ۱۰۷ طبع نول کشور) صفوی دربار کے امیرزادوں سے تھے۔ عہد شاہ عالم میں انگریزوں سے مقابلے کیے، مرہٹوں کو رام کیا، بھرت پور

(باقی حاشیہ صفحہ ٦٧٣ پر)

بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی ۔ یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں ۔ مگر جب[1] میں جوان ہوا تو میں نے دیکھا کہ منشی بنسی دھر، خاں صاحب کے ساتھ ہیں اور انھوں نے جو کیٹھم گانو اپنی جاگیر کا سرکار میں دعویٰ کیا ہے ، تو بنسی دھر اس امر کے منصرم[2] ہیں اور وکالت اور مختاری کرتے ہیں ۔ میں اور وہ ہم عمر تھے ۔ شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں ۔ انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر ان کی ۔ باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت ، آدھی آدھی رات گزر جاتی تھی ۔ چونکہ گھر ان کا بہت دور نہ تھا ، اس واسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے ۔ بس ہمارے اور ان کے مکان میں مچھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے دو کٹرے درمیان تھے ۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جو اب لکھمی چند سیٹھ نے مول لی ہے ۔ اسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اس کے ایک "کھٹیا والی حویلی" اور سلیم شاہ کے تکیے کے پاس دوسری حویلی اور "کالے محل" سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ "گڈریوں والا" مشہور تھا ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷۲)

اور آگرہ کو حکومت دہلی کے قبضے میں لائے ۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ ذوالفقار الدولہ دربار دہلی کا آخری صاحب تدبر و سیاست ، بہادر اور فاتح وزیر تھا ، جس نے سلطنت مغلیہ کو سہارا دیا ۔ ۶ اپریل ۱۷۸۲ء ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۹۶ھ میں وفات پائی اور دہلی میں دفن ہوئے ۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام حسین خاں ، نواب نجف خاں کے لشکر میں ملازم تھے اور شیو نرائن کے پردادا اس زمانے میں آگرے ہی میں تھے ۔ "خاں و ہمدانی" واو بظاہر زائد ہے (مومن : کامب علی خاں صفحہ ۱۷)۔

۱۔ گویا یہ واقعہ ۱۸۰۶ء کے لگ بھگ کا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام حسین خاں غالب کی جوانی تک زندہ رہے ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۶ ۔

اور ایک کٹرہ کہ وہ "کشمیرن[1] والا" کہلاتا تھا ۔ اُس کٹرے کے ایک کوٹھے پر میں پتنگ اڑاتا تھا اور راجہ بلوان[2] سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے ۔ واصل خاں نامی ایک سپاہی تمھارے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹروں کا کرایہ اوگاہ کر اُن کے پاس جمع کرواتا تھا ۔

بھائی ! تم سنو تو سہی ، تمھارا[3] دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے ۔ علاقے مول لیے تھے اور زمینداراا اپنا کر لیا تھا ۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکار کی مال گزاری کرتا تھا ۔ آیا وہ سب کارخانے تمھارے ہاتھ آئے یا نہیں ؟ اس کا حال از روے تفصیل جلد مجھ کو لکھو ۔

اسد اللہ[4]

روز سہ شنبہ[5] ، ۱۹ اکتوبر ، وقت ورود خط ۔ [۱۸۵۸ع]

[۳۷۶] ایضاً (۶)

برخوردار[6] ! اقبال نشان منشی شیونرائن کو بعد دعا کے معلوم ہو :

۱- آگرے کے بڑے بوڑھوں سے سنا ہے کہ یہ محلہ طوائفوں سے آباد تھا ۔

۲- راجہ بلوان سنگھ کی ولادت ۱۷۹۸ع کے قریب ہوئی کیونکہ وقت انتقال ۱۸۷۱ع میں بہتر برس بتائے جاتے ہیں (تاریخ بنارس) ۔ بلوان سنگھ ۱۸۱۰ع میں چیت سنگھ کے مرنے پر آگرے میں سکونت پذیر ہو گئے تھے ۔ اسی پتنگ بازی اور ایک تصنیف کا قصہ مولانا حالی نے لکھا ہے ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول : "تمھارے دادا" ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول : "اللہ اللہ" صحت نامہ میں "اسد اللہ" ۔

۵- مطابق ۱۱ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ ۔

۶- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۷ ۔ مجتبائی صفحہ ۲۹۸ ، مجیدی صفحہ ۱۲۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۵ ، رام نرائن صفحہ ۳۴۷ ، سہیش صفحہ ۳۸۱ ، مہر صفحہ ۲۲۸ ۔

تمھارے دو خط متواتر پہنچے ، میرے بھی دو خط پس و پیش پہنچے ہوں گے ۔ موافق اُس تحریر کے عمل کیا ہوگا ۔ دو جلدیں پر تکلف اور پانچ جلدیں بہ نسبت اُس کے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہدۂ اہتمام میں ہیں ، اُس سے ہم کو اور تم کو کچھ کام نہیں ، وہ جیسی چاہیں بنوا کر بھیج دیں ۔ تم ایک جلد ، بس ، زیادہ صرف کیوں کرو ۔ اپنے طور پر اپنی طرف سے جیسی چاہو بنوا کر بھیج دو ۔ میں تم کو اپنے پیارے ناظر بنسی دھر کی نشانی جانتا ہوں ۔ اُس کو تمھاری نشانی جان کر اپنی جان کے برابر رکھوں گا ۔ باقی حال اپنے خاندان اور تمھارے خاندان اور باہم پل کر اپنا اور بنسی دھر کا بڑے ہونا سب تم کو لکھ چکا ہوں[1]، مکرر کیوں لکھوں ۔

بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اُجڑا ہوا شہر ، نہ آدمی ، نہ آدم زاد ۔ مگر ہاں ، دو ایک مصوروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے ، وہ رہتے ہیں ، سو وہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں ۔ تصویریں بھی اُن کے گھروں میں سے لٹ گئیں ۔ کچھ جو رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں ۔ ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے ، وہ تیس روپیہ سے کم کو نہیں دیتا ۔ کہتا ہے کہ تین تین اشرفیوں کو میں نے صاحب لوگوں کے ہاتھ بیچی ہیں ، تم کو دو اشرفی کو دوں گا ۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے ۔ میں نے چاہا کہ اُس کی نقل کاغذ پر اُتار دے ، اُس کے بھی بیس روپیہ مانگتا ہے ، اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو ۔ اتنا[2] صرف بے جا کیا ضرور ہے ؟ میں نے دو ایک آدمیوں سے کہہ رکھا ہے ۔ اگر کہیں سے ہاتھ آ جائے گی تو لے کر تم کو

١- خط ماقبل محررہ ١٩ اکتوبر ١٨٥٨ع کا حوالہ ہے ۔
٢- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ٣٥٨ ۔

بھیج دوں گا۔ مصوروں سے خرید کرنے کا نہ خود مجھ میں مقدور، نہ تمھارا نقصان منظور۔

اب چھاپا تمام ہو گیا ہو گا۔ وہ پانچ اور دو سات کتابیں جو مرزا صاحب[1] کی تحویل میں ہیں وہ، اور وہ ایک جلد جو تم نے مجھ کو دینی کی ہے وہ، یہ سب لوح اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیں گی، مگر وہ چالیس کتابیں سراسری جو مجھے چاہیے ہیں، وہ تو آج کل میں روانہ کر دو۔ اور ہاں میری جان، یہ چالیس کتابوں کا پشتارہ کیوں کر پہنچے گا؟ اور محصول اس کا کیا ہو گا؟ اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدیں رائے امید سنگھ کے پاس کہاں بھیجی جائیں گی؟ مرزا تفتہ ہاتھرس کو جاتے ہوئے آن کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر آگرہ اور دلی کا آنا مجھ کو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجھ کو لکھو۔ تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور ان مقدمات سے اطلاع پاؤں۔ جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔

از غالب

نگاشتہ و رواں داشتہ شنبہ[2] ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۳۷۷] ایضاً (۷)

میاں[3]! تمھارے کمال کا حال معلوم کر کے میں بہت خوش ہوا۔ اگر مجھ کو کبھی انگریزی لکھوانا[4] ہوگا تو یہاں سے اردو میں

۱- اردوے معلیٰ طبع اول: "کی تحویل ہیں" طبع مجتبائی: "کی تحویل میں ہیں" مہیش: "کے تحویل ہیں"۔

۲- مطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۹۹، مجیدی صفحہ ۱۲۶، مبارک علی صفحہ ۲۶۶، رام نرائن صفحہ ۳۴۸، مہیش صفحہ ۳۸۵، مہر صفحہ ۲۴۰۔

۴- انگریزی کو مذکر لکھنا سہو قلم ہے۔

لکھ کر بھیج دوں گا ، تم وہاں سے انگریزی لکھ کر بھیج دیا کرنا ۔

"قصۂ قاصدانِ شاہی" میں نے دیکھا ۔ اصلاح کے باب میں سونچا[2]۔ اگر سب فقروں کو مقفیٰ اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد کروں . تو کتاب کی صورت بدل جائے گی اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو ۔ ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ ٹکسال باہر تھے ، وہ[3] بدل ڈالے۔ مثلاً 'وے' کہ یہ گنوارو بولی ہے 'وہ' ٹھیٹ اردو ہے ۔ 'کرانا' یہ بیرونجات کی بولی ہے 'کروانا' یہ فصیح ہے ۔'راجے' یہ غلط ہے 'راجہ' صحیح ہے ۔ کہیں کہیں روابط و ضمائر نامربوط تھے ، اُن کو مربوط کر دیا ہے اور ایک جگہ "گہنے بسے" یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا . اس کو تم سمجھ لینا ، باقی اور سب مربوط اور خوب صاف ہے . حاجت اصلاح کی نہیں ۔

صاحب ! کتابیں کب روانہ ہوں گی ؟ دوالی بھی ہو لی ۔ اگر گنگا جانے کا قصد ہو تو بھائی میری کتابیں بھیج کر جانا ۔ اور ہاں یہ میں نہیں سمجھا کہ مرزا مہر کی بنوائی[4] ہوئی سات کتابیں بھی انھیں کتابوں کے ساتھ بھیجو گے ، یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ

۱- ایک انگریزی کتاب Four Messengers کا ترجمہ جو پہلی مرتبہ ۱۸۵۹ء میں اور اس کے بعد کئی مرتبہ چھپا ۔(مالک رام، تلامذۂ غالب) محمد عتیق نے "صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات" میں لکھا ہے کہ یہ کتاب "مفید خلائق" سے چھپی تھی اور بادشاہوں سے متعلق لطیفے اور قصے تھے (حوالۂ مذکور صفحہ ۲۳۲)۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول اور مہیش میں 'سوچا' کو بالالتزام "سونچا" لکھا گیا ہے ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۹ ۔

۴- اردو ، "بنائی" مہیش 'بنوائی' ۔

کریں گے ؟ وہ تم نے اپنی بنوائی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا ، اور اس وعدہ سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابیں پہلے روانہ ہوں گی اور وہ ایک کتاب ہفتہ کے بعد ، سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا ، یقین ہے کہ اب وہ سب یک جا پہنچیں ، اور شاید کل پرسوں آ جائیں ۔ وہ لمبر اخبار کا جو تم نے مجھ کو بھیجا تھا ، اُس میں اڈمنشٹن[1] صاحب کے لفٹنٹ [گورنر] ہونے کی اور بہت جلد آگرہ آنے کی خبر لکھی تھی، یہاں مجھ کو کئی باتیں پوچھنی ہیں ۔

ایک تو یہ کہ چیف سیکرٹر نواب گورنر جنرل کے تھے ۔ جب یہ لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اب وہاں چیف سیکرٹر کون ہوگا ؟ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب اس عہدہ پر مامور ہوں ۔ پس اگر یوں ہی ہے تو ان کے محکمہ میں چیف[2] سیکرٹر کون ہو گا ۔

دوسری بات یہ کہ میر منشی ان کے تو وہی منشی غلام غوث خاں صاحب رہیں گے ؟ یقین ہے کہ اُن کے ساتھ آویں[3] ۔

تیسری یہ بات کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میر منشی ایک بزرگ تھے بلگرام کے رہنے والے منشی سید جان خاں ، آیا اب بھی وہی ہیں یا ان کی جگہ کوئی اور صاحب ہیں ۔

ان سب باتوں میں سے جو آپ کو معلوم ہوں وہ ، اور جو نہ معلوم ہو اس کو معلوم کر کے مجھ کو لکھیے ، اور جلد لکھیے اور ضرور لکھیے ۔ یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں ۔ کتابیں جا بجا بھیجنے میں جب تک نام اور مقام

۱- اردوے معلیٰ : ''اڈمنشٹن صاحب کے لفٹنٹ ہونے کی''۔ نسخۂ مہیش : ''لفٹنٹ گورنر ہونے کی'' ۔

۲- مہیش ''چیف'' ندارد ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳٦٠ ۔

معلوم نہ ہو تو کیوں کر بھیجوں ؟ جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو۔

سہ شنبہ ۹ نومبر سنہ ۱۸۵۸ء[1]

[۳۷۸] ایضاً (۸)

برخوردار[2] کامگر منشی شیو نرائن طال عمرہ و زاد قدرہ۔

کل جمعہ کے دن ، ۱۲ نومبر کو ۳۲ کتابیں آ گئیں۔ میں بہت خوش ہوا اور تم کو دعائیں دیں۔ خط تمہارے نام کا ابھی میرا کہار ڈاک میں لے گیا ہے۔ اس رقعہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبدالحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنر مند آدمی ہیں۔ "دلی گزٹ" میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے۔ چونکہ وہ چھاپہ خانہ[3] اب آگرہ میں ہے ، یہ بھی وہیں آتے ہیں۔ تمہارے پاس حاضر ہوں گے ، ان پر مہربانی رکھنا۔ بھلا وہ شہر بے گانہ ہے ، ان کو تمہاری خدمت میں شناسائی رہے گی تو اچھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں۔ شاید اگر 'دہلی گزٹ' میں ان کا طور درست نہ ہو تو اس صورت میں بہ شرط گنجایش اپنے مطبع میں ان کو رکھ لینا۔

راقم اسد اللہ

نگاشتہ شنبہ[4] ۱۳ نومبر سنہ ۱۸۵۸ء

۱- اردوے معلیٰ نامی پریس میں "۱۸۵۶ء" درج ہے جو غلط ہے۔ ۹ نومبر ۱۸۵۸ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۰۸ ، مجیدی صفحہ ۱۲۷ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۴۹ ، مہیش صفحہ ۳۸۶ ، مہر صفحہ ۲۴۱۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں اس کا املا غلط ہے "چھاپہ خانا"

۴- مطابق ۶ جمادی الثانیہ ۱۲۷۵ھ -

[۳۷۹] ایضاً (۹)

صاحب[1] ! تمہارا خط آیا ، دل خوش ہوا ۔ دیکھیے[2] مرزا مہر[3] کب روانہ کرتے ہیں ۔ اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آ پہنچیں ، آج نہ آئیں کل آئیں ۔ کل سے میں شام تک راہ دیکھتا ہوں ۔ "سہر نیم ماہ" نہیں ، اُس کا نام "سہر نیم روز" ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے ۔ اب وہ بات ہی گئی گزری بلکہ وہ کتاب اب چھپانے[4] کے لائق ہے ، نہ چھپوانے کے قابل ۔

اُردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہیں ، یہ بھی زائد بات ہے ۔ کوئی رقعہ ایسا ہو گا کہ[5] جو میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہو گا ، ورنہ صرف تحریر سرسری ہے ۔ اُس کی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہے ۔ اس سے قطع نظر ، کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں ۔ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میرے خلافِ طبع ہے ۔

محررۂ پنج شنبہ ، ۱۸[6] نومبر سنہ ۱۸۵۸ع

۱- مجتبائی صفحہ ۳۰۱ ، مجیدی صفحہ ۱۲۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۰ ، مہیش صفحہ ۳۸۷ ، مہر صفحہ ۲۴۲ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۱ ۔

۳- مہیش پرشاد میں ' کب ' سے پہلے '' کتب '' کا اضافہ کیا گیا ہے ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع مجتبائی ومبارک و مہر : ''وہ کتاب اب نہ چھپانے چھاپنے کے لائق ہے''۔ تصحیح از اردوے معلیٰ طبع اول و مہیش

۵- مہیش '' کہ '' ندارد ۔

۶- مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ۔

[۳۸۰] ایضاً (۱۰)

برخوردار[1] ! اقبال نشان کو دعا پہنچے -

کل جمعہ کے دن ، ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو سات کتابوں کے دو پارسل پہنچے - واقعی ، کتابیں جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا ، اسی روپ کی ہیں - حق تعالیٰ مرزا مہر کو سلامت رکھے -

رقعوں[2] کے چھاپے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں ، البتہ اس باب میں میری رائے پر تم کو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے -

مطلبِ عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے ، وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور میں نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھ کر بھیجنا ، خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو ، اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا اور اسی طرح میرے پاس بھیج[3] دینا - یہ بھی معلوم رہے کہ اب ان کتب کی تقسیم اس کتاب کے آنے تک ملتوی رہے گی - اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جائے تو بہتر ہے -

۲۰[4] نومبر ۱۸۵۸ع
جواب طلب بلکہ کتاب طلب

۱- مجتبائی صفحہ ۳۰۱ ، مجیدی صفحہ ۱۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۰ ، مہیش صفحہ ۳۸۷ ، مہر صفحہ ۲۴۲ -
۲- عود ہندی کے بعد دوسرے مجموعۂ مکاتیب کا تصور ابھر رہا ہے -
۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۲ -
۴- اردوے معلیٰ طبع اول بیس کا صفر بہت ہلکا لگا ہے اس لیے بعد کے ایڈیشنوں میں دو نومبر ہی چھپتا رہا -
شنبہ ، ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ -

[۳۸۱] ایضاً (۱۱)

صاحب[۱] ! تم کندھولی سے کب آئے ؟ اور جب آئے تو وہ میرا خط بیرنگ کہ جس میں سات روپیہ کی ہنڈوی ملفوف تھی ، پایا یا نہیں پایا ؟ اگر پایا تو[۲] موافق اُس تحریر کے عمل کیوں نہ فرمایا ؟ اور اُس خط میں ایک مطلب جواب طلب تھا اس کا جواب کیوں نہ بھجوایا ؟ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کے واسطے کندھولی گئے تھے ، تو کار پردازان مطبع نے خط لے کر رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہو گے تو وہ خط تمھیں دیا ہو گا پھر کیا سبب جو تم نے جواب نہ لکھا ؟ یا ابھی کندھولی سے تم نہیں آئے؟ یا وہ خط میرا تلف ہو گیا ؟ تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں ۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ اگر خط پہنچا تو مجھ کو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اس کی تدبیر بتاؤ کہ اب میں ساہوکار سے کیا کہوں ، اور ہنڈوی کا مثنیٰ کس طرح سے مانگوں ؟

از اسد مضطرب

روز سہ شنبہ[۳] ، ۳۰ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع

جواب طلب ۔ شتاب طلب

[۳۸۲] ایضاً (۱۲)

صاحب[۴] ! تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رہے ہو گے ۔ حال یہ ہے کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہو گیا اور ورم کر آیا ، چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۰۲ ، مجیدی صفحہ ۱۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۱ ، مہیش صفحہ ۳۸۸ ، مہر صفحہ ۲۴۳ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ''تو'' ندارد ۔ اضافہ از مہیش ۔

۳۔ مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ۔

۴۔ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیے ۔

بہ ہر حال اب اچھا ہوں۔

'پنج آہنگ'، تم نے مول لے لی، اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں، ایک بادشاہی چھاپہ[1] خانے کا، اور ایک منشی[2] نور الدین کے چھاپہ[1] خانے کا۔ پہلا ناقص ہے، دوسرا سراسر غلط ہے۔ کیا کہوں تم سے، ضیاء الدین خان جاگیردار لوہارو، میرے سبھی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہیں، جو نظم و نثر میں، میں نے کچھ لکھا وہ آنھوں نے لیا اور جمع کیا۔ چنانچہ 'کلیات نظم فارسی' چون پچپن جزو اور 'پنج آہنگ' اور 'مہر نیم روز' اور 'دیوان ریختہ'، سب مل کر سو سوا سو جزو مطلا[3] اور مذھب اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ، کوئی ڈیڑھ[4] سو دو سو روپے کے صرف میں بنوائیں[5]، میری خاطر جمع، کہ کلام میرا سب یک جا فراہم ہے۔ پھر ایک شاہ زادے نے اس مجموع نظم و نثر کی نقل لی۔ اب دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا، کہاں سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونوں جگہ کا کتاب خانہ خوان یغما ہو گیا۔ ہر چند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے آن میں سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی۔ وہ سب قلمی ہیں۔ غرض اس

حاشیہ پچھلے صفحہ سے

۴- مجتبائی صفحہ ۳۰۲، مجیدی صفحہ ۱۲۹، مبارک علی صفحہ ۲۶۹، رام نرائن صفحہ ۳۵۲، مہیش صفحہ ۳۸۸، مہر صفحہ ۲۴۳ -

۱- اردوے معلیٰ ''چھاپا خانے'' -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۳۶۳—بادساہی چھاپے سے ۴ اگست ۱۸۴۹ع مطبع سلطانی کا نسخہ مراد ہے، اور نور الدین احمد لکھنئوی والا نسخہ ماہ اپریل ۱۸۵۳ع میں چھپا جو میرے پاس بہ مہر فخر الدین سخن موجود ہے۔

۳- اردو و مہیش ''مطلے'' -

۴- اردو ''ڈیڑ'' بغیر ''ھ'' -

۵- اردوے معلیٰ طبع اول ''بنوائی'' -

تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات ، قلمی ہندی کا کلیات ، قلمی 'پنج آہنگ'، قلمی 'مہر نیم روز'، اگر کہیں ان میں سے کوئی نسخہ بکتا ہوا آوے تو اس کو میرے واسطے خرید کر لینا اور مجھ کو اطلاع کرنا ، میں قیمت بھیج کر منگوا لوں گا ۔

جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا ۔ ان کی فرمائش ہے اردو نثر کی ، وہ انجام پائے تو اس کے ساتھ آن کو خط لکھوں ۔ مگر بھائی ، تم غور کرو ، اردو میں، میں اپنے قلم کا زور کیا صرف کروں گا ؟ اور آس عبارت میں معانی نازک کیوں کر بھروں گ ۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں ، کون سی بات ، کون سی کہانی ، کون سا مضمون ، تحریر کروں ۔ اور کیا تدبیر کروں ۔ تمھاری رائے[1] میں کچھ آئے ، تو مجھ کو بتاؤ ۔ ایک قرینہ سے مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو "دستنبو" کی خریداری کرے گی اور ان نسخوں کو ولایت بھیجے گی ۔ کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمھارے پاس الہ آباد سے حکم پہنچے ۔

صبح روز[2] شنبہ ، ۱۱ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۳۸۳] ایضاً (۱۳)

بھائی[3] ! یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے ۔ خیر ، دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے ۔ تمھارا خط ، آیا آس کے دوسرے دن میں نے جواب بھجوایا ۔ آج تک تم نے آس کا جواب نہ بھیجا ، حالانکہ آس میں جواب طلب باتیں تھیں یعنی میں نے اپنی

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۴ ۔

۲- مطابق ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۵ھ نسخہ مبارک علی و مہر "دو شنبہ" جو طبع اول و مہیش و جنتری کے خلاف ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۳۰۳ ، مجیدی صفحہ ۱۲۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۳ ، مہیش صفحہ ۳۸۹ ، مہر صفحہ ۲۴۴ ۔

نظم نثر کی کتب کا حال تم کو لکھ کر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمھارے ہاتھ آجائے وہ تم خرید کرکے مجھے بھیج دینا۔ ریڈ صاحب کے باب میں میں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اردو کی نثر ان کے واسطے لکھ لوں گا تو 'دستنبو' کی خریداری کی خواہش کروں گا۔ معہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس روایت کو فارسی سے اردو کروں۔ تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔

سید حفیظ الدین احمد کی مہر کے کھدوانے کو تم نے لکھا تھا کہ ملتوی رہے، پھر اس کا بھی کچھ بیورا نہ لکھا۔ میں اس کو بھی کچھ نہیں سمجھا، اس کو یک سو کرو، ہاں[1]، ناں، لکھ بھیجو۔ تمھاری مہر بدر الدین خاں کو دی گئی ہے۔ یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمھارے پاس پہنچ جائے، اور ۱۸۵۸ سن کندہ ہے۔ شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ع میں کندہ ہے اس سے زیادہ درنگ نہ ہو گی۔ تم کو روپیہ حرف آٹھ آنے حرف سے کیا علاقہ، تم کو اپنی مہر سے کام۔

سچ تو کہو، کیا[2] پھر کندھولی گئے ہو، کیا کر رہے ہو، کس شغل میں ہو، یا مجھ سے خفا ہو؟ اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو۔ بہ ہر حال اس خط کا جواب شتاب بھیجو۔ اور اسی خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمرالدین خاں کا حال لکھو، کہ وہ کہاں ہیں؟ اور کس طرح ہیں؟ برسر کار ہیں، یا بے کار ہیں؟ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں درنگ نہ ہو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

غالب

مرسلہ چہار شنبہ ۱۵ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع

۱- اردوے معلیٰ طبع مجیدی و مبارک "ہاں ناں کچھ لکھ بھیجو"۔
۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۶۵۔

[۳۸۳] ایضاً (۱۳)

برخوردار[1] ! آج اس وقت تمھارا خط مع لفافوں کے لفافے کے آیا۔ دل خوش ہوا۔ بھائی ، میں اپنے مزاج سے نا چار ہوں۔ یہ لفافے "از مقام[2] و در مقام و تاریخ و ماہ" مجھ کو پسند نہیں ، آگے جو تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی میں نے دوستوں کو بانٹ دیے۔ اب یہ لفافوں کا لفافہ اس مراد سے بھیجتا ہوں کہ ان کی عوض یہ لفافے جو "در مقام و از مقام" سے خالی ہیں جن میں تم اپنے خط بھیجا کرتے ہو، مجھ کو بھیج دو ، اور یہ لفافے اُس کے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح کے لفافے نہ ہوں ، تو اُن کی کچھ ضرورت نہیں ۔

مہر کے واسطے ، صاحب ، زمرد کا نگینہ اور بھر چنے کی دال کے برابر اور ہشت پہلو ، اس اجڑے شہر میں کہاں ملے گا ۔ عقیق بہت خوش رنگ ، سیاہ یا سرخ ، جیسا تم نے آگے لکھا ہے ، ہشت پہلو ہو گا۔ یہ مہر میری طرف سے تم کو پہنچے گی تم کو (چار آنے) حرف (چھ آنے) حرف سے کچھ مدعا نہیں ، آپ اپنی مہر چاہو زمرد پر ، چاہو الماس پر کھدواؤ ، میں تو عقیق کی مہر تم کو دوں گا ، رہی وہ دوسری مہر ، جب تمھاری مہر کھد چکے گی جس طرح تم کہو گے کھد جائے گی ۔

میاں ، کیا قرینہ بتاؤں[3] گورنمنٹ کی خریداری کا ، ایک بات ایسی ہے کہ ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا ، خدا کرے اُس کا ظہور ہو جائے ، ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ جناب ریڈ صاحب ،

۱- مجتبائی صفحہ ۳۰۴ ؛ مجیدی صفحہ ۱۳۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۴ ، مہیش صفحہ ۳۹۰ ، مہر صفحہ ۲۴۵ ۔

۲- مرسلہ لفافوں پر ترتیب سے یہ عبارت چھپی ہوئی ہو گی ۔ غالب سادہ لفافہ جس پر صرف بیل ہو ، پسند کرتے تھے ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶٦ ۔

صاحبی کرتے ہیں ، میں آردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں ۔ اس میں گنجائش عبارت آرائی کی کہاں ہے ۔ بہت ہو گا تو یہ ہو گ کہ میرا آردو بہ نسبت اوروں کے آردو کے فصیح ہو گ ۔ خیر ، بہ ہر حال کچھ کروں گا اور آردو میں اپنا زور قلم دکھاؤں گ ۔

قے کا ہونا اور دستوں کا آنا ، یہ چاہتا ہے کہ تم نے رات کو بری قسم کی شراب مقدار میں زیادہ پی ہو گی ۔ کچھ تدبیر کرو ، اور شراب زیادہ نہ پیا کرو ۔

میرا رقعہ تمھارے نام کا اور تفتہ کا رقعہ تمھارے نام کا ، حسب الحکم تمھارے واپس بھیجا جاتا ہے ۔ میں نے تفتہ کا خفا ہونا اسی طرح لکھا تھا ، جیسا تم کو تمھارا خفا ہونا لکھا تھا ۔ بھلا وہ میرے فرزند کی جگہ ہیں مجھ سے خفا کیوں ہوں گے ، آس دن سے آج تک دو تین خط آن کے آچکے ہیں ، چنانچہ ایک خط ابھی تمھارے خط کے ساتھ ڈاک کا ہرکارہ دے گیا ہے ۔

محررہ شنبہ ۱۸ ۔ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۳۸۵] ایضاً (۱۵)

اب[1] ایک امر خاص کو سمجھو ، دو جلدیں 'دستنبو' کی مجھ کو لکھنئو بھیجنی ہیں ، اور میرے پاس کوئی جلد نہیں ہے ۔ اب جو تم سے منگوؤں اور یہاں سے لکھنئو بھیجواؤں ، تو ایک قصہ ہے ، یہ صاحب لوگ اطراف و جوانب سے مجھ پر فرمائشیں بھیجتے ہیں ۔ تم سے بہ قیمت کوئی نہیں منگواتا ۔ چالیس جلدیں پہلی اور بارہ یہ حال کی، سب تقسیم ہوگئیں ۔ ان دونوں صاحبوں کی خاطر مجھ کو بہت عزیز

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۰۵ ، مجیدی صفحہ ۱۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۵ ، سہیش صفحہ ۳۹۲ ، مہر صفحہ ۲۳۶ ، معلوم ہوتا ہے کہ خط کا ابتدائی حصہ چھوڑ دیا گیا ۔

ہے۔ ایک روپیہ کے ۳۲ ٹکٹ، اور دو آنے کے دو ٹکٹ[1]، اس خط میں ملفوف کرکے تم کو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنؤ کو ارسال کرو۔ آنے آنے کا ٹکٹ اس پر لگا دو، ایک پارسل پر یہ لکھو۔

"ایں پارسل بصیغۂ بُک فلٹ پاکٹ، اسٹامپ پیڈ، در لکھنؤ، بہ محلہ نخاس در امام باڑۂ اکرام اللہ خاں بہ مکان مرزا عنایت علی بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلۂ شیو نراین۔ مہتمم مطبع مفید خلائق از آگرہ۔"

دوسرے پارسل پر یہی عبارت، مگر مکان کا پتہ اور نام۔

"در لکھنؤ، بہ احاطۂ خانساماں متصل تکیۂ شیر علی شاہ، بہ مکانات مولوی عبد الکریم مرحوم۔ بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔"

سمجھ لیے۔ یعنی دو پارسل اسٹامپ پیڈ، دونوں لکھنؤ کو۔ ایک بہ نام میر حسین علی، اور ایک بہ نام مولوی سراج الدین[2] احمد، بہ سبیل ڈاک روانہ کر دو۔ اور ہاں صاحب ان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ مجھ کو لکھ بھیجو، تاکہ میں اپنے خط میں ان کو اطلاع دوں۔

ایک امر اور ہے اگر تم بھی اس رائے کو پسند کرو۔ یعنی، جس طرح سے تم نے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو اپنی

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۶۷۔

۲۔ یہ سراج الدین احمد، غالب کے گہرے دوستوں میں ہیں، پنج آہنگ میں ان کے نام متعدد خطوط ہیں کلکتہ میں تعارف ہوا۔ اور اس قدر تعلقات کہ غلام غوث خاں کو ایک خط غالباً مکتوب اگست ۱۸۶۴ء میں "مخلص صادق الولا مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ" لکھا ہے۔ اس خط سے معلوم ہوا کہ سراج الدین ۱۸۵۹ء میں زندہ تھے۔

طرف سے بھیجی ہے ، اسی طرح دو جلدیں ان دونوں صاحبوں کو جن کا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیج دو، مگر اپنی ہی طرف سے ، میرا اس میں اشارہ نہ پایا جائے ۔ اور یہ دونوں صاحب بالفعل دلی میں وارد ہیں ۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نہ خواہی اس کو کیا ہی چاہیے ایک صلاح ہے اور نیک صلاح ہے، مناسب جانو کرو، ورنہ جانے دو ۔

میاں آردو کیا لکھوں ؟ میرا یہ منصب ہے کہ مجھ پر آردو کی فرمایش ہو ؟ خیر، ہوئی ۔ اب میں کہانیاں قصے کہاں ڈھوندھتا[1] پھروں ، کتاب نام کو میرے پاس نہیں پنشن مل جائے ، حواس ٹھکانے ہو جائیں ، تو کچھ فکر کروں ”پیٹ پڑیں روٹیاں تو سبھی گلاں موٹیاں“ ۔ زیادہ زیادہ ۔

غالب

روز سہ شنبہ ۴ ۔ جنوری سنہ ۱۸۵۹ع

جواب طلب ۔

[۳۸۶] ایضاً (۱۶)

پرسوں[2] اور کل ، دو ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں ، کیا کہوں کہ مجھ پر بے سابقہ معرفت کیا عنایت فرمائی ۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھ کو مول لے لیا ۔ آج وہ ، یہاں اور ہیں ، کل جائیں گے ۔ ’دستنبو‘ تمھاری بھیجی ہوئی ان کے پاس نہیں پہنچی، نا چار ایک ’دستنبو‘ اور ایک ’پنج آہنگ‘ اپنے پاس سے ان کی نذر کر آیا ہوں ۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۸ ۔

۲- مجنبانی صفحہ ۳۰۶ ، مجیدی صفحہ ۳۰۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۶ ، مہیش صفحہ ۳۹۳ ، مہر صفحہ ۲۴۷ ۔

لکھنئو کے دونوں[1] پارسلوں کی رسید مجھ کو آج تک نہیں آئی۔ آخر رسید تو تم کو پارسلوں کی ملی ہو گی ؟ ڈاک میں سے معلوم کر کے مجھ کو لکھ بھیجو ، دیر نہ کرو ، ورنہ میں مشوش رہوں گا۔

از غالب

نگاشتہٴ صبح شنبہ ، ۱۵ جنوری سنہ ۱۸۵۹ع

[۳۸۷] ایضاً (۱۷)

صاحب[2] ، میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے ؟ آردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہیں، بہت غزلیں اس میں نہیں ہیں - قلمی دیوان، جو اتم اور اکمل تھے، وہ لٹ گئے - یہاں سب کو کہہ رکھا ہے کہ جہاں بکتا ہوا نظر آ جائے ، لے لو - تم کو لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمھارے خیال میں رہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے - بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی ، جس غزل کے تم نے پانچ شعر لکھے ہیں ، یہ نو شعر کی ہے - ایک دوست کے پاس آردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے - اس نے کہیں[3] کہیں سے مسودات متفرق بہم پہنچا لیے ہیں - چنانچہ 'پنہاں، ہو گئیں'، 'ویراں ہو گئیں'، یہ غزل مجھ کو اسی سے ہاتھ آ گئی ہے - اب میں نے اس کو لکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں - خط لکھ کر رہنے دوں گا جب اس کے پاس سے ایک غزل یا دو غزل آ جائے گی تو اسی خط میں ملفوف کر کے بھیج دوں گا - یہ خط یا آج روانہ ہو جائے [گا] یا کل -

---

۱- یعنی میر حسین علی اور مولوی سراج الدین احمد صاحب کے نام کے فرستادہ پارسل -

۲- مجتبائی صفحہ ۳۰۷ ، مجیدی صفحہ ۱۳۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۷ ، مہیش صفحہ ۳۹۳ ، مہر صفحہ ۲۴۷ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۹ -

میں نے ایک قصیدہ اپنے محسن[1] و مربی قدیم جناب فریڈرک اڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح میں ، اور ایک قصیدہ جناب منٹگمری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف میں لکھا ہے ۔ اگر کہو تو یہ بھیج دوں ، مگر فارسی ہیں ، اور چالیس چالیس پینتالیس پینتالیس شعر ہیں ۔ کتب 'دستنبو' کے بک جانے سے میں خوش ہوا ۔ خدا کرے جس کو دی ہو دو تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی ہوں ، یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگوں نے خریدیں یا ہندوستانیوں نے لیں ؟ تم یہ بات مجھ کو ضرور ضرور لکھو ۔ دیکھو صاحب ، تم گھبراتے تھے ۔ آخر یہ جنس پڑی نہ رہی اور بک گئی ۔ بھائی ، ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہو گیا ۔ لاکھوں مر گئے ، جو زندہ ہیں اُن میں سیکڑوں گرفتار بند بلا ہیں ، جو زندہ ہے اس میں مقدور نہیں ، میں ایسا جانتا ہوں کہ یا تو صاحبان انگریز کی خریداری آئی ہو گی ، یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابیں گئی ہوں گی ، پورب میں کم بکی ہوں گی ۔

میاں ! میں تم کو اپنا فرزند جانتا ہوں ۔ خط لکھنے نہ لکھنے پر

۱- اردوے معلیٰ میں اڈمنشٹن ، بہ ش معجمہ ہے ۔ جس قصیدے کی طرف اشارہ ہے وہ کلیات فارسی میں موجود ہے :

باز پیغام بہار آورد باد
مژدہ بہر روزگار آورد باد

یہ قصیدہ ۱۸۵۵ع میں بہادر شاہ کے لیے لکھا تھا ، ۱۸۵۸ع میں کچھ شعر بدل کر اڈمنشٹن کے نام کر دیا دیکھیے کلیات جلد دوم طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۲۸۳ ۔

۲- اس قصیدہ کا مطلع ہے :

خامہ دانی ، ز چہ سر بر خط مسطر دارد
سر مداحی لفٹنٹ گورنر دارد

کلیات جلد دوم صفحہ ۲۹۵ ۔

موقوف نہیں ہے ، تمھاری جگہ میرے دل میں ہے ۔ اب میں طبع آزمائی کرتا ہوں اور جو غزل تم نے بھیجی ہے اُس کو لکھتا[1] ہوں خدا کرے نو کے نو شعر یاد آ جاویں ۔

غزل

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم ، کہ 'تو کیا ہے' ؟
تمھیں کہو ، کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے ؟

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے ، پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے ؟

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گ
کریدتے ہو جو اب راکھ ، جستجو کیا ہے ؟

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا ، تو پھر لہو کیا ہے ؟

وہ چیز ، جس کے لیے[2] ہو ہمیں بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشک بو ، کیا ہے ؟

پیوں شراب ، اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشۂ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے ؟

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تجھ[3] سے
وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے ؟

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۷۰ ۔
۲- دیوان اردو "جس کے لیے ہم کو ہو بہشت" ۔
۳- دیوان اردو "ہم سخن تم سے" ترتیب اشعار سے قطع نظر دیوان میں ایک شعر زائد ہے ۔

نہ شعلے میں یہ کرشمہ ، نہ برق میں یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے ؟

رہی نہ طاقت گفتار ، اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے ؟
ہوا ہے شہ کا مصاحب، پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں **غالب** کی آبرو کیا ہے ؟

یہ تمہارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آ گئے ایک غزل یہ ، اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں ، تین ہفتہ کا گودام تمہارے پاس فراہم[1] ہو گیا اگر منگواؤ گے تو قصیدے بھی دونوں بھیج دوں گا ۔

مرقومہ سہ شنبہ ، ۱۹ ماہ اپریل سنہ ۱۸۵۹ع

[۳۸۸] ایضاً (۱۸)

بھائی[2] ! حاشا ثم حاشا اگر یہ غزل میری ہو مصرع
"اسد اور لینے کے دینے پڑے"

اس غریب کو میں کچھ کیوں کہوں ۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو تو مجھ پر ہزار لعنت ، اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے ۔

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا[3] کی
مرے شیر ، شاباش رحمت خدا کی

میں نے یہی اُن سے کہا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو ، تو مجھ پر لعنت ۔

۱- یعنی "معیار الشعراء" میں چھاپنے کے لیے تین غزلیں بھیج دیں ۔ نیز دیکھیے خطوط بنام حاتم علی مہر ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۰۸ ، مجیدی صفحہ ۱۳۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۵۸ ، مہیش صفحہ ۳۹۵ ، مہر صفحہ ۲۴۹ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۳۷۱ - یہی بات ۲۹ اپریل ۱۸۲۹ع کو شیو نرائن کے اشارے سے مولوی عبدالرزاق کو لکھی ہے ، عود ہندی صفحہ ۴۰۶ طبع مجلس ترقی ادب لاہور ۔

بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی[1] اسد ہو گزرے ہیں ، یہ مطلع اور یہ غزل اُن کے کلام معجز نظام میں سے ہے اور تذکروں میں مرقوم ہے ۔ میں نے تو کوئی دو چار[2] برس ابتدا میں اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہوں تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے ۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف ! یہ قصہ تمام ہوا ۔

وہ غزل جو تمھارے پاس پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اُس کی میرزا حاتم علی مہر کو دے دینا ۔ جس دن یہ میرا خط پہنچے اُسی دن وہ غزل نقل کرکے اُن کو بھیج دینا[3] ۔

'دستنبو' کی خریداری کا حال معلوم ہوگیا میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع میں گئے ہوں گے ۔ جناب میکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ صاحب کمشنر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد اُن کو بھی بھیج چکا ہوں ۔ قصیدے میں نے دو لکھے ہیں ۔ ایک اپنے مربی قدیم جناب فریڈرک اڈمنسٹن صاحب بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منٹگمری صاحب بہادر کی مدح میں ، ایک پچپن شعر کا ایک چالیس بیت کا اور پھر فارسی ۔ اُن کو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپو گے ، جانے بھی دو ۔ رہیں غزلیں سابق کی ، وہ جو میرے ہاتھ آتی جائیں گی بھجواتا جاؤں گا ۔ میاں تمھاری جان کی قسم نہ میرا اب ریختہ لکھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھ سے کہا جائے اس دو برس

۱۔ میر امانی ، اسد ۔ سودا کے شاگرد تھے دہلی سے لکھنؤ چلے گئے تھے ۔ دیکھیے خم خانہ جلد اول وغیرہ'' ۔

۲۔ یہ جملہ بہت اہم ہے نسخۂ حمیدیہ دیکھ کر قیاس کیا جاتا ہے کہ شاید دس برس تک اردو میں ''اسد'' تخلص رہا ہے ۔ فارسی میں البتہ غالب ہی لکھتے رہے ہیں ۔

۳۔ اسی سلسلے میں حاتم علی مہر کے نام خط بھی لکھا ہے دیکھیے خط نمبر ۲۸۵ ۔

میں صرف و، پچیس[1]، بیس شعر بطریق قصیدہ تمھاری[2] خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے - سوائے اُس کے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہو گا تو گنہگار ، بلکہ فارسی غزل بھی واللہ نہیں لکھی صرف دو قصیدے لکھے ہیں - کیا کہوں کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے - پرسوں ایک خط تمھیں اور لکھ چکا ہوں اب اُس کا جواب نہ لکھنا - والدعا -

چار شنبہ ۲۶[3] - اپریل سنہ ۱۸۵۹ع

[۳۸۹] ایضاً (۱۹)

برخوردار[4] منشی شیونرائن کو دعا پہنچے -

خط تمھارا مع اشتہار کے پہنچا - یہاں کا حال یہ ہے کہ مسلمان امیروں میں تین آدمی نواب حسن علی خاں ، نواب حامد علی خاں حکیم احسن اللہ خاں - سو ان کا حال یہ ہے کہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں - معہذا یہاں کی اقامت میں تذبذب - خدا جانے کہاں جائیں کہاں رہیں حکیم احسن اللہ خاں نے 'آفتاب عالم تاب' کی خریداری کر لی ہے ، اب وہ مکرر حالات دربار شاہی کیوں لیں گے - سوائے ساہوکاروں کے یہاں کوئی امیر نہیں ہے - وہ لوگ اس طرف کیوں توجہ کریں گے -

---

۱- اردوے معلیٰ طبع مجتبائی اور دوسرے نسخوں میں "پچپن شعر" میں نے اردوے معلیٰ طبع اول اور مہیش سے تصحیح کی ہے - مہرصاحب نے "پچیس" لکھا ہے - یہ اشارہ ہے اس اکیس شعروں والے قصیدے کی طرف جو خط نمبر ۳۷۱ میں درج ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۷۲ -

۳- مہر صاحب کے مجموعے میں ۲۲ اپریل ہے اور خط بنام شاکر اردوے معلیٰ میں "جمعہ ۲۹ اپریل" -

۴- مجتبائی صفحہ ۳۰۹ ، مجیدی صفحہ ۱۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۵ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۰ ، مہیش صفحہ ۳۹۶ ، مہر صفحہ ۲۵۰ -

تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس رسالے کا، تاریخی جانے دو "رستخیز بند" 'شوغائے سپاہ'۔ 'فتنۂ محشر'۔ ایسا کوئی نام رکھو۔

اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس رام پور کے ہاں بھی تمھارا اخبار یا 'معیار الشعرا، جاتا ہے یا نہیں؟ اب کی تمھارے "معیار الشعرا" میں میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ اسیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہم کو جب تک ان کا نام و نشان معلوم نہ ہو گا ہم ان کے اشعار نہ چھاپیں گے۔ سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر[1] احمد ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں۔ اور[2] وہاں کے بادشاہوں کے روشناس اور مصاحب رہے ہیں اور اب وہ رام پور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں ان کی غزلیں تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔ میرا نام لکھ کر ان غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اس کے لکھنے سے ان کا نام اور ان کا حال معلوم ہوا۔ نام اور حال وہ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں، اس کو اب کی "معیار الشعرا[3]" میں چھاپ کر ایک ایک دو ورقہ یا چہار ورقہ رام پور ان کے پاس بھیج دو اور سرنامہ پر یہ لکھو کہ

"در رام پور بر در دولت حضور رسیدہ بخدمت مولوی
امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد"——

۱۔ اس سے مراد امیر احمد مینائی ہیں، جو دربار واجد علی شاہ سے وابستہ تھے اور غدر کے بعد دربار رام پور میں حاضر ہوئے ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء بمقام حیدر آباد دکن رحلت کی۔

۲۔ اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۳۷۳۔

۳۔ شبھو نرائن صاحب تین پرچے نکالتے تھے 'مفید خلائق' ماہنامہ "معیار الشعرا" پندرہ روزہ گلدستہ۔ "بغاوت ہند" ماہ نامہ آخرالذکر رسالے کی اشاعت اور نام کا مسئلہ اس خط میں مذکور ہے۔

اور مجھ کو اس کی اطلاع دو اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رام پور کو تمہارا اخبار جاتا ہے یا نہیں ؟ ۱۲

مرسلۂ یکشنبہ ۱۲ جون سنہ ۱۸۵۹ع

[۳۹۰] ایضاً (۲۰)

برخوردار[۱] نور چشم منشی شیونرائن کو دعا پہنچے -

صاحب ! میں تو منتظر تمہارے آنے کا تھا ، کس واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رام چندر کے - انہوں نے پرسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیونرائن دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں - آج صبح کو ناگاہ تمہارا خط آیا ، اب مجھ کو اس کا پوچھنا تم سے ضرور ہوا کہ آنے کی تمہاری خبر جھوٹ تھی ، یا ارادہ تھا اور کسی سبب سے موقوف رہا ؟

بابو ہرگوبند سہائے کا میں بڑا احسان مند ہوں ، حق تعالیٰ اس کوشش کے اجر میں ان کو عمر و دولت دے - سعادت مند اور نیک بخت آدمی ہیں - ۱۲

تمہاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں ، مصرع تم نے جو لکھا اور وہ چھاپا گیا - ہزار پانسو دو ورقے چھپ گئے - اب جو مصرع اور[۲] کہیں سے بہم پہنچے گا وہ کس کام آئے گا - خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو تم کو بھیجا ہے - صبر کرو ، وہ جزو آنے دو میں اس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ قلمی ہوگا اس کو دیکھ کر اور مضامین کو سمجھ کر مصرع بھی تجویز کر دوں گا مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور

۱- مجتبائی صفحہ ۲۱۰ ، مجیدی صفحہ ۱۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۶ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۱ ، مہیش صفحہ ۳۹۷ ، مہر صفحہ ۲۵۱ -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۷۴ -

مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے ؟ خط تمھارا آج آ گیا ۔ پیڑ فلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آ جائے گا ۔ ۱۲

سہ شنبہ[1] ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۵۹ع

[۳۹۱] ایضاً (۲۱)

برخوردار[2] کو بعد دعا کے معلوم ہو ، تمھارا خط پہنچا ، اور خط سے کئی دن پہلے "رسالۂ بغاوت ہند" پہنچا ۔ تمھارے تصمیم عزیمت سے میں خوش ہوا ۔ اللہ اللہ، اپنے یار بنسی دھر کے پوتے کو دیکھوں گا ۔ رسالۂ 'بغاوت ہند' ماہ بہ ماہ اور 'معیار الشعرا' ہر مہینے میں دو بار پہنچتا رہے ۔ باقی گفتگو عندالملاقات ہو رہے گی ۔

اپنے شفیق دلی ، ماسٹر رام چندر صاحب کو تمھارے آنے کی اطلاع دی ، وہ بہت خوش ہوئے جو رقعہ انھوں نے میرے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے وہ تم کو بھیجتا ہوں پڑھ لینا ۔ اگر دستبوئیں باقی ہوں ، تو دو اپنے ساتھ لیتے آنا ۔

غالب

شنبہ[3] ۲۳ جولائی سنہ ۱۸۵۹ع

[۳۹۲] ایضاً (۲۲)

میاں[4] ! یہ کیا معاملہ ہے ؟ ایک خط اپنی رسید کا بھیج کر

۱۔ تقویم کی رو سے بیس جولائی کو بدھ کا دن تھا اس لیے مہیش پرشاد نے "۱۹ جولائی" لکھا ہے ، ممکن ہے کہ دن صحیح ہو ، ۱۹ جولائی کو ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ تھی ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۱ ، مجیدی صفحہ ۱۳۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۱ ، مہیش صفحہ ۳۹۸ ، مہر صفحہ ۲۵۲ ۔

۳۔ مطابق ۲۲ ذی حجہ ۱۲۷۵ھ ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۱ ، مجیدی صفحہ ۱۳۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۷ ،
(باقی حاشیہ صفحہ ٦٩٩)

پھر تم چپکے ہو رہے نہ "معیار الاشعار" نہ "بغاوت ہند" نہ میرے خط کا جواب، نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خاں نے اگست سے دسمبر تک پنج ماہہ "معیار الاشعار" اور "بغاوت ہند" کا بھیجا ہے، یعنی تین[2] روپے بارہ آنے مجھ کو دیے اور میں نے ہنڈوی[3] لکھوا کر وہ ہنڈوی اپنے خط میں لپیٹ کر تم کو بھیجی۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا؟ جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے؟ خدا کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جدا جدا جلد[4] لکھو۔ آج اگست کی ١٧۔ بدھ کا دن ہے۔ پہلا نمبر "معیار الاشعار" کا بھی نہیں آیا۔ یہ ہے کیا؟ مہر تمہاری کہدنی شروع ہو گئی ہے۔ اسی اگست کے مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤں اور کتاب اور عرضی کا بھی اگر تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو رہنے دوں گا۔ اگر تمہارا خط یا "معیار الاشعار" یا "بغاوت ہند" یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالوں گا، ورنہ کل صبح کو ڈاک میں بھجوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٩٨)

رام نرائن صفحہ ٣٦٢، مہیش صفحہ ٣٩٩، مہر صفحہ ٢٥٢۔

١۔ اردوے معلیٰ طبع اول "معیار الاشعار" مہیش "معیار الاشعار" غالب عموماً یہی نام لکھتے ہیں، لیکن صحیح "معیارالشعرا" ہے جو گلدستہ کے طور پر آگرہ سے چھپا تھا "بغاوت ہند" بھی منشی شیو نرائن، کے پرچے کا نام تھا۔ (دیکھیے تاریخ صحافت)

٢۔ اردوے معلیٰ میں یہ عدد رقمی ہندسوں میں چھپا ہے۔

٣۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ٣٧٥۔

٤۔ نسخہ مبارک علی، نسخہ مہر "جلد" ندارد۔

دوں گا ۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاقِ دیدار کہہ دینا ۔

مرقومہ چہار شنبہ ۱۷ ماہ[1] اگست سنہ ۱۸۵۹ع وقت دوپہر

[۳۹۳] ایضاً (۲۳)

کیوں[2] میری جان! تم نے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے یا لکھنا ہی بھول گئے ہو ؟ شہر میں ہو یا نہیں ہو ؟ تمھارے مطبع کا کیا حال ہے ؟ تمھارا کیا طور ہے ؟ تمھارے چچا کا مقدمہ کیوں کر فیصل ہوا ؟ میرا کام تم نے کس طرح درست کیا ؟ کرو گے یا نہیں ؟ "معیار[3] الاشعار" کا پارسل پہنچ گیا ۔ بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا ۔ ان سب مطالب کا جواب لکھو اور شتاب لکھو ۔

محررہ پنجشنبہ[4] ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ع

[۳۹۴] ایضاً (۲۴)

برخوردار[5] منشی شیونرائن کو بعد دعا کے معلوم ہو ۔

کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ[6] جواب اُدھر سے نہیں آتا ؟ دو مجلد 'بغاوت ہند' کے زیادہ پہنچے ہیں ، اس کے واسطے تم سے پوچھا گیا تھا ، اُس کا جواب بھی نہ آیا ۔ میں نے یوسف علی خاں عزیز کے

۱۔ نسخۂ مہر میں ''ماہ'' ندارد اور ''غالب'' زائد ہے — ۱۷ اگست ۱۸۵۹ع مطابق ۱۷ محرم ۱۲۷۶ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۲ ، مجیدی صفحہ ۱۳۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۲ ، مہیش صفحہ ۳۹۶ ، مہر صفحہ ۲۵۳ ۔

۳۔ صحیح 'معیار الشعرا' ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ''ستمبر'' تک ندارد ۔ جمعرات ، ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ع مطابق ۲۴ صفر ۱۲۷۶ھ ۔

۵۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۲ ، مجیدی صفحہ ۱۳۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۳ ، مہیش صفحہ ۴۰۰ ، مہر صفحہ ۲۵۳ ۔

۶۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۷۶ ۔

خط میں کچھ عبارت تمھارے نام لکھی تھی ۔ کیا اُنھوں نے تم کو نہ پڑھائی ہو گی ؟ اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا ۔ ولایت عرضی اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اُس کا جواب مانگوں ۔ کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہو تو ویسی کہو ۔ یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو ۔

اے لو ، ایک اور بات سنو : تمھارا تو یہ حال کہ مجھ کو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری یہ خواہش کہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خبر جو وہاں تم کو معلوم ہوا کرے ، مجھ کو لکھا کرو ۔ خصوصاً اکبر آباد میں آ کر جو کچھ واقع ہو وہ مفصل لکھو ۔ آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئیں گے یا جدا جدا آ کر یہاں فراہم ہو جائیں گے ؟ دربار کی صورت ، خیر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت ، کوئی نیا بندوبست جاری ہو اُس کی کیفیت ، یہ سب مراتب مجھ کو لکھا کرو ۔ دیکھو ! خبردار ، اس امر میں تساہل نہ کرنا ۔ اب کیا سنتے ہو ، لکھنئو سے کہاں آئے ہیں ؟ کان پور فرخ آباد ہوتے ہوئے آگرہ آئیں گے ۔ کہاں کہاں ، کون کون رئیس آ ملے گا ۔ لکھنئو کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہو وہ لکھو ۔ اگرچہ یہاں لوگوں کے ہاں اخبار آتے رہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں ، مگر میں چاہتا[1] ہوں کہ تمھارے خط سے آگہی پاتا رہوں ۔ تم جو لکھو گے ، منقح اور مفصل لکھو گے ۔ یقین ہے کہ برادر زادۂ عزیز یعنی تمھارے والد ماجد نے مرزا یوسف علی خاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی[2] سرکار میں کر دی ہوگی ، اس کی بھی

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول : ”میں جانتا ہوں“ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۷۷ ۔

اطلاع ضرور ہے۔

صبح چہار شنبہ ، ۲[1] نومبر سنہ ۱۸۵۹ع
جواب کا طالب غالب

[۳۹۵] ایضاً (۲۵)

برخوردار[2] ! دو خط آئے اور آج یک شنبہ ۱۳ نومبر کو لفافۂ اخبار آیا ۔ یہ "اودھ اخبار" بھائی ضیاء الدین خاں صاحب[3] کے ہاں آتا ہے ، اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں ۔ اس کی حاجت نہیں ، اپنے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کرو ۔ میرا مقصود اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار بہ سبب قرب کے وہاں معلوم ہوتے ہوں گے ۔ جو سنو ، وہ مجھ کو لکھو ۔ اور جب نواب معلیٰ القاب آگرے میں آجائیں تو اپنا مشاہدہ مجھ کو لکھتے رہو ۔ پس غرض اتنی ہی ہے ۔ آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیج دیتا ہوں اور دونوں کتابیں 'بغاوت ہند' پرسوں بھیج چکا ہوں ۔ تمھارے والد کی طرف سے مجھ کو بڑی تشویش ہے ۔ دعا کر رہا ہوں ، خدا میری دعا قبول کرے ، اور ان کو شفائے کامل دے ۔ میری دعا ان کو پہنچا دینا ۔

مرزا یوسف علی خاں عزیز کا حال معلوم ہوا ۔ یہ عالی خاندان اور ناز پروردہ آدمی ہیں ۔ ان کو جو راحت پہنچاؤ گے اور جو اُن کی خدمت بجا لاؤ گے ، اس کا خدا سے اجر پاؤ گے ۔ زیادہ سوائے دعا کے کیا لکھوں ۱۲ ۔

از غالب
روز یک شنبہ ۱۳ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع[4]

۱- مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۳۱۳ ، مجیدی صفحہ ۱۳۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۹ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۴ ، مہیش صفحہ ۳۰۱ ، مہر صفحہ ۲۵۴ ۔
۳- مہیش : "بھائی ضیاء الدین خاں کے ہاں آتا ہے"۔ 'صاحب' ندارد ۔
۴- مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ ۔

[۳۹۶] ایضاً (۲۶)

میری جان! دو جلدیں 'بغاوت ہند' کی پرسوں میرے پاس پہنچیں۔ اس وقت برخوردار مرزا شہاب الدین خاں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک جلد اُن کو دی، ایک میں نے رہنے دی۔ کل ایک پارسل اور میرے نام کا آیا، میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستنبو کا پارسل ہوگا۔ دیکھا تو وہی دو[1] جلدیں 'بغاوت ہند' کی ہیں۔ حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہرا مہتممان ارسال نے از راہ سہو دوبارہ بھیج دی ہیں۔ چاہتا تھا کہ لفافہ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیج دوں۔ پھر سوچا کہ پہلے تم کو اطلاع کروں، شاید یہیں کسی اور کو دلوا دو۔ بس اب تمھارے کہنے کا انتظار ہے، جو کہو سو کروں۔ کہو تم کو بھیج دوں، کہو کہیں اور تمھاری طرف سے بھیج دوں، میرے کسی کام کی نہیں۔

والدعا۔ راقم اسد اللہ

مرقومہ[2] ۲۰[3] اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ع

[۳۹۷] ایضاً (۲۷)

برخوردار[4] کامگار کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ 'دستنبو' کے آغاز کی عبارت از روئے احتیاط دوبارہ ارسال کی ہے۔ یقین ہے کہ پہنچ گئی ہو گی اور چھاپی گئی ہو گی، اور آپ نے اُسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہو گا، یا اب چھاپیے گا؟ بہ ہر حال اس شہر کے اخبار سنیے: حکم ہوا ہے کہ دو شنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۴، مجیدی صفحہ ۱۳۸، مبارک علی صفحہ ۳۸۹، رام نرائن صفحہ ۳۶۴، سہیش صفحہ ۳۰۰، مہر صفحہ ۲۵۳۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۷۸۔

۳۔ مطابق پنج شنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۴، مجیدی صفحہ ۱۳۹، مبارک علی صفحہ ۲۷۹، رام نرائن صفحہ ۳۶۵، سہیش صفحہ ۳۸۳، مہر صفحہ ۲۳۹۔

رات کے وقت سب خیر خواہان انگریز اپنے گھروں میں روشنی کریں ۔ اور بازاروں میں اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہو گی ۔ فقیر بھی اسی تہی دستی میں کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرری نہیں پایا[1] ، اپنے مکان پر روشنی کرے گا ۔ اور ایک قطعہ پندرہ بیت کا لکھ کر صاحب کمشنر شہر کو بھیجا ہے ۔ آپ کے پاس اُس کی نقل بھیجتا ہوں ۔ اگر تمھارا جی چاہے تو اُس کو چھاپ دو اور جس لمبر میں یہ چھاپا جائے ، وہ لمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا ۔

اور اب فرمائیے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں ؟

قطعہ[2]

دریں روزگار ہمایون و فرخ
کہ گوئی بود روزگار چراغاں
شدہ[3] گوش پر نور، چوں چشم بینا
ز آوازۂ اشتہار چراغاں
مگر شہر دریائے نورست کاینجا
نگہ گشتہ ہر سو دو چار چراغاں

۱- اردوے معلیٰ طبع مجتبائی و مبارک و خطوط غالب مہر میں ’’مقرری نہیں پاتا‘‘ - لیکن اردوے معلیٰ طبع اول و خطوط غالب ، مہیش میں ’’مقرری نہیں پایا‘‘ ہے ۔ غالب ’’پنشن‘‘ کو کبھی مذکر لکھتے تھے ۔ کبھی مؤنث ۔

۲- کلیات نظم فارسی طبع نول کشور ۱۸۶۸ع صفحہ ۹۶ پر اس قطعہ کا عنوان ہے :’’بیان چراغاں کہ در دہلی بہ باغ بیگم بہ کمال تجمل و تکلف رونق پذیرفتہ بود‘‘ — (دیکھیے کلیات غالب جلد اول صفحہ ۲۰۳ طبع مجلس ترقی ادب لاہور) ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۷۹ ۔

بسر برده بر چرخ مہر منور
ہمہ روز در انتظار چراغاں

گواہِ من اینک خطوط شعاعی
کہ دارد دلش خار خارِ چراغاں

دریں شب روا باشد از چرخ گرداں
کند گنج انجم نثارِ چراغاں

نبود است در دہر زیں پیش ہرگز
بدیں روشنی روے کار چراغاں

شد از فیض شاہنشہ انگلستاں
فزوں رونق کاروبار چراغاں

جہاں دار وکٹوریا ، کز فروغش
ز آتش دمد لالہ زار چراغاں

ز عدلش چناں گشت پروانہ ایمن
کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغاں

بہ فرمانِ سر جان لارنس صاحب
شد ایں شہر آئینہ دار چراغاں

بہ دہلی فلک رتبہ سانڈرس صاحب
بر آراست نقش و نگارِ چراغاں

شد از سعی ہنری اجرٹن بہادر
رواں ہر طرف جوئبار چراغاں

سخن سنج **غالب** ز روئے عقیدت
دعا می کند در بہارِ چراغاں

که بادا فزوں سال عمر شہنشہ
بروے زمیں از شمار چراغاں

[آخر اکتوبر[1] سنہ ۱۸۵۸ع]

[۳۹۸] ایضاً (۲۸)

برخوردار[2] منشی شیونراین کو دعائے دوام دولت پہنچے ۔

کل تمھارا خط پہنچا ، دل خوش ہوا ۔ باقر علی خاں اور حسین علی خاں یہ دو میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو ۔ لیکن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو، تو پہلے تم اور بعد تمھارے[3] یہ ۔

میں حسب الطلب نواب[4] صاحب کے دوستانہ یہاں آیا ہوں اور اپنی صفائی گورنمنٹ سے بذریعہ ان کے چاہتا ہوں، دیکھوں کیا ہوتا ہے ؟ کتاب اور عرضی اواسط ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کرکے یہاں آیا ہوں ۔ چھ ہفتے میں جہاز پہنچتا ہے ۔ یقین ہے کہ پارسل ولایت کو پہنچ گیا ہو گا ۔

بہ بینم کہ تا کردگارِ جہاں
دریں آشکارا چہ دارد نہاں

۱۔ اردوے معلیٰ اور مہیش وغیرہ میں تاریخ نہیں لیکن اصل خط میں یہ فقرہ ہے : "اٹھارہ مہینے سے پنشن نہیں پایا ۔" مئی ۱۸۵۷ع سے نومبر ۱۸۵۸ع تک اٹھارہ مہینے ہوتے ہیں ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۵ ، مجیدی صفحہ ۱۴۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۶ ، مہیش صفحہ ۴۰۲ ، مہر صفحہ ۲۵۵ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۰ ۔

۴۔ نواب صاحب رام پور، نواب محمد یوسف علی خاں نے رام پور بلایا تھا ۔ اس خط میں غالب نے اقرار کیا ہے کہ نواب رام پور سے پنشن کے بارے میں کوشش کرائیں گے ۔

اپنے والد کو میری دعا کہہ دینا ، مرزا یوسف علی خاں کو میری دعا کہہ دینا اور کہنا کہ میں تمھاری فکر سے غافل نہیں ہوں ۔ اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے ۔

شنبہ[1] ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۰ع
غالب

[۳۹۹] ایضاً (۲۹)

برخوردار[2] اقبال آثار منشی شیو نرائن کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ 'بغاوت ہند' کا اور ایک دو ورقہ 'معیار الشعرا' کا معرفت برخوردار مرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا ، اور آج چہار شنبہ ۱۴ مارچ کی ہے کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمھارا رام پور پہنچا ۔ خدا تم کو جیتا رکھے ۔ اب میں شنبہ کے دن ۱۷ مارچ کو دلی روانہ ہوں گا ۔ تم کو بہ طریق اطلاع لکھا ہے ۔ اب بدستور ارسالِ خطوط دلی کو رہے ، یہاں نہ بھیجنا ۔

ہاں بھائی ان دنوں میں[3] برخوردار مرزا یوسف علی خاں وہاں آئے ہوئے ہیں ۔ آج ہی ان کا خط مجھ کو پہنچا ہے ۔ تم ضرور ان سے

۱۔ اردوے معلیٰ اور خطوط غالب مہیش و مہر ''سہ شنبہ'' مگر جنتری میں جمعہ ۲ ، ہفتہ ۳ مارح ۱۸۶۰ع مطابق ۹ شعبان ۱۲۷۶ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۶ ، مجیدی صفحہ ۱۴۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۱ ، رام نراین صفحہ ۳۶۷ ، مہیش صفحہ ۴۰۲ ، مہر صفحہ ۲۵۵ ۔

۳۔ مہر صاحب نے اس جملہ سے ایک سوال پیدا کیا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :

''یوسف علی خاں عزیز کے آگرے پہنچنے کا ذکر غالب نے پہلے پہل ۲ نومبر ۱۸۵۹ع کے خط میں کیا تھا ۔ یہ بھی لکھا تھا کہ شیو نرائن کے والد نے عزیز کے روزگار کی تلاش کا بندوبست

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۰۸)

ملنا ۔ منشی امیر علی صاحب کے ہاں وہ آترے ہوئے ہیں ان کو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے آؤ ، وہاں جو مجھ سے ملو گے تو زبانی سب کلام ہو رہے گا ۔ اور اگر وہ ہاتھرس گئے ہوں تو یہ رقعہ جو تمھارے نام کا ہے ، ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاتھرس[1] کو شیخ کریم بخش چوکیداروں کے دفعدار کے گھر کے پتے سے بھیج دینا ۔ ضرور ضرور ۔

از غالب

رواں داشتہ چہار شنبہ ۱۴[2] مارچ سنہ ۱۸۶۰ع وقت دوپہر

[۳۰۰] ایضاً (۳۰)

میاں[3]! دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن لو، تب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰۷)

کردیا ہوگا ۔ ۱۳ نومبر کے خط میں عزیز کے عالی خاندان ہونے کا ذکر ہے ۔ یقیناً شیو نرائن کو معلوم ہوگا کہ عزیز کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ لیکن اس خط میں میرزا نے عزیز کا ذکر ایسے انداز میں کیا ہے ، گویا شیو نرائن کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا ، اس کی وجہ سمجھ میں نہ آئی ؟''

میرے خیال میں مطلب واضح ہے ، عزیز جولانی بلکہ مراقی آدمی تھے (تلامذۂ غالب ، صفحہ ۲۳۷) اس پریشانی کے زمانے میں وہ ادھرادھرفکر معاش میں پھر رہے تھے ۔ نومبر سے مارچ تک ایک جگہ بیٹھا رہنا کیا ضروری ہے ۔ نومبر کے بعد وہ کہیں چلے گئے، مارچ میں پھر دلی یا ہاتھرس میں آ گئے ہوں اور غالب نے دوبارہ شیو نرائن کو سفارش لکھی ۔

۱- اردوے معلی، طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۱ ۔

۲- مطابق ۲۰ شعبان ۱۲۷۶ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۳۱۶ ، مجیدی صفحہ ۱۴۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۷ ، ـــ صفحہ ۳۰۴ ، مہر صفحہ ۲۵۶ ۔

کچھ کلام کرو - میں رام پور میں تھا کہ ایک خط پہنچا ، سرنامہ پر لکھا تھا :

"عرضداشت عظیم الدین احمد ، من مقام میرٹھ"

واللہ باللہ ، اگر میں جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے ؟ بہ ہرحال پڑھا معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فایدہ اُٹھانے کے واسطے چھاپا چاہتے ہیں - خیر چپ ہو رہا - جب میں رام پور سے میرٹھ آیا ، بھائی مصطفیٰ خان صاحب کے ہاں اُترا - وہاں منشی ممتاز علی صاحب ، میرے دوست قدیم مجھ کو ملے - اُنھوں نے کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان مجھ کو بھیج دیجیے گا ، عظیم الدین ایک کتاب فروش اُس کو چھاپا چاہتا ہے -

اب تم سنو ؛ دیوان ریختہ اتم و اکمل کہاں تھا ؟ مگر ہاں میں نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علی خاں بہادر کو رام پور بھیج دیا تھا - اب جو میں دلی سے رام پور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خاں صاحب نے مجھ کو تاکید کر دی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اُردو لے کر اُس کو کسی کاتب سے لکھوا کر مجھ کو بھیج دینا - میں نے رام پور میں کاتب سے لکھوا کر بہ سبیل ڈاک ضیاء الدین خاں کو دلی بھیج دیا تھا -

آمدم بر سر مدعائے سابق ؛ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہتے بن آئی کہ اچھا ، دیوان تو میں ضیاء الدین خاں سے لے کر بھیج دوں گا مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ کون کرتا ہے ؟ نواب مصطفیٰ خاں نے کہا کہ میں[1] - اب کہو میں کیا کرتا ؟ دلی آ کر ضیاء الدین خاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفیٰ خاں کے پاس بھیج دیا - اگر میں اپنی خواہش سے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۲ -

چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا؟ آج اسی وقت میں نے تم کو یہ خط لکھا، اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کو ایک خط بھیجا ہے، اور ان کو لکھا ہے، اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے، اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے۔ اگر دیوان آ گیا تو فوراً تمھارے پاس بھیج دوں گا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے تو میں ناچار ہوں، میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ اور اگر [اس][1] سرگزشت کو بھی سن کر مجھ کو گنہگار ٹھہراؤ، تو اچھا میرا بھائی، میری تقصیر معاف کیجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے۔ یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو اور دیوان میرا میرے پاس آئے اور تم کو پہنچ[2] جائے۔

۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ع کتاب اور دونوں عرضیاں ولایت کو روانہ کرکے رام پور گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت ہے، سو گزر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینہ میں، خواہی آغاز ماہ آئندہ یعنی مئی میں جواب کے آنے کا مترصد ہوں۔ دیکھیے آئے یا نہ آئے؟ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے؟

[اپریل[3] ۱۸۶۰ع]

۱- اردوے معلیٰ طبع مجیدی و مبارک علی، خطوط غالب مہر: ''اگر سرگذشت کو بھی۔'' اردوے معلیٰ طبع اول: ''اور اگر سرگذشت کو بھی۔'' مہیش: ''اور اگر [اس] سرگزشت کو بھی''۔

۲- یہ نسخہ میرٹھ سے واپس آیا اور شیو نرائن کو بھیجا، مگر پھر ان سے واپس لے کر محمد حسین خاں تحسین کو دیا۔ تحسین نے ۲۰ محرم ۱۲۷۸ھ، جولائی ۱۸۶۱ع کو طباعت مکمل کی۔ یہی دیوان اردو کی تیسری اشاعت تھی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے دیوان اردو نسخہ عرشی مقدمہ صفحہ ۹۸ ببعد نیز خط نمبر ۳۰۳۔

۳- خط کے آخری فقرات میں ''اسی مہینہ میں، خواہی آغاز ماہ آیندہ یعنی مئی'' سے اپریل کا مہینہ اور سفر رام پور کے حوالے سے سنہ معین ہوتا ہے۔

[۳۰۱] ایضاً (۳۱)

برخوردار[1] منشی شیونراین کو دعا کے بعد معلوم ہو :

تصویر پہنچی ، تحریر پہنچی ۔ سنو ؛ میری عمر ستر برس کی ہے اور تمھارا دادا میرا ہم عمر اور ہم باز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمھارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بنسی دھر کو اپنا[2] فرزند سمجھتا ہوں ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سو سوا سے برس کی ہماری تمھاری ملاقات ہے ، پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں ۔ اور اس راہ و رسم کے مسدود ہونے کا حاصل یہ ہے کہ ایک [کو[3]] دوسرے کے حال کی خبر نہیں ۔ اگر تم کو میرے حال سے آگہی ہوتی تو مجھ کو بہ سبیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے ؟

لو اب میری حقیقت سنو : چھٹا مہینہ ہے کہ سیدھے ہاتھ میں ایک پھنسی ہوئی ، پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی ، پھوڑا پک کر ، پھوٹ کر ایک زخم ، زخم کیا ایک غار بن گیا ۔ ہندوستانی جراحوں کا علاج رہا ، بگڑتا گیا ۔ دو مہینے سے کلے ڈاکٹر کا علاج ہے ۔ سلائیاں دوڑ رہی ہیں ، اُسترے سے گوشت کٹ رہا ہے ۔ بیس بیس[4] دن سے صورت افاقت کی نظر آنے لگی ہے ۔

اب ایک اور داستان سنو : غدر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۸ ، مجیدی صفحہ ۱۴۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۹ ، سہیش صفحہ ۳۰۶ ، مہر صفحہ ۲۵۸ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۳ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ' کو' ندارد ، اضافہ از سہیش ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول و سہیش (یعنی اصل تحریر غالباً) میں 'بیس بیس' ہے ، اردو مجتبائی و مبارک و مہر میں ''بیس دن'' اردو رام نرائن ''بیس بائیس دن'' ۔

ہونے کے بعد میرا پنشن کھلا ، چڑھا ہوا روپیہ دام دام ملا ، آیندہ کو بدستور بے کم و کاست جاری ہوا ، مگر لاٹ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقرری تھا ، مسدود ہوگیا ، یہاں تک کہ صاحب سکرٹر بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں ۔ میں فقیر متکبر ، مایوس دائمی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے بھی ملنا میں نے موقوف کر دیا ۔ بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانے میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے ، دربار کیا ۔ خیر کرو ، مجھ کو کیا ۔ نا گاہ دربار کے تیسرے دن بارہ بجے چپراسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے ۔ بھائی[1] یہ آخر فروری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اس دائیں ہاتھ کے زخم کے سیدھی ران میں ، اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک پھوڑا جدا ہے ، حاجتی میں پیشاب کرتا ہوں ، اٹھنا دشوار ہے ۔ بہ ہر حال سوار ہوگیا ، پہلے صاحب سکرٹر بہادر سے ملا ، پھر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ تصور میں کیا بلکہ تمنا میں بھی جو بات نہ تھی ، وہ حاصل ہوئی ۔ یعنی عنایت سی عنایت ، اخلاق سے اخلاق ۔ وقت رخصت خلعت[2] دیا اور فرمایا کہ یہ ہم تجھ کو اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہیں اور مژدہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار میں تیرا لمبر اور خلعت کھل گیا ۔ انبالہ جا ، دربار میں شریک ہو ، خلعت پہن ۔ حال عرض کیا گیا ۔ فرمایا خیر اور کبھی کے دربار میں شریک ہونا ۔ اس پھوڑے کا برا ہو ، انبالے نہ جا سکا ۔ آ گرے کیوں کر جاؤں ؟

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۴ ۔

۲۔ اس واقعہ کا اخبارات میں اعلان ہوا ۔ دیکھیے ضمیمہ عود ہندی صفحہ ۳۹۰ ۔

بابو ہرگوبند سہائے صاحب کو سلام ، مضمون واحد ۔

۳ مئی [۱۸۶۳ع]

[۳۰۲] ایضاً (۳۲)

میاں[1] ! تمھاری باتوں پر ہنسی آتی ہے ۔ یہ دیوان جو میں نے تم کو بھیجا ہے ، اتم و اکمل ہے ۔ وہ اور کون سی دو چار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خاں عزیز کے پاس ہیں اور اس دیوان میں نہیں ؟ اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سے باہر نہیں ۔ معہذا آن سے بھی کہوں گا اور وہ غزلیں آن سے منگا کر دیکھ لوں گا ۔

تصویر میری لے کر کیا کروگے ؟ بیچارہ عزیز کیوں کر کھچوا سکے گا ؟ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجھ کو لکھو ، میں مصور سے کھچوا کر تم کو بھیج دوں ۔ نہ نذر درکار ، نہ نیاز[2] ۔ میں تم کو اپنے فرزندوں کے برابر چاہتا ہوں ، اور شکر کی جگہ ہے کہ تم[3] فرزندِ سعادت مند ہو ۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور مطالبِ عالیہ کو پہنچائے ۔

سہ شنبہ ، ۳[4] جولائی سنہ ۱۸۶۰ع

غالب

[۳۰۳] ایضاً (۳۳)

میاں[5] ! میں جانتا ہوں کہ میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۱۹ ، مجیدی صفحہ ۱۴۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۷۰ ، مہیش صفحہ ۴۰۵ ، سہر صفحہ ۲۵۷ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ اصل ''نثار''

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۵ ۔

۴۔ مطابق ۱۳ ذی حجہ ۱۲۷۶ھ ۔

۵۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۰ ، مجیدی صفحہ ۱۴۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۷۱ ، مہیش صفحہ ۴۰۵ ، سہر صفحہ ۲۵۸ ۔

نہیں کی ۔ میرا مدعا یہ تھا کہ وہ تم پر اس امر کو ظاہر کریں کہ دلی میں ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا ہے کہ حکیم احسن اللہ خاں صاحب تمھارا بھیجا ہوا فرمہ مجھ کو دیں ۔ اور وہ جو میں نے یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی ، یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمھارا ارادہ اُس کے چھاپنے کا نہیں ۔ غور کرو ، میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم[1] نے کس عجز و الحاح سے دیوان لیا تھا اور میں نے نظر تمھاری نا خوشی پر بہ جبر اُس سے پھیر لیا ۔ یہ کیوں کر ہو سکتا تھا کہ اور کو چھاپنے کی اجازت دوں ۔ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا ، میں سمجھا کہ تم خفا ہو ۔ میں نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ برخوردار شیو نرائن سے میری تقصیر معاف کروا دینا ۔ بھائی ، خدا کی قسم ! میں تم کو اپنا فرزند دل بند سمجھتا ہوں ۔ اُس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا[2] ضرور ہے ۔ رام پور سے وہ دیوان صرف تمھارے واسطے لکھوا کر لایا ۔ دلی میں تصویر بہ ہزار جستجو بہم پہنچا کر مول لی اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں ۔ وہ تمھارا مال ہے ، چاہو اپنے پاس رکھو ، چاہو کسی کو دے ڈالو ، چاہو پھاڑ کر پھینک دو ۔ تم نے 'دستنبو' کی جدول اور جلد بنوا کے ہم کو سوغات بھیجی تھی ، ہم نے اپنی تصویر اور اُردو کا دیوان تم کو بھیجا ۔ میرے پیارے دوست ناظر بنسی دھر کے تم یادگر ہو ۔

اے[3] گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

خوشنودی کا طالب غالب

۱۰[4] جنوری سنہ ۱۸۶۲ع

۱۔ خط نمبر ۔۔۔م میں ان کا نام عظیم الدین احمد لکھا ہے اور دیوان کا پورا قصہ بیان کیا ہے ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ''کیا'' ندارد ۔ اضافہ از مہش ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۶ ۔

۴۔ ۱۰ جنوری ۱۸۶۲ع مطابق جمعہ ۸ رجب ۱۲۷۸ھ ۔

[۴۰۴] به نام' بابو ہرگوبند سہاے صاحب (۱)

برخوردار[۲] ! بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اس خط کا جواب ضرور لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہیں تم سے؛ ایک تو یہ کہ یہاں مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر الہ آباد سے کانپور آ گئے، کوئی کہتا ہے آویں گے۔ اس کا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دو قسم کی انگریزی شراب، ایک تو "کاس ٹیلن" اور ایک "اوڈلٹام[۳]"، یہ میں ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونوں قسم بیس روپیہ حد چوبیس روپے درجن آتی تھی[۴]۔ اب یہاں پہلے تو نظر ہی نہیں آتی تھی، اب پچاس روپے اور ساٹھ روپے درجن آتی ہے۔ وہاں تم دریافت کرو کہ اس کا نرخ کیا ہے؟ اور یہ بھی معلوم کرو کہ بہ طریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہیں؟ یہ

۱۔ ہرگوبند سہائے، نشاط: مولود ۸ دسمبر ۱۸۲۸ع متوفیٰ ۳ مئی ۱۸۹۱ع۔ علی گڑھ اور دہلی و آگرہ میں قیام رہا۔ پانچ برس تک دہلی میں صدر امینی میں ناظر رہے۔ ۱۸۵۵ع میں مستعفی ہو کر گوالیار چلے گئے۔ ۱۸۵۸ع سے ۱۸۶۴ع تک علی گڑھ میں عدالت دیوانی کے سررشتہ دار رہے۔ ۱۸۶۴ع میں وکیل دیوانی بن کر آگرے میں مقیم ہوئے۔ ۱۸۶۸ع میں آگرے کے میونسپل کمشنر ہوئے اور بڑے اعزاز سے زندگی بسر کرنے لگے۔ (تلامذۂ غالب صفحہ ۲۷۹)۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۱، مجیدی صفحہ ۳۶۷، مبارک علی صفحہ ۳۵۵، رام نرائن صفحہ ۳۷۲، مہیش ندارد مہر صفحہ ۵۹۵۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول 'اوڈلام' عام نسخوں میں 'اولڈ ٹام' ہے۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول "آتی ہے" تصحیح از مہیش۔

دونوں امر دریافت کرکے مجھ کو جلد لکھو ۔ اگر یہ قیمت مناسب ہاتھ آئے اور اُس کا بھیجنا ممکن ہو تو ، تو یہاں سے روپیہ کی ہنڈوی بھیج دوں اور تم خرید کر بیل گڑی[1] کی ڈاک پر روانہ کر دو ۔ جاڑوں میں مجھ کو بہت تکلیف ہے ۔ اور یہ گڑچھال کی شراب میں نہیں پیتا ، یہ مجھ کو مضرت کرتی ہے ، اور مجھے اس سے نفرت ہے ۔

چہار شنبہ ، ۲۹[2] دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع

ضروری جواب طلب ، از جانبِ غالب جاں بلب

[۳۰۵] ایضاً (۲)

صاحب[3] ! تم کو دعا کہتا ہوں اور دعا دیتا بھی ہوں ۔ شراب کی قیمت کے دو خط بھیجے ۔ بھائی ! کاس ٹیلن اور "اوڈلٹام[4]" دونوں چوبیس روپے درجن میں ہمیشہ[5] لیا کرتا تھا ، اب یہاں مہنگی ملتی ہے ۔ میں نے تم سے پوچھا ، جب وہاں بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہیں ۔ میں سمجھا تھا کہ شاید وہاں ارزاں ہو ۔ خیر ، اس کو جانے دو ، روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہے ، مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے ۔

[جنوری[6] سنہ ۱۸۵۹ع]

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ' گاڈی ' ۔

۲- مطابق ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۵ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۱۳۲ ، مجیدی صفحہ ۳٦۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۵ ، رام نرائن صفحہ ۳۷۲ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۵۹٦ ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول 'اوڈلٹام' ۔ عام نسخوں میں 'اولڈٹام'

۵- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۷ ۔

٦- گزشتہ خط کی روشنی میں میرا ایک اندازہ ہے ۔ مہر صاحب نے تاریخ معین نہیں فرمائی ہے ۔

[۳۰۶] به نامِ نواب' امین الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس لوہارو (۱)

بھائی' صاحب!

ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے تمہارے بزرگوں میں قرابتیں بہم پہنچیں تھیں ۔ میرا تمہارا معاملہ یہ کہ پچاس برس سے میں تم کو چاہتا ہوں ، بے اس کے کہ چاہت تمہاری طرف سے بھی ہو۔ چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا۔ میں تمہیں چاہتا رہا ، تم مجھے چاہتے رہے۔ وہ امرِ عام اور یہ امرِ خاص کیا مقتضی اس کا نہیں کہ مجھ میں تم میں حقیقی بھائیوں کا سا اخلاص پیدا ہو جائے؟ وہ قرابت اور یہ مودت کیا پیوندِ خون سے کم ہے؟ تمہارا یہ حال سنوں اور بے تاب نہ ہو جاؤں؟ اور وہاں نہ آؤں؟ مگر کیا کروں، مبالغہ نہ سمجھو میں قالب بے روح ہوں:

یکے مردہ شخصم بمردی رواں

اضمحلال روح کا روز افزوں ہے، صبح کو تبرید، قریب دوپہر کے روٹی، شام کو شراب ۔ اگر اس میں سے جس دن ایک چیز اپنے وقت پر نہ ملی ،

۱- نواب امین الدین احمد خاں ، نواب احمد بخش خاں کے فرزند اور نواب ضیاء الدین خاں کے حقیقی بڑے بھائی اور لوہارو کے رئیس تھے - بمقام فیروز جھرکہ میں ۱۸۱۴ع میں ولادت اور ۳۱ دسمبر ۱۸۶۹ع میں وفات پائی - غالب کے برادر نسبتی اور عمر میں سترہ سال چھوٹے تھے ، غالب کی شادی کے چار برس بعد ان کی ولادت ہوئی تھی اس لیے کہتے ہیں کہ دس برس تک ناپختگی کا زمانہ تھا اور تم چاہت کا اظہار نہیں کر سکتے تھے -

۲- مجتبائی صفحہ ۳۲۱ ، مجیدی صفحہ ۲۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۶ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۲ ، مہر صفحہ ۳۷ ؛

میں مر لیا۔ واللہ نہیں آ سکتا، باللہ، نہیں آ سکتا! دل کی جگہ میرے پہلو میں پتھر بھی تو نہیں دوست نہ سہی، دشمن بھی تو نہ ہوں گا۔ محبت نہ سہی، عداوت بھی تو نہ ہو گی۔ آج تم دونوں بھائی اس خاندان میں شرف[1] الدولہ اور فخرالدولہ کی جگہ ہو۔ میں لم[2] یلد و لم یولد ہوں۔ میری زوجہ تمہاری بہن، میرے[3] بچے تمہارے بچے ہیں۔ خود جو میری حقیقی بھتیجی ہے، اس کی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد[4] ہے۔ نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کے واسطے تمہارا دعا گو ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں۔ تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا، کہ تم جیتے رہو اور تم دونوں کے سامنے مر جاؤں، تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دو گے، تو چنے تو دو گے؟ اور اگر چنے بھی نہ دو گے اور بات نہ پوچھو گے تو میری بلا سے، میں تو موافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ اُلجھوں گا!

جناب والدہ[5] ماجدہ تمہاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں اسی واسطے وہاں پہنچتے ہیں سنو: بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے

۱۔ شرف الدولہ قاسم جان — فخر الدولہ احمد بخش خاں۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۸۔

۳۔ باقر علی خاں اور حسین علی خاں، عارف کے فرزند اور نواب الٰہی بخش خاں کے نواسے تھے۔

۴۔ مرزا یوسف کی صاحب زادی عزیز النساء بیگم کی شادی غلام فخر الدین خاں بن علی بخش سے منسوب تھیں۔ خود مرزا یوسف کی اہلیہ بھی اسی خاندان سے تھیں۔

۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول کی عبارت یہ ہے: ”والدۂ ماجدہ تمہارا یہاں آنا چاہتی ہیں“۔

اور بھی بہت بڑے ہیں کثرتِ اطبا ، صحبتِ احبا ۔ تنہائی سے نہ ملول رہو گے ، حرف و حکایت میں مشغول رہو گے ۔ آؤ آؤ ، شتاب آؤ ۔

بھائی مرزا علاؤالدین خاں ! تم کو کیا لکھوں ؟ جو وہاں تمھارے دل پر گزرتی ہو [گی] یہاں میری نظر میں ہے ۔ خیر، دعائے مزید عمر و دولت ۔

نجات کا طالب ، غالب

[۱۸۶۲ع[1]]

[۳۰۷] ایضاً (۲)

برادر[2] صاحب ، جمیل المناقب عمیم الاحسان ، سلامت !

بعد سلام مسنون و دعائے بقائے دولت روز افزوں ، عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کے رو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم ہوئی ، تیسری غزل ''گوہر نہ تواں گفت'' ''اختر[3] نہ تواں گفت'' جو

۱۔ غالب لکھتے ہیں کہ ''پچاس برس سے میں تم کو جانتا ہوں'' ۔ امین الدین خاں ۱۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے ، تو ۱۲۷۹ھ میں پچاس کے ہوتے ہیں ، ۱۲۷۹ھ ۳۰ جون ۱۸۶۲ع سے شروع ہو کر جولائی ۱۸۶۳ع کو ختم ہوا ۔ اس بنا پر یہ خط ۶۲، ۱۸۶۳ع کا قرار پاتا ہے ۔ قدرت نقوی نے اسے ''اگست ۱۸۵۸ع'' کا مکتوب قرار دیتے ہوئے مفصل دلیلیں دی ہیں جن سے بحث طول کا باعث ہے جو نکتہ اب سے ڈیڑھ سال پہلے میں نے لکھا تھا وہ موصوف کی نظر میں نہیں ، نیز ۱۸۵۸ع میں ''اضمحلال روح'' کا وہ عالم نہ تھا جو خط میں مذکور ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۳ ، مجیدی صفحہ ۲۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۷ ، مہر صفحہ ۵۰ ۔

۳۔ 'کلیات غالب' جلد سوم صفحہ ۱۱۳ چاپ مجلس ترقی ادب ۔

دل برد و حق آں ست کہ دل بر نہ تواں گفت

آخری شعر ہے :

کاری عجب افتاد بدیں شیفتہ مارا
مومن نہ بود غالب وکافر نہ تواں گفت

میں مر لیا۔ واللہ نہیں آ سکتا ، باللہ ، نہیں آ سکتا ! دل کی جگہ میرے پہلو میں پتھر بھی تو نہیں دوست نہ سہی ، دشمن بھی تو نہ ہوں گا۔ محبت نہ سہی ، عداوت بھی تو نہ ہو گی ۔ آج تم دونوں بھائی اس خاندان میں شرف[1] الدولہ اور فخرالدولہ کی جگہ ہو ۔ میں لم[2] یلد و لم یولد ہوں ۔ میری زوجہ تمہاری بہن ، میرے[3] بچے تمہارے بچے ہیں ۔ خود جو میری حقیقی بھتیجی ہے ، اس کی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد[4] ہے ۔ نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کے واسطے تمہارا دعا گو ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں ۔ تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا ، کہ تم جیتے رہو اور تم دونوں کے سامنے مر جاؤں ، تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دو گے ، تو چنے تو دو گے؟ اور اگر چنے بھی نہ دو گے اور بات نہ پوچھو گے تو میری بلا سے ، میں تو موافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ اُلجھوں گا !

جناب والدہ[5] ماجدہ تمہاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں اسی واسطے وہاں پہنچتے ہیں سنو : بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے

۱۔ شرف الدولہ قاسم جان — فخر الدولہ احمد بخش خاں ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۸ ۔

۳۔ باقر علی خاں اور حسین علی خاں ، عارف کے فرزند اور نواب الٰہی بخش خاں کے نواسے تھے ۔

۴۔ مرزا یوسف کی صاحب زادی عزیز النساء بیگم کی شادی غلام فخر الدین خاں بن علی بخش سے منسوب تھیں ۔ خود مرزا یوسف کی اہلیہ بھی اسی خاندان سے تھیں ۔

۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول کی عبارت یہ ہے : ''والدۂ ماجدہ تمہارا یہاں آنا چاہتی ہیں'' ۔

اور بھی بہت بڑے ہیں کثرتِ اطبا ، صحبتِ احبا۔ تنہائی سے نہ ملول رہو گے ، حرف و حکایت میں مشغول رہو گے ۔ آؤ آؤ ، شتاب آؤ۔

بھائی مرزا علاؤالدین خاں ! تم کو کیا لکھوں ؟ جو وہاں تمھارے دل پر گزرتی ہو [گی] یہاں میری نظر میں ہے۔ خیر، دعاے مزید عمر و دولت۔

نجات کا طالب ، غالب

[۱۸۶۲ء[1]]

[۳۰۷] ایضاً (۲)

برادر[2] صاحب ، جمیل المناقب عمیم الاحسان ، سلامت !

بعد سلام مسنون و دعائے بقائے دولت روز افزوں ، عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کے رو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم ہوئی ، تیسری غزل "گوہر نہ تواں گفت" "اختر[3] نہ تواں گفت" جو

۱۔ غالب لکھتے ہیں کہ "پچاس برس سے میں تم کو جانتا ہوں"۔ امین الدین خاں ۱۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے ، تو ۱۲۷۹ھ میں پچاس کے ہوتے ہیں ، ۱۲۷۹ھ ۳۰ جون ۱۸۶۲ء سے شروع ہو کر جولائی ۱۸۶۳ء کو ختم ہوا۔ اس بنا پر یہ خط ۶۲، ۱۸۶۳ء کا قرار پاتا ہے۔ قدرت نقوی نے اسے "اگست ۱۸۵۸ء" کا مکتوب قرار دیتے ہوئے مفصل دلیلیں دی ہیں جن سے بحث طول کا باعث ہے جو نکتہ اب سے ڈیڑھ سال پہلے میں نے لکھا تھا وہ موصوف کی نظر میں نہیں ، نیز ۱۸۵۸ء میں "اضمحلال روح" کا وہ عالم نہ تھا جو خط میں مذکور ہے۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۲ ، مجیدی صفحہ ۲۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۷۴ ، مہر صفحہ ۵۰۔

۳۔ 'کلیات غالب' جلد سوم صفحہ ۱۱۴ چاپ مجلس ترقی ادب۔
دل برد و حق آں ست کہ دل بر نہ تواں گفت
آخری شعر ہے :

کاری عجب افتاد بدیں شیفتہ مارا
مومن نہ بود غالب وکافر نہ تواں گفت

تمھارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے، کیا نہیں پہنچی؟ بےشبہ پہنچی ہوگی ، تم بھول گئے ہوگے[1]۔ وکیل حاضر باش دربار اسد اللہی ، یعنی علائی سولائی[2] نے اپنے موکل کی خوشنودی کے واسطے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اردو کی غزل لکھوائی ، اگر پسند آئے تو مطرب کو لکھائی جائے ۔ جھنجوٹی کے اونچے سروں میں راہ رکھوائی جائے ، اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آ کر میں بھی سن لوں گا ۔ والسلام مع الاکرام ۔

نجات کا طالب غالب

چہار شنبہ ، ۲[3] ربیع الاول سنہ ۱۲۸۲ھ

غزل[4]

میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش، اس سے سوا اور سہی

غیر کے مرگ کا غم کس لیے اے غیرتِ ماہ!
ہیں ہوس پیشہ بہت ، وہ نہ ہوا اور سہی

تم ہو بت، پھر تمھیں پندارِ خدائی کیوں ہے؟
تم خداوند ہی کہلاؤ، خدا اور سہی

حسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی
آپ کا شیوۂ انداز و ادا ، اور سہی

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۹ ۔

۲- غالب کے ان فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب علاءالدین خاں غالب کے ہم عقیدہ تھے ۔

۳- مطابق ۲۶ جولائی ۱۸۶۵ء نسخۂ مجیدی میں یکم ربیع الاول غلط ہے ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۲۷ ۔

۴- یہ غزل دیوان اردو کے معاصر ایڈیشنوں میں موجود نہیں ہے ، پہلی مرتبہ آغا طاہر ایڈیشن میں شائع ہوئی۔ دیکھیے 'دیوان غالب' عرشی ایڈیشن ۔

تیرے کوچے کا ہے مائل دلِ مضطر میرا
کعبہ اک اور سہی ، قبلہ نما اور سہی

کوئی دنیا میں ، مگر باغ نہیں ہے واعظ
خلد بھی باغ ہے ، خیر آب و ہوا ، اور سہی

کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملالیں یا رب!
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا ، اور سہی

مجھ کو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں
زہر کچھ اور سہی ، آبِ بقا اور سہی

مجھ سے **غالب**، یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیداد گرِ رنج فزا اور سہی

لاحول ولا قوۃ[1] ۔

[۳۰۸] ایضاً (۳)

برادر[2] صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان ، سلامت !

تمھاری تفریح طبع کے واسطے ایک غزل نئی لکھ کر بھیجی ہے، خدا کرے ، پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے ۔

آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں ، سوانح لیل و نہار[3] لکھتا ہوں ، کل پنج‌شنبہ ۲۵ مئی کو اولِ روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی ، پھر خوب مینہ برسا ۔ وہ جاڑا پڑا کہ شہر کرۂ زمہریر ہو گیا ۔ بڑے دریبہ کا دروازہ ڈھایا گیا، قابل عطار کے کوچے کا بقیہ مٹایا گیا، کشمیری کٹرے کی مسجد زمین کا پیوند ہوگئی ، سڑک کی وسعت دو چند ہو گئی ۔

۱۔ مہر صاحب نے یہ فقرہ نظر انداز فرما دیا ہے ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۳ ، مجیدی صفحہ ۳۹۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۷۵ ، مہر صفحہ ۴۹ ۔
۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۳۹۰ ۔

اللہ ، اللہ ! گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور ہنود کی ڈیوڑھیوں کی جھنڈیوں کے پرچم پھہّراتے[1] ہیں ۔

ایک شیر زور آور اور بیل تن، بندر پیدا ہوا ہے، مکانات جا بجا ڈھاتا پھرتا ہے ۔ فیض اللہ خاں بنگش کی حویلی پر جو گل دستے ہیں جس کو عوام 'گمزی' کہتے ہیں ، ان میں سے ہلا ہلا کر ایک ایک کی بنا ڈھا دی ، اینٹ سے اینٹ بجا دی ۔ واہ رے بندر ، یہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر !

ریگستان کے ملک سے ایک سردار زادۂ کثیر العیال عسیر الحال عربی ، فارسی ، انگریزی ، تین زبانوں کا عالم دلی میں وارد ہوا ہے ۔ بلی ماروں کے محلے میں ٹھہرا ہے ، بہ حسب ضرورت حکامِ شہر سے مل لیا ہے ، باقی گھر کا دروازہ بند کیے بیٹھا رہتا ہے ۔ گہ گہ ، نہ ہر شام و پگاہ ، غالب علی شاہ درویش کے تکیہ پر آ جاتا ہے ، اہل شہر حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہے ؟ اس کے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے ؟ کوئی کہتا ہے کہ یہ باپ سے پھر گیا ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے ۔ دیکھیے انجام کار کیا ہو ؟

غالب علی شاہ کا قول یہ ہے کہ "کل کا بھلا[2] ہو ۔"

جمعہ[3] ۲۶ مئی سنہ ۱۸۶۵ع

[۳۰۹] ایضاً (۴)

برادر صاحب[4] ، جمیل المناقب عمیم الاحسان ، سلامت !

۱- اردوے معلیٰ طبع اول "پھراتے" مہر صاحب "لہراتے" ۔
۲- ریگستان کے سردار زادہ،۔۔۔علاء الدین خاں مراد ہیں، باپ بیٹے کی ناچاقی ہے غالب کا انداز سفارشِ دیکھیے ۔
۳- مطابق ۳۰ ذی حجہ ۱۲۸۱ھ ۔
۴- مجتبائی صفحہ ۳۲۴ ، مجیدی صفحہ ۲۹۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۸ ، مہر صفحہ ۵۱ "برادر صاحب" پہلا فقرہ حذف ہے ۔

بعد سلام مسنون و دعائے بقائے دولت روز افزوں ، عرض کیا جاتا ہے کہ استاد میر جان آئے اور آن[1] کی زبانی تمھاری خیر و عافیت معلوم ہوئی ۔ خدا تم کو زندہ و تندرست و شاد و شاداں رکھے ۔

یہاں کا حال کیا لکھوں ؟ بہ قول شیخ سعدی رحمتہ[2] اللہ علیہ :

نہ ماند آب جز آب چشم یتیم

شب و روز یا آگ برستی ہے یا خاک ۔ نہ دن کو سورج نظر آتا ہے ، نہ رات کو تارے ۔ زمین سے اٹھتے ہیں شعلے ، آسمان سے گرتے ہیں شرارے ۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھوں ۔ عقل نے کہا کہ دیکھ نادان ! قلم انگریزی دیا سلائی کی طرح جل اٹھے گی اور کاغذ کو جلا دے گی ۔ بھائی ! ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے ۔ گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے ، وہ اور بھی جاں گزا ہے ۔

خیر ، اب فصل سے قطع نظر ، ایک کودک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے ۔ پرسوں فرخ مرزا[3] آیا ۔ اس کا باپ بھی اس کے ساتھ تھا ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ”کیوں صاحب ! میں تمھارا کون ہوں، اور تم میرے

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۱ ۔

۲۔ مہر ،”علیہ الرحمہ“ ”نہ ماند آب جز چشم در یتیم“۔ متن مطابق اردوئے معلیٰ طبع اول ۔

۳۔ مرزا امیر الدین خاں عرف فرخ مرزا ابن نواب علاء الدین خاں غریب الوطن اس لیے ہیں کہ امین الدین خاں سے کبیدہ خاطر ہو کر لوہارو سے دہلی آ گئے تھے ۔ لیکن مکتوب یکم اکتوبر ۶۵ع بنام علائی سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد تعلقات بحال ہو گئے تھے۔ بالشت بھر کا اس لیے کہ ۶۱ع میں پیدا ہوئے ۔ اس وقت چار برس کی عمر تھی ۔ اس مکالمے اور واقعے کے ذریعے غالب دونوں کی صفائی اور تعلقات کی بحالی چاہتے ہیں ۔

کون ہو؟" ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ "حضرت! آپ میرے دادا ہیں، اور میں آپ کا پوتا ہوں" پھر میں نے پوچھا کہ "تمھاری تنخواہ آئی؟" کہا: "جناب عالی! آکا جان کی تنخواہ آ گئی ہے، میری نہیں آئی" میں نے کہا: "تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے" کہا: "حضرت! میں تو آکا جان سے روز کہتا ہوں کہ لوہارو چلو، اپنی حکومت چھوڑ کر دلی کی رعیت میں کیوں مل گئے؟"

سبحان اللہ! بالشت بھر کا لڑکا، اور یہ فہم درست اور طبعِ سلیم۔ میں اس کی خوبی خو اور فرخی سیرت پر نظر کر کے اس کو "فرخ سیر" کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے، تم اس کو بلا کیوں نہیں بھیجتے؟ مگر، بھائی[1] غلام حسین خاں مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین و حیدرحسن اور ان کی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا۔ علاؤ الدین خاں جیسا ہوش مند و ہمہ دان بیٹا، فرخ سیر جیسا دانش ور، بذلہ سنج اور شیریں سخن پوتا۔ یہ دو عطیۂ عظمیٰ و موہبت کبریٰ ہیں۔ تمھارے واسطے من جانب اللہ:

اگر دریافتی بر دانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

آج ۲۲ جون کی ہے آفتاب سرطان میں آ گیا، نقطۂ انقلاب صیفی میں دن گھٹنے لگا۔ چاہیے کہ تمھارا غیظ و غضب ہر روز کم

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۹۲ -
غلام حسین خاں مسرور، غالب کے ہم زلف اور عارف کے والد تھے، انھوں نے عقد ثانی کیا تو پہلی زوجہ اور ان کے بچوں کو چھوڑ دیا تھا۔ یہی تم نے کیا کہ علاء الدین خاں اور ان کی ماں کو الگ کر دیا ہے۔

ہو [تا۱] جائے۔

نجات کا طالب۔ غالب

[۲۲۲ جون ۱۸۶۵ع]

[۳۱۰] ایضاً (۵)

بھائی صاحب[۳]!

آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ[۴] قبلہ کے انتقال کے باب میں تم کو کیا لکھوں، تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں: اظہارِ غم، تلقینِ صبر، دعائے مغفرت۔ سو بھائی، اظہارِ غم تکلفِ محض ہے۔ جو غم تم کو ہوا ہے، ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقینِ صبر؟ بے دردی ہے۔ یہ سانحۂ عظیم ایسا ہے جس نے غمِ رحلتِ نوابِ مغفور کو تازہ کیا۔ پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کی جائے۔ رہی دعائے مغفرت، میں کیا، اور میری دعا کیا؟ مگر چونکہ وہ میری مربیہ اور محسنہ تھیں، دل سے دعا نکلتی ہے، معہذا، تمھارا یہاں آنا سنا جاتا تھا۔ اس واسطے خط نہ لکھا۔ اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے اور اس سبب سے آنا نہ ہوا، یہ چند سطریں لکھی گئیں۔ حق تعالیٰ تم کو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔

تمھاری خوشی کا طالب، غالب

۱۵ نومبر[۵] سنہ ۱۸۶۶ع

۱۔ اردوے معلیٰ "کم ہو جائے"۔

۲۔ تاریخ کا ذکر خط میں ہے سنہ کا اضافہ میں نے کیا ہے۔ مہر صاحب اسے ۱۸۶۷ع کا خط فرض کرتے ہیں۔ ۲۲ جون مطابق ۲۷ محرم ۱۲۸۲ھ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۱۳۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۶، مجیدی صفحہ ۲۹۶، مبارک علی صفحہ ۲۸۹، رام نرائن صفحہ ۳۷۷، مہر و ضیاء الدین خاں صفحہ ۵۱۔

۴۔ بیگم جان والدۂ امین الدین خان و ضیاء الدین خاں۔

۵۔ مطابق پنج شنبہ ۷ رجب ۱۲۸۳ھ۔

[۳۱۱] ایضاً (۹)

اخ مکرم کے خدام کرام کی خدمت میں بعد ابداء سلام مسنون ملتمس ہوں ، تمہارا شہر میں رہنا موجب تقویت دل تھا :

گو نہ ملتے تھے پر[۲] اک شہر میں تو رہتے تھے ؟

بھائی ، ایک سیر دیکھ رہا ہوں ۔ کئی آدمی ، طیور آشیاں گم کردہ کی طرح ہر طرف اڑتے پھرتے ہیں ۔ ان میں سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آ جاتے ہیں ۔

لو صاحب ، اب وعدہ کب وفا کرو گے ؟ علائی کو کب بھیجو گے ؟ ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن ہیں ، بارش شروع ہو جائے گی تو آپ کی اجازت بھی کم نہ آئے گی ۔ چلنے والا کہے گا، میں رہ رو چالاک ہوں، تیراک نہیں۔ لوہارو سے دہلی تک کشتی بغیر کیوں کر جاؤں ؟ دخانی جہاز کہاں سے لاؤں ؟

اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

علائی[۳] کے دیدار کا طالب غالب ۔ استاد میر جان صاحب کو سلام

یوم[۴] الخمیس ۱۷ محرم سنہ ۱۲۸۱ھ

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۶ ، مجیدی صفحہ ۲۹۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۷۸ ، سہر صفحہ ۴۸ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۳ ۔

۳۔ سہر صاحب کے نسخہ خطوط میں ترتیب بدلی ہوئی ہے ، غالب نے اپنا نام لکھنے کے بعد ''استاد میر جان صاحب کو سلام'' لکھا ہو گا سہر صاحب نے نام سے پہلے لکھ دیا ہے ۔

۴۔ مطابق ۲۳ جون ۱۸۶۴ع نیز اردوے معلیٰ طبع اول میں ''یوم الخمس'' چھپا ہے ۔

[۳۱۲] به نام' مرزا علاؤالدین احمد خان صاحب بہادر (۱)

صاحب[۲]! تمھارا خط پہنچا مطالب دل نشین ہوئے غوغائے خلق سے مجھ کو غرض نہیں کیا اچھی رباعی ہے کسی کی :

۱۔ غالب کے سسرالی رشتہ داروں میں سب سے زیادہ پیارے ، نواب علاءالدین خاں ، علائی کے والد نواب امین الدین خاں کی شادی لکھنؤ کے رسالدار نواب غضنفرالدولہ محمد وزیر بیگ عرف مینڈھو خاں کی صاحب زادی سے ہوئی تھی ۔ انھی ولی النساء بیگم کے بطن سے ۴ ذی حجہ ۱۲۴۸ھ ، ۲۵ اپریل ۱۸۳۳ع کو علائی کی دہلی میں ولادت ہوئی ۔ ابتدائی تعلیم و پرورش میں غالب کا بھی حصہ رہا۔ ماں کے اثر اور غالب کی تربیت سے تشیع کی طرف میلان تھا، جیسا کہ غالب کے خطوط سے واضح ہوتا ہے ۔ عربی ، فارسی ، ترکی، میں مہارت پیدا کی ۔ اردو و فارسی میں خوب شعر کہتے تھے، مطالعہ کا شوق تھا ، لوہارو میں فخر المطابع اور ''امیر الاخبار'' نامی اخبار کا سلسلہ بھی قائم کیا تھا ۔ نواب امین الدین خاں نے عقد ثانی کے بعد کچھ عرصے کے لیے پہلی زوجہ سے تعلقات کم کردیے تھے، اور علائی اپنی والدہ کے ساتھ دہلی آ گئے تھے لیکن ۳۶ برس کی عمر میں نواب امین الدین خاں نے گدی نشین کر دیا تھا ۔ آخری عمر میں علائی نے انگریزوں کی خواہش سے ریاست اپنے فرزند امیرالدین خاں کے حوالہ کردی تھی۔ یہاں تک کہ جمعہ ۱۱ محرم ۱۳۰۲ھ ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۴ع کو رحلت کی ۔ (تلامذۂ غالب صفحہ ۲۳۹)غالب نے ان کو اپنا جانشین بھی بنایا تھا ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۷ ، مجیدی صفحہ ۲۹۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۷۸ ، مہیش صفحہ ۳۶۷ ، مہر صفحہ ۱۰۲ ۔

مومن[1] بہ خیال خویش مستم داند
کافر بہ گمان، خدا پرستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم
اے کاش، کسے ہر انچہ ہستم داند

بھائیوں سے پھر نہیں ملا بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے - جواہر خبردار، میرا سلام اخوین کو اور اُن کا سلام مجھ کو پہنچا دیتا ہے، اسی کو غنیمت جانتا ہوں :

تاب لائے ہی بنے گی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اس واسطے لکھ دیے گئے - تم نے اشعار جدید[2] مانگے خاطر تمہاری عزیز، ایک مطلع صرف دو مصرع آگے کے کہے ہوئے یاد آ گئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں، اُن پر فکر کر کے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھ کر سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہوں - بھائی! کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں -

بہت سہی غمِ گیتی، شراب کم کیا ہے ؟
غلامِ ساقیِ کوثر ہوں مجھ کو غم کیا[3] ہے ؟

۱- قاضی عبدالودود صاحب جہان غالب ماہنامہ خاور ڈھاکہ جنوری ۱۹۵۳ع میں لکھتے ہیں کہ یہ رباعی مرزا فاخر مکین (۱۱۳۸ھ - ۱۲۲۱ھ) کے دیوان خطی مملوکہ کتب خانۂ مشرقیہ پٹنہ میں ہے اور "مومن" کے بجائے "زاہد" سے شروع ہوتی ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۹۹ -

۳- مہر کے خطوط غالب طبع اول و دوم میں یہاں سے عبارت حذف ہے -

مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف ، تو ستم کیا ہے ؟
تمھاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے ؟
کٹے تو شب کہیں ، کاٹے تو سانپ کہلاوے[1]؟
کوئی بتاؤ کہ وہ زلفِ خم بہ خم کیا ہے ؟
لکھا کرے کوئی احکامِ طالعِ مولود
کسے خبر ہے کہ[2] واں جنبشِ قلم کیا ہے ؟
نہ حشر و نشر کا قائل ، نہ کیش و ملت کا
خدا کے واسطے ، ایسے کی پھر قسم کیا ہے ؟
وہ داد و دید گراں مایہ شرط ہے ہم دم
وگرنہ مہرِ سلیمان و جامِ جم کیا ہے ؟
سخن میں خامۂ **غالب** کی آتش افشانی
یقیں ہے ہم کو بھی، لیکن اب اس میں دم کیا ہے؟

لو صاحب ، تمھارا فرمانِ قضا تواماں بجا لاتا ۔ مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر باحتیاط رکھو گے اور اردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے ، تو اچھا کرو گے ۔

عمر فراواں و دولت فزوں باد ۔ فقط[3]

[جنوری ۱۸۶۶ع]

۱- مہیش ”کہلائے“ ۔
۲- مہیش ”کسے خبر کہ وہاں جنبش قلم کیا ہے“ یہ غزل مکمل طور پر کسی معاصر غالب مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے ۔
۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں ’فقط‘ کے بعد درج ہے ”جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ع ، بارہ پر دو بجے تین کا عمل“ یہی عبارت دوسرے مقامات پر ہے ، لیکن مہیش صاحب کہتے ہیں کہ یہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۳۰)

[۳۱۳] ایضاً (۲)

جمعہ[1] ، ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸۶۵ع بارہ پر دو بجے ، تین کا عمل ۔
مرزا[2] ، رو برو بہ از پہلو ۔ آؤ میرے سامنے بیٹھو ! آج صبح کے ۷ بجے باقر علی خاں اور حسین علی ، ۱۴ مرغ ۶ بڑے اور ۸ چھوٹے [لے] کے دلی کو روانہ ہوئے ۔ دو آدمی میرے ان کے ساتھ گئے ۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں ۔ نواب صاحب نے وقتِ رخصت ایک ایک[3] دوشالہ مرحمت کیا ۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہاں وارد ہیں اور اپنی بہن کے یہاں ساکن ہیں ، کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ دلی چلوں گا ، اور وہاں سے لوہارو جاؤں گا ۔ میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲۹)

عبارت بعد میں آنے والے خط سے متعلق ہے ۔ اور یہی درست ہے کیوں کہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ع کو غالب رام پور میں تھے "بھائیوں سے پھر نہیں ملا"۔۔جواہر خادم کے ذریعہ ان کو سلام پہنچوانا بتاتا ہے کہ دہلی میں تھے ۔ خط میں تعین خط کے لیے کوئی واضح اشارہ نہیں ملتا ۔ مہیش نے اسے دسمبر کے بعد کا مانا ہے ۔ ممکن ہے کہ رام پور سے آنے کے بعد شہر میں کچھ افواہیں پھیلی ہوں کہ غالب کو اتنا روپیہ ملا ، اور قرض خواہ تاک میں ہوں اس لیے بازار سے نکلتے ڈرتے ہیں ۔ یعنی ۸ جنوری ۶۶ع کے بعد کا خط ہو ۔

۱۔ یہ عبارت اردوے معلیٰ میں سابقہ خط کا خاتمہ قرار پا گئی ہے جو غلط ہے ، مہیش صاحب نے شاید اصل خط سے مقابلہ کر کے تصحیح کی ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۸ ، مجیدی صفحہ ۲۹۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۰ ، مہیش صفحہ ۳۶۷ ، مہر صفحہ ۱۰۰ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۵ ۔

اسی ہفتہ میں چلوں گا۔

آپ چال چوکے، اردو لکھتے لکھتے جو خط کہ مشتمل ایک مطلب پر تھا، اس کو تم نے فارسی میں لکھا اور فارسی بھی متصدیانہ، نہیں'؟ کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بصیغۂ مفرد نہ لکھیں! یہ وہی چھوٹی 'بے'، بڑی 'حے' کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤں گا، ما کتب فیہ کہہ کر کام نکال لوں گا۔ میں نے تو چلتے وقت 'فرخ سیر'[۲] کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا، کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو میں اس کی درستی کرتا لاؤں؟ جواب آیا، کہ اور کچھ مدعا نہیں، صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکا کا وکیل وہاں موجود ہے۔ اگر وہ اس امر کا ذکر کرتے تو میں اُن سے اُن کے خالو علی اصغر خاں کے نام عرضی یا خط لکھواتا لاتا، بہر حال اب بھی قاصر نہ رہوں گا۔

تاریخ اوپر لکھ آیا، نام اپنا بدل کر 'مغلوب' رکھ لیا ہے۔ فقط[۳]
[بھائی سے دو سوال ہیں: ایک تو یہ کہ مجموعۂ نثر کے خاتمے کو

۱- مہیش میں بھی "نہیں" موجود ہے، عبدالستار صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ "نہیں" حذف ہونا چاہیے۔ مہر صاحب نے خلاف متن طبع اول و مقابلہ مہیش اسے حذف کر دیا۔ میرے خیال میں یہ لفظ بہ طور استفہام ہے۔

۲- نواب امیر الدین خان عرف فرخ مرزا، غالب نے فرخ سیر لقب دیا ہے۔

۳- مہیش و اردوے معلی کے دوسرے نسخے 'فقط' ندارد۔ میں نے اردو معلی طبع اول سے نقل کیا ہے۔ گوپی چند نارنگ کو جو اصل خط ملا ہے، اس میں ایک طویل پیراگراف زائد ہے جسے میں کہنی دار خطوں میں درج کر رہا ہوں۔ دیکھیے اردوے معلی، دلی یونیورسٹی میگزین غالب نمبر حصہ دوم صفحہ ۷۰۔

کیا کروں ؟ وہ مبنی تھا اس حقیقت پر کہ نول کشور ، نواب ضیاء الدین خاں سے واسطے انطباع کے لے گیا ۔ جب یہ واقع نہ ہوا تو اب اس کو نکال ڈالوں ۔ اور اس کی جو کئی نثریں اور ہیں وہ لکھ دوں ۔

اوراق اشعار مرحومی زین العابدین خاں سے مستعار ہیں ، اس واسطے کہ تم اپنے ہاں کے مجموعے کی تصحیح اس سے کر لو۔ پھر یہ امر واقع ہوا یا ہونے والا ہے ؟

ترجمہ[1] ابوالفدا کی جلد واپس پہنچتی ہے ۔

جواب کا طالب[2] غالب ۔ ۱۲

[۳۱۳] ایضاً (۳)

یکشنبہ[3] یکم اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ع

شکر[4] ایزد کہ ترا با پدرت صلح فتاد
حوریاں رقص کناں ، ساغرِ شکرانہ زدند
قدسیاں بہرِ دعائے تو و والا پدرت
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

میاں ! تم جانتے ہو کہ میں عازمِ رام پور تھا ۔ اسباب مساعد ہو گئے بشرطِ حیات جمعہ کو روانہ ہوں گا ۔ لڑکے بالوں کی خیر و عافیت

۱۔ مولوی کریم الدین پانی پتی کا ترجمہ جو ۱۸۴۷ع میں مطبع العلوم سے چھپا تھا ۔

۲۔ 'نقوش' مکاتیب نمبر میں اسے مستقل خط قرار دیا گیا ہے اور ۱۸۶۴—۶۳ع تاریخ فرض کی ہے، دیکھیے صفحہ ۱۰۷ ۔ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۴۸ پر ۱۸۶۲ع درج ہے ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۹ ، مجیدی صفحہ ۲۹۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۱ ، مہیش صفحہ ۳۶۵ ، مہر صفحہ ۹۹ ۔

۴۔ دیکھیے خط نمبر ۳۰۹ ۔

علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے ، میرا لکھنا زائد ہے ۔
ایک بار میں صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا ، فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا ، مزاج کی خبر پوچھ آیا ۔
بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا ۔

راقم ، غالب علی شاہ

[۳۱۵] ایضاً (۳)

جانا جانا[2] ! ایک خط میرا ، تمھارے دو خطوں کے جواب میں ، تم کو پہنچا ہوگا ۔ آج میں علی[3] اصغر خاں بہادر کے گھر گیا ، ان سے میں نے تذکرہ کیا ۔ فرمایا کہ 'فرخ سیر' کی ماں کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیج دیں ، یہاں سے روپیہ بھیج دیا جائے گا ۔ آج منگل ہے ، ۷ شبعان [۱۲۸۲ھ] کی اور ۲۶ دسمبر [۱۸۶۵ع[4]] کی ۔ دونوں بھتیجے تمھارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانۂ دہلی ہوئے ۔ میں پرسوں ، یوم[5] الخمیس کو ، مرحلہ پیما ہوں گا :

اول ما آخر ہر منتہی در اکرام و عزت
آخر ما جیب تمنا تہی از ملل و دولت

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۶ ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۲۹ ، مجیدی صفحہ ۲۹۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۱ ، مہیش صفحہ ۳۶۹ ، مہر صفحہ ۱۰۱۔ بعض نسخوں میں "جان جان" ہے ۔
۳۔ امین الدین خاں کے خالو ہیں ۔
۴۔ اردوے معلیٰ میں دونوں سنہ موجود نہیں ، میں نے جنتری سے اضافہ کیا ہے ۔
۵۔ غالب 'یوم الخمیس' کو 'یوم الخمس' لکھتے ہیں ، یا کاتب غلط نویس ہے ۔

تو "کہاں کروبہ"[1] کہا کر ، فارسی بھگارا کر[2] - مجھ سے ہندی کی چندی سن : ایک غلیل حضور نے دینی کی ہے ، ایک علی اصغر خاں سے اینٹھی ، دونوں کل آئیں گی - مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتے سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں - زاد کی خدا نے چٹھی فقیر پر کی ، راحلہ وہ جانیں - فقط

غالب

[۴۱۶] ایضاً (۵)

صبح[3] دو شنبہ ، شانزدہم از مہ صیام [۱۲۸۱ھ] -

میری جان ! نئے مہمان[4] کا قدم تم پر مبارک ہو - اللہ تعالیٰ تمھاری اور اس کی اور اس کے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے - تمھاری طرزِ تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے - ثاقب اس کو عزیز اور غالب عزیزہ جانتا ہے - واضح لکھو تا احتمال رفع ہو - خط ثاقب کے نام کا ، توبہ توبہ ، خط کاہے کو ، ایک تختہ کاغذ کا - میں نے سراسر پڑھا ، لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی

۱- کہاں کروبہ : غلیل - نیز اردوے معلیٰ میں "اسٹھی" مہیش میں "امیٹھی" غالباً "اینٹھی" صحیح ہے -

۲- ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ "بگھارا کر" ہونا چاہیے لیکن دلی کے لہجے میں "بھگارنا ، پچھاننا" - "گڑبھنگ" وغیرہ صحیح ہے -

۳- مجتبائی صفحہ ۳۲۹ ، مجیدی صفحہ ۲۹۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۳ ، مہیش صفحہ ۳۶۳ ، مہر صفحہ ۹۶ - تاریخ کی عبارت مہر صاحب نے آخر خط میں لکھی ہے - مہیش صاحب نے سنہ کا اضافہ کیا ہے -

۴- علائی کی صاحب زادی کی ولادت پر تہنیت مقصود ہے - دیکھیے خط نمبر ۴۲۵ -

کا بیان جب کرتا کہ فحوائے عبارت سے جگر خون نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار، ایسا زبان آور، ایسا عیار، طرار، یوں[1] عاجز و درماندہ و ازکار رفتہ ہو جائے! تمھارا غم جدا، ساغر اول و درد؟ کیا دل لے کر آئے، کیا زبان لے کر آئے، کیا علم لے کر آئے، کیا عقل لے کر آئے، اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے؟ کسی شیوہ کی داد نہ پائی، گویا نظیری تمھاری زبان سے کہتا ہے:

جوہر بینش من در تہ زنگار بماند
آنکہ آئینۂ من ساخت، نپرداخت دریغ

بھائی! اس معرض میں، میں بھی تیرا ہم طالع اور ہم درد ہوں۔ اگرچہ یک فنہ ہوں، مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم! میں نے اپنی نظم و نثر کی داد باندازۂ بایست پائی نہیں۔ آپ ہی کہا، آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیے ہیں، بہ قدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے۔ نہ وہ طاقتِ جسمانی کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لوں اور اس میں شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکا لوں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا، کبھی مصر میں جا ٹھہرا، کبھی نجف جا پہنچا۔ نہ وہ دست گہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں۔ اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ سہی، جس شہر میں رہوں، اس شہر میں تو بھوکا ننگا نظر نہ آئے[2]:

نہ بستان سرائے نہ مے خانۂ
نہ دستان سرائے نہ جانانۂ
نہ رقصِ پری پیکران بر بساط
نہ غوغائے رامشگران در رباط

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۹۷۔
۲۔ مہیش پرشاد: "نظر نہ آؤں"

خدا کا مقہور ، خلق کا مردود ، بوڑھا ، ناتوان ، بیمار ، فقیر ، نکبت میں گرفتار ۔ تمھارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اس کا نظیر بہم پہنچاؤں ۔ واقعۂ کربلا سے نسبت نہیں دے سکتا لیکن واللہ! تمھارا حال اس ریگستان میں بعینہ ایسا ہے ، جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا ۔ تمھارا خالق تمھاری اور تمھارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان[1] ۔ میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو ۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بہ در بھیک مانگے ، وہ میں ہوں[2] ۔

[۳۱۷] ایضاً (۶)

چاشت گہ[3] سہ شنبہ ، دوازدہم نومبر سنہ ۱۸۶۱ع

آج جس وقت کہ میں روٹی کھانے کو[4] گھر جاتا تھا ، شہاب الدین خاں تمھارا خط اور مصری کی ٹھلیا لے کر آئے ۔ میں اس کو لوا کر گھر گیا ۔ اپنے سامنے مصری تلوائی ، آدھ پا [ؤ] اوپر دو سیر نکلی ۔ خانۂ دولت آباد ، یہی کافی و وافی ہے اور اب حاجت نہیں ۔ روٹی کھا کر[5] باہر آیا ۔ تمھارے ابنِ عم کا آدمی جوابِ خط کا متقاضی ہوا کہ

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۸ ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۲۵ ۔
۲۔ ۱۶ رمضان ۱۲۸۱ھ آغاز خط میں لکھا گیا ہے ، جو مطابق ۱۳ فروری ۱۸۶۵ع ہے ۔
۳۔ مجتبائی صفحہ ۳۳۱ ، مجیدی صفحہ ۳۰۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۳ ، مہیش صفحہ ۳۲۴ ، مہر صفحہ ۶۷ ۔
۴۔ مہیش : ''کھانے گھر جاتا تھا'' اردوے معلیٰ : ''کھانے کو''۔ غالب نے ۱۵ اکتوبر کو ایک خط میں اس کے لیے حسن طلب کیا ہے ، دیکھیے خط نمبر ۳۳۵ ۔
۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول : ''باقر آیا'' ۔

شترسوار جانے والا ہے ۔ میں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں ، لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھ دی ، مطالبِ مندرجۂ خط کا جواب بہ شرطِ حیات کل بھیجوں[1] گا ۔

غالب

[۴۱۸] ایضاً (۷)

اقبال[2] نشانا ! بہ خیر و عافیت و فتح و نصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو ۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات[3] اردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہیں ۔ مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کیے ہیں ۔ میں مسودہ نہیں رکھتا ، جو لکھا ، وہ جہاں بھیجنا ہو وہاں بھیج دیا ۔ یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس بہت ہوں گے ۔ اگر ان کا ایک پارسل بنا کر بہ سبیل ڈاک بھیج دو گے یا آج کل میں کوئی ادھر آنے والا ہو ، اُس کو دے دو گے تو موجب میری خوشی کا ہوگا ۔ اور میں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہوگے —— بچوں کو دعا ۔

غالب

[اپریل[4] سنہ ۱۸۶۳ع]

۱- مہر صاحب : ''کل دوں گا'' نسخۂ مبارک : ''کل بھیج دوں گا'' — نیز یہ خط ۱۲ نومبر ۱۸۶۲ع یعنی ۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۸ھ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۳۱ ، مجیدی صفحہ ۳۰۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۳ ، مہیش صفحہ ۳۴۹ ، مہر صفحہ ۸۳ ۔

۳- اردوے معلیٰ کی ترتیب و تالیف کے لیے مواد جمع کرنے کے لیے کوشش شروع ہے ۔

۴- خط نمبر ۴۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۱ جون سے پہلے خط (باقی حاشیہ صفحہ ۷۳۸ پر)

[۴۱۹] ایضاً (۸)

جانِ[1] غالب! یاد آتا ہے کہ تمھارے عمِ نامدار سے سنا ہے کہ 'لغات دساتیر'[2] کی فرہنگ وہاں ہے۔ اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیج دیتے۔ خیر

انچہ ما در کار داریم، اکثرے در کار نیست

تم ثمرِ نورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے، اور میں ہوا خواہ و سایہ نشین اُس نہال کا رہا ہوں کیوں کر تم مجھ کو عزیز نہ ہو گے؟ رہی دید وادید، اُس کی دو صورتیں: تم دلی میں آؤ یا میں لوہارو آؤں، تم مجبور، میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ہو، جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور ماجرا کیا ہے؟

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳۷)

مانگے۔ یکم جون کو علائی نے خط بھیج دیے، مرزا نے ان کی نقل لے کر ۲۱ جون ۱۸۶۳ع کو علی حسین خاں کے ہاتھ اصل خط واپس کر دیے۔۔۔مہیش پرشاد نے فقط سنہ لکھا۔ میرے خیال میں مہینہ اپریل یا مئی کا ہوگا۔ اس سلسلے میں مقدمہ بھی ملاحظہ ہو۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۳۱، مجیدی صفحہ ۳۰۰، مبارک علی صفحہ ۲۹۴، رام نرائن صفحہ ۳۸۴، مہیش صفحہ ۴۲۶، مہر صفحہ ۶۱۔

۲۔ دساتیر: عہد اکبری میں آذر کیوان زردشی کی ایک جعلی کتاب جو بمبئی میں کئی مرتبہ چھپی۔ (تاریخ ادبی ایران، ترجمہ علی پاشا صالح صفحہ ۸۴) برہان قاطع کا ماخذ اور غالب کا سرچشمہٴ تحقیق ہے۔ اس کا نسخہ مطبوعہ ۱۸۸۸ع میرے کتب خانہ میں موجو ہے۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۹۹۔

۴۔ امین الدین خاں بہادر مراد ہیں۔ اور عم نامدار سے ضیاء الدین خاں بہادر۔

سنو[1] ، عالم دو ہیں ؛ ایک عالمِ ارواح اور ایک عالمِ آب و گل ۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے : ''لمن[2] الملک الیوم'' اور پھر آپ جواب دیتا ہے : ''للہ الواحد القہار'' ہرچند قاعدۂ عام یہ ہے کہ عالمِ آب وگل کے مجرم عالمِ ارواح میں سزا پاتے ہیں ۔ لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالمِ ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں ۔ چنانچہ میں آٹھویں[3] رجب سنہ ۱۲۱۲ھ میں روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا ۔ ۱۳ برس حوالات میں رہا ۔ ۷[4] رجب سنہ ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکمِ دوامِ حبس صادر ہوا ۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے اس زندان میں ڈال دیا ۔ فکرِ نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا ۔ برسوں کے بعد میں جیل خانہ سے بھاگا ۔ تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا ۔ پایانِ کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اسی محبس میں بٹھا دیا ۔ جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پا ہے ، دو ہتکڑیاں اور بڑھا دیں ۔ پانو بیڑی سے فگار ، ہاتھ ہتکڑیوں سے زخم دار ، مشقتِ مقرری اور مشکل ہوگئی ، طاقت یک قلم زائل ہوگئی ، بے حیا ہوں ۔ سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان میں چھوڑ ، مع دونوں ہتکڑیوں کے بھاگا ، میرٹھ

۱۔ عود ہندی ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۱۸۴ ۔

۲۔ پارہ ۲۴ ، سورۃ المومن ، آیت ۱۶ ۔

۳۔ ان دنوں یہ بحث ہو رہی ہے کہ غالب کی ولادت ۸ رجب ۱۲۱۲ھ کو ہوئی ہے یا ۸ رجب ۱۲۱۳ھ کو ۔ پھر اس کی مطابقت یکم جنوری ۱۷۹۸ع سے ہے یا کوئی اور تاریخ دیکھیے ؟ ''ماہ نو'' کراچی مارچ ۱۹۶۷ع تا فروری ۱۹۶۸ع کے مختلف شمارے ۔ نیز ''اردو نامہ'' کراچی ستائیسواں شمارہ ۔

۴۔ عود ہندی طبع اول : ''سترہ رجب'' اور اردوے معلیٰ و مہیش ''سات رجب'' ہے ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۰۰ ۔

مراد آباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا ۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا
کہ پھر پکڑا آیا ۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا ۔ بھاگوں کیا ؟
بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی ۔ حکمِ رہائی دیکھیے کب صادر ہو ؟
ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اس[۱] ماہ ذی الحجہ [۱۲۷۷ھ] میں چھوٹ
جاؤں ۔ بہ ہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں
نہیں جاتا ۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤں گا :

فرخ آن روز کہ از خانۂ زندان بروم
سوئے شہرِ خود ازیں وادیِ ویران بروم[۲]

گانے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہیں ۔ دو فارسی غزلیں ، دو
اردو غزلیں اپنے حافظہ کی تحویل میں بھیجتا ہوں بھائی صاحب کی نذر :

غزل

از[۳] جسم بجاں نقاب تا کے ؟
ایں گنج دریں خراب تا کے ؟

ایں گوہر پر فروغ یا رب !
آلودۂ خاک و آب تا کے ؟

ایں راہ روِ مسالکِ قدس
واماندۂ خورد و خواب تا کے ؟

۱۔ عود ہندی و مہیش "اسی" نیز اس خط میں زندگی کے پانچ بڑے واقعے بیان کیے ہیں : (الف) ولادت (ب) شادی (ج) سفر کلکتہ (د) باقر علی و حسین علی خاں کی پرورش (ہ) سفر رام پور ۔

۲۔ غالب کو اپنی اس پیشین گوئی پر بڑا ناز تھا—اس شعر پر عود ہندی کا خط ختم ہو جاتا ہے ۔

۳۔ کلیات غالب ، جلد سوم ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور بہ ترتیب حقیر ، صفحہ ۳۷۳ ۔ یہ غزل "سبد چین" میں ہے ، کلیات طبع نول کشور میں نہیں ۔

بے تابیِ برق جز دمے نیست
ما ویں ہمہ اضطراب تا کے ؟

جاں در طلبِ نجات تا چند
دل در تعبِ عتاب تا کے ؟

پرسش ز تو بے حساب باید
غم ہائے مرا حساب تا کے ؟

غالب بچنیں کشاکش اندر
یا حضرتِ بوتراب تا کے ؟

دوش[1] کز گردش بختم گلہ بر روئے تو بود
چشم سوئے فلک و روئے سخن سوئے تو بود

انچہ شب شمع گماں کردی و رفتی بہ عتاب
نفسم پردہ کشائے اثرِ خوئے تو بود

چہ عجب صانع اگر نقش دہانت گم کرد
کاں[2] خود از حیرتیان رخِ نیکوئے تو بود

بکفِ باد مباد ، ایں ہمہ رسوائیِ دل
کاخر از پردگیان شکن موئے تو بود ؟

مردن و جاں بہ تمنائے شہادت دادن
ہمہ ز اندیشۂ آزردنِ بازوئے تو بود

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۴ ۔ غزل کے لیے دیکھیے کلیات جلد سوم صفحہ ۱۵۴ - ۱۸۴۵ء سے پہلے کی غزل ہے ۔

۲۔ دیوان فارسی باطبع اول و کلیات فارسی طبع اول و طبع مجلس : ''کو خود از حیرتیاں''۔ بارہ شعروں کی غزل سے سات کا انتخاب کیا ہے ۔

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند
کایں ہماں ست کہ پیوستہ در ابروے تو بود

لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوس روے تو بود

اردو غزل[1]

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خوں نابہ فشاں اور

یا رب! نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم، جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ "ہاں اور!"

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

۱- اردوے معلیٰ طبع اول کے بعد اکثر نسخوں سے یہ عنوان حذف کر دیا گیا ہے۔

ایضاً[1]

آس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا ، اگرچہ اشارے ہوا کیے

ضد کی ہے اور بات ، مگر خو بری نہیں
بھولے سے اس نے سینکڑوں وعدے وفا کیے

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو ؟
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیے

رکھتا[2] پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہنِ مے
مدت ہوئی ہے دعوتِ آب و ہوا کیے

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو ؟
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

غالب تمھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

[جون[3] ۱۸۶۱ع]

[۳۲۰] ایضاً (۹)

سعادت[4] و اقبال نشان میرزا علاؤالدین خاں بہادر کو فقیر اسداللہ کی دعا پہنچے ۔

کل شام کو مخدومِ مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بہ سواریِ ریل مانند دولتِ دل خواہ کہ ناگہ آوے ، فقیر کے تکیہ میں تشریف لائے ۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان

۱۔ اردو ، طبع اول کے بعد یہ عنوان حذف ہوتا رہا ۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۰۴ ۔ دیوان میں نو شعر ہیں ۔
۳۔ متن خط میں ''ذی حجہ ۱۲۷۷ھ'' موجود ہے ، جو ''۱۸۶۱ع'' جون کے مطابق ہے ۔
۴۔ مجتبائی صفحہ ۴۳۳ ، مجیدی صفحہ ۳۰۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۷ ، مہیش صفحہ ۳۷۰ ، مہر صفحہ ۱۰۳ ۔

میں آرام فرمایا - اب وہاں آتے ہیں - قریب طلوع آفتاب بہ چشم نیم باز یہ رقعہ تمھارے نام لکھا ہے - جو کچھ جی چاہتا ہے ، وہ مفصل نہیں لکھ سکتا - مختصر مفید ، آغا صاحب کو دیکھ کر یوں سمجھنا[1] کہ میرا بوڑھا چچا "غالب" جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے - پس نور چشماں راحت جاں مرزا باقر علی خاں بہادر و مرزا حسین علی خان بہادر جناب آغا صاحب کا قدم بوس بجا لائیں اور اُن کی خدمت گزاری کو اپنی سعادت اور میری خوش نودی سمجھیں ، بس -

ہاں ، مرزا علائی اگر کرنیل الگزنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا -

[۱۸۶۶ع[1]]

[۳۲۱] ایضاً (۱۰)

صاحب[2] ! میری داستان سنیے : پنشن بے کم و کاست جاری ہوا ، زرِ مجتمعہ سہ سالہ[3] یک مشت مل گیا ، بعد ادائے حقوق چار سو روپے دینے باقی رہے اور ستاسی روپے گیارہ آنے مجھے بچے - مئی کا

۱- خطوط غالب مرتبہ مہیش پرشاد "سمجھنا" اردوے معلیٰ طبع اول "سمجھا" -

۲- مجتبائی صفحہ ۳۳۵ ، مجیدی صفحہ ۳۰۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۷ ، مہیش صفحہ ۳۲۲ ، مہر صفحہ ۵۷ -

۳- از ابتداء مئی ۱۸۵۷ع تا اواخر اپریل ۱۸۶۰ع - میر مہدی مجروح کو لکھتے ہیں : "تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس روپے ہوئے - سو مدد خرچ کے جو بانٹے تھے وہ کٹ گئے - ڈیڑھ سو عملہ فعلہ کے نذر ہوئے ، مختار کار دو ہزار لایا - چونکہ میں اس کا قرض دار ہوں ، روپے اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیے - حساب کیا ، سود ، مول ، سات کم

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۴۵ پر)

مہینہ بدستور ملا ، آخر جون میں حکم آ گیا[1] کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا کریں ماہ بہ ماہ پنشن تقسیم نہ ہوا کرے ۔

میں دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خاں کی حویلی میں رہتا ہوں ، اب[2] وہ حویلی غلام[3] اللہ خاں نے مول لے لی ۔ آخر جون میں مجھ سے کہا کہ خالی کر دو ۔ اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو حویلیاں قریب بہم دگر ایسی ملیں کہ ایک محل سرا اور دوسری دیوان خانہ ہو ، نہ ملیں ۔ ناچار یہ چاہا کہ 'بلی ماروں' میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں جا رہوں ، نہ ملا ۔ تمھاری چھوٹی پھوپھی نے بے کس نوازی کی ، کڑوڑا والی حویلی مجھ کو رہنے کو دی ۔ ہر چند وہ رعایت مرعی نہ رہی کہ محل سرا سے قریب ہو ، مگر خیر بہت دور بھی نہیں ۔ کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا ۔ ایک پانو زمین پر ہے ، ایک پانو رکاب میں ، توشے کا وہ حال ، گوشے کی یہ صورت ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴۴)

پندرہ سو ہوے ۔ میں نے کہا ''میرے قرض متفرق کا حساب کر'' کچھ اوپر گیارہ سو نکلے ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ گیارہ سو بانٹ دے ۔ نو سو بچے ، آدھے تو لے ، آدھے مجھے دے ۔ وہ کہتا ہے ''پندرہ سو مجھ کو دو ، پان سو سات تم لو'' (عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۲۴۵) ۔

۱۔ مہیش : ''حکم ہوا'' مہر : ''حکم ہو گیا'' اردوے معلیٰ : ''حکم آ گیا'' ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۳ ۔

۳۔ غلام اللہ خاں : حکیم محمود خاں کے بھائی اور غلام محمد خاں کے فرزند ، حکیم اجمل خاں کے خسر تھے ۔ (دیکھیے غالب کی قیام گاہیں از خلیق انجم ، اردوے معلیٰ دہلی ، شمارہ ۱ جلد ۱ صفحہ ۵۷ ببعد ۔

کل شنبہ ۷ا ذی الحجہ کی اور ۷ جولائی[1] کی، پہر دن چڑھے تمھارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سنا گیا کہ امین الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں نزول اجلال کیا۔ پہر دن رہے از راہ مہربانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے، میں نے ان کو دبلا و افسردہ پایا، دل کڑھا۔ علی حسین[2] خاں بھی آیا، اس سے بھی میں ملا۔ میں نے تمھیں پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آئے؟ بھائی صاحب بولے کہ "جب میں یہاں آیا تو کوئی وہاں بھی تو رہے۔ اور اس سے علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں" میں نے کہا "اتنا ہی جتنا تم اس کو چاہتے تھے؟" ہنسنے لگے۔ غرض کہ میں نے بظاہر ان کو تم سے اچھا پایا، آگے تم لوگوں کے دلوں کا مالک اللہ ہے۔

راقم غالب

نگاشتہ و رواں داشتہ یکشنبہ بین الظہر و العصر

[۲۸[3] ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ - ۸ جولائی ۱۸۶۰ع]

[۳۲۲] ایضاً (۱۱)

چار شنبہ[4]، ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ع ہنگام نیم روز۔

علائی مولائی!

اس وقت تمھارا خط پہنچا، ادھر[5] پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ!

۱- اردوے معلیٰ میں "جون" ہے لیکن مہیش صاحب نے تقویم کی رو سے جولائی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

۲- علائی کے چھوٹے بھائی مراد ہیں۔

۳- متن خط اور تقویم کی مدد سے لکھا گیا۔

۴- مجتبائی صفحہ ۳۳۶، مجیدی صفحہ ۳۰۴، مبارک علی صفحہ ۲۹۸، رام نرائن صفحہ ۳۸۸، مہیش صفحہ ۳۲۹، مہر صفحہ ۶۵۔ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ع مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ۔

۵- مہیش "اودھر پڑھا ادھر جواب لکھا" متن مطابق اردوے معلیٰ طبع اول و ثانی۔

کیا کہنا ہے ! رام پور کے علاقہ کو 'گاؤشنگ'[1] اور مجھ کو بیل، یا[2] اس پیوند کے طعنے کو تازیانہ اور مجھ کو گھوڑا بنایا ۔ وہ علاقہ اور وہ پیوند لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو؟ رئیس کی طرف سے بہ طریق وکیل محکمۂ کمشنری میں معین نہیں ہوں ۔ جس طرح اُمرا واسطے فقرا کے وجہِ معاش مقرر کر دیتے ہیں، اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے مقرر ہے ۔ ہاں، فقیر سے دعائے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے ۔ چاہوں دلی رہوں، چاہوں اکبر آباد، چاہوں لاہور، چاہوں لوہارو ۔ ایک گاڑی کپڑوں کے واسطے کرایہ کروں، کپڑوں کے صندوق میں آدھی درجن شراب دھروں ۔ آٹھ کہار ٹھیکے کے لوں ۔ چار آدمی رکھتا ہوں، دو یہاں چھوڑوں دو ساتھ لوں، چل دوں ۔ رام پور سے جو لفافہ آیا کرے گا، لڑکوں کا حافظ لوہارو بھجوایا کرے گا ۔ گاڑی[3] ہو سکتی ہے، شراب مل سکتی ہے، کہار بہم پہونچ سکتے ہیں ۔ طاقت کہاں سے لاؤں؟ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں سے محل سرا میں کہ وہ بہت قریب ہے، جب جاتا ہوں، تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور یہی حال دیوان خانے میں آ کر ہوتا ہے ۔ والیِ رام پور نے بھی تو مرشد زادے کی شادی میں بلایا تھا ۔ یہی لکھا گیا کہ میں اب معدومِ محض ہوں ۔ تمھارا اقبال تمھارے کلام کو اصلاح دیتا ہے ۔ اس سے بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو ۔

بھائی کے اور تمھارے دیکھنے کو جی بہت چاہتا ہے، پر کیا

۱- غالب نے اس کے معنی حاشیہ پر لکھے ہیں:
''گاؤشنگ کو ہندی میں 'آر' کہتے ہیں کہ جس سے گاڑی بان بیلوں کی گاڑی ہانکتے ہیں''۔

۲- اردوے طبع اول، آغاز صفحہ ۲۰۳ ۔

۳- اردوے معلیٰ: ''گاڈی''

کروں؟ عقرب و قوس کے آفتاب یعنی نومبر دسمبر میں قصد تو کروں گا۔ کاش! لوہارو کی جگہ گوڑگانو ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کہو گے کہ رام پور کیا نزدیک ہے؟ وہاں گئے کو دو برس ہو گئے۔ یہاں انحطاط و اضمحلال روز افزوں، نہ تم یہاں آ سکتے ہو، نہ مجھ میں وہاں[1] آنے کا دم۔ بس اگر نومبر دسمبر میں میرا اخیر حملہ چل گیا، بہتر ورنہ:

اے وائے زمحرومیِ دیدار دگر ہیچ؟

غالب

[۳۲۳] ایضاً (۱۲)

اقبال[2] نشان مرزا علاؤ الدین خاں بہادر کو غالبِ گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔

برخوردار علی حسین خاں آیا، مجھ سے ملا، بھائی کا حال اس کی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ الولد سر لابیہٖ، تم اس کے مصداق کیوں بنے؟ خفقان و مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد و موروثی ہے لیکن آج تک تمہاری خدمت میں حاضر نہ ہوا تھا، اب کیوں آیا؟ اگر آیا تو ہرگز اس کو ٹھہرنے نہ دو، ہانک دو، خبردار! اس کو اپنے پاس رہنے نہ دینا۔

شفیقِ مکرم و لطفِ مجسم منشی نول کشور صاحب[3] بہ سبیل ڈاک

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۰۵۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۳۷، مجیدی صفحہ ۳۰۵، مبارک علی صفحہ ۱۹۹، رام نرائن صفحہ ۳۸۹، مہیش صفحہ ۳۵۴، مہر صفحہ ۸۸۔

۳- منشی نول کشور مولود ۱۸۳۶ع، بستوئی ضلع علی گڑھ، متوفیٰ ۱۹ فروری ۱۸۹۵ع لکھنؤ۔

(الف) غالب سے منشی نول کشور کے تعلقات کی تاریخ معلوم نہیں

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۳۹ پر)

یہاں آئے، مجھ سے اور تمھارے چچا اور تمھارے بھائی شہاب الدین خاں سے ملے۔ خالق نے اُن کو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے۔ گویا بجائے خود قران السعدین[1] ہیں۔ تم سے میں نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت پچاس[2] روپے مان لیے تھے۔ اب اُن سے جو ذکر آیا تو انھوں نے پہلی قیمت مشتہرۂ اخبار لینی قبول کی، یعنی تین روپے چار[2] آنے فی جلد۔ اس صورت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴۸)

لیکن یہ معلوم ہے کہ وہ ۱۸۶۰ع سے ''اودھ اخبار'' کے خریدار تھے۔ اسی زمانے میں 'قاطع برہان' چھپنے کو دی جو ۱۸۶۱ع میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد غالب نے طے کیا کہ کلیات فارسی نظم بھی لکھنئو میں چھپے (مکتوب بنام مجروح ۲۶ جولائی ۶۱ع) نواب ضیاء الدین خاں سے ان کے نسخۂ کلیات کی نقل لے کر بھیجی گئی۔ یہی متن ۱۳ مئی ۱۸۶۳ع کو چھپ کر تیار ہوا اور پریس سے اشتہار چھپا کہ ''سوائے محصول پیشگی قیمت چار روپے قرار دی تھی اور بعد ختم کتاب پانچ روپے درج کی تھی، اب صرف چار روپے قیمت لیں گے'' (اودھ اخبار)۔ اس خط سے معلوم ہوا کہ سوا تین روپے قمیت غالب سے وصول کی گئی ہے، لیکن غالب کو یہ کتاب ستمبر میں ملی۔ دیکھیے خط نمبر ۴۴۸۔

(ب) مہر صاحب نے غالب و نول کشور کی ملاقات ستمبر ۱۸۶۱ع میں لکھی ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ زیر نظر خط کے علاوہ مکتوب بنام علائی (نمبر ۴۵۶) اور خط بنام مردان علی خاں رعنا میں اس ملاقات کا ذکر ہے۔ دیکھیے ضمیمہ عود ہندی صفحہ ۴۹۳ طبع مجلس ترقی ادب، لاہور، کلیات نظم فارسی، جلد اول، پیش گفت، صفحہ ۲۵ طبع مجلس ترقی ادب لاہور و صحیفۂ غالب نمبر)۔

۱- یہی فقرے رعنا کے خط میں لکھے ہیں۔

۲- یہ عدد رَقمی ہندسوں میں لکھے گئے ہیں۔

میں دس مجلد کے بتیس روپے آٹھ آنے میں دوں اور بتیس روپے آٹھ آنے تم دو - ہمگی بینسٹھ روپے مطبع اودھ اخبار میں پہنچانے چاہئیں - میں دسمبر ماہ حال کی دسویں گیارھویں کو طالب ہوں گا - کہو بتیس روپے آٹھ آنے علی حسین خاں کو دے دوں ، کہو لکھنئو بھیج دوں - اس نگارش کا جواب جلد بھیجو -

بھائی صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور استاد میر جان کے میری طرف سے قدم لینا -

نجات کا طالب غالب—پنج شنبہ ۲۱ جمادی الثانی سال "غفر"[1] مطابق ۳ دسمبر سال - "کیا غضب ہے ہے" ۱۸۶۳ع یہ گویا تاریخ[2] وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن[3] صاحب بہادر کی ہے -

[۳۲۴] ایضاً (۱۳)

جمعہ[4] نہم رجب [۱۲۸۱ھ] و دسمبر [۱۸۶۴ع] -

میری جان ! تمھارا خط بھی آیا اور علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا - اگر سرنوشت آسمانی میں بھی اواخر رجب یا اوائل شعبان میں ہمارا تمھارا مل بیٹھنا مندرج ہے تو زبانی کہہ سن لیں گے - قلم کو ان اسرار کی محرمیت نہیں ہے - جو شخص اپنے ملک و مال و

۱- غفر کے عدد ۱۲۸۰ھ ہوتے ہیں -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۶ -

۳- لارڈ الگن وائسرائے کی مدح میں دیکھیے غالب کا قصیدہ کلیات نظم فارسی ، فاضل ایڈیشن ، جلد دوم ، صفحہ ۳۷۳ -

۴- مجتبائی صفحہ ۳۳۸ ، مجیدی صفحہ ۳۰۵ ، "جمعہ نہم رجب ۵ دسمبر" مبارک علی صفحہ ۳۰۰ "و دسمبر ۱۸۶۳ع" رام نرائن صفحہ ۳۹۰ ، مہیش صفحہ ۳۶۱ کے آخر میں سنہ ہیں ، مہر صفحہ ۹۵ آخر میں ہے : "۹ رجب سنہ ۱۲۸۱ھ ، ۹ دسمبر ۱۸۶۴ع -"

جان و تن و ننگ و نام کے امور میں آشفتہ و سرگردان بلکہ عاجز و حیران ہو ، دوسرے کو اس سے کیا گلا ؟ ہائے نظیری :

با ما جفا و ناخوشی با خود غرور و سرکشی
از ما نۂ ، از خود نۂ ، آخر ازانِ کیستی ؟

محل عقل و ہوش دماغ، سو تباہ۔ افیون کا مخمر ہو جانا ، علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے ، ایسا پیارا باغ و بہار[1] بھائی یوں بگڑ جائے!

نجات کا طالب غالب

[۳۲۵] ایضاً (۱۴)

پنجشنبہ[2] ، ۲۶ رمضان [۱۲۸۱ھ]

صاحب ! کل تمھارا خط پہنچا۔ آج اس کا جواب لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ رجب بیگ ، شعبان بیگ ، رمضان بیگ ، یہ نامور مہینے ہیں ، سو خالی[3] گئے۔ شوال بیگ آدمی کا نام نہیں سنا۔ ہاں عیدی بیگ ہو سکتا ہے۔ پس جب عید ہے اور روز سعید ہے ، تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہور ثلثۂ ماضیہ اس مہینے میں تم آ سکو؟ ہے ہے ، میں تو کہتا ہوں ، نہ آ سکو۔ اس ماہ مبارک میں امضائے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہوا کہ پارسیوں کی عید 'کوسہ برنشین' کا گمان گذرے۔ دور کیوں جاؤ ، ہولی کی دھلینڈی کا سماں لوہارو

۱۔ امین الدین خاں کے حال پر افسوس کا اظہار ہے۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۳۸ ، مجیدی صفحہ ۳۰۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۹۱ ، مہیش صفحہ ۳۶۴ ، مہر صفحہ ۹۸۔ اصل خط میں سنہ نہیں ، تقویم سے بڑھایا گیا ہے۔

۳۔ خالی گئے : 'خالی' میں رعایت لفظی ہے۔ مہینوں کا ذکر ہے۔ اور 'خالی' عورتوں کے محاوروں میں ذی قعدہ کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ مراد ہے کہ تم نہ آئے۔ غالب نے ہر مہینے پر ۱، ۲، ۳ نمبر ڈالے ہیں۔

میں بندھ جائے۔ ایک خر سوار[1] کی سواری بڑی دھوم سے نکلی۔ حسن اتفاق یہ کہ یہ وہی موسم ہے۔ ہولی اور عید 'کوسہ برنشین[2]' کا زمانہ باہم ہے۔ حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار[3] ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہے 'کوسہ برنشین' اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔ خیر میں چند روز اور ستم کشِ فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں۔ تو 'کوسہ برنشین' اور ہولی کی رنگ رلیاں منا لے اور خر سوار کو بضربِ تازیانہ دوڑا لے۔

علاؤالدین خاں! واللہ! تو میرا فرزندِ روحانی معنوی ہے۔ فرق اسی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہے۔ ارے ظالم! اس "کوسہ برنشین" کی داد دے۔ عقل کراست ہے، الہام ہے، لطفِ طبع ہے، کیا ہے؟ یہ اسم کس قدر مناسب مقام ہے۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول میں "خر سوار کی بڑی" لیکن صحت نامہ میں تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲- کوسہ برنشین: عہد جمشیدی کا ایک جشن ہے۔ آذر ماہ کی پہلی تاریخ ایک بے ڈاڑھی کانے بد صورت آدمی کو گرم دوائیں مل کر مضحکہ انگیز طریقے سے گدھے پر بٹھانے اور شہر میں گھماتے تھے۔ یہ شخص ہاتھ میں پنکھا لیے جھلتا جاتا تھا اور لوگ اس پر ٹھنڈا پانی اور برف ڈالتے تھے۔ وہ گرمی سے چیختا تھا، صبح سے دوپہر تک بازار میں دوکان دوکان پھرتا اور ایک ایک درہم لیتا تھا۔ جو دوکان دار روپیہ دینے میں پس و پیش کرتا تو اسے لوٹ لیا جاتا اور اس پر سیاہ رنگ وغیرہ ڈالا جاتا تھا۔ دوپہر تک کی آمدنی شاہی خزانے میں جاتی تھی، دوپہر سے سہ پہر تک جو کچھ ملتا وہ اس 'کوسہ' کا حق ہوتا تھا۔ سہ پہر کے بعد یہ شخص اگر دکھائی دے جاتا تو اسے بہت مارتے تھے۔ اس دن کو خوش قسمتی و بدقسمتی یا مقدر سازی کا دن مانتے تھے (دیکھیے 'برہان قاطع')۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۰۷۔

صبیہ کا مقدم تم پر مبارک ہو۔ ثاقب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے۔ میں کہتا تھا کہ پوتی ہے۔ بارے، میں جیتا اور ثاقب ہارا۔ عریضۂ جداگانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے[1]۔

[۴۲۶] ایضاً (۱۵)

میری[2] جان علائی ہمہ دان!

اس دفع دخل مقدر کا کیا کہنا ہے۔ فرہنگ 'لغات دساتیر' تمھارے پاس ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس کی نقل تم سے منگاؤں۔ تم نے 'دساتیر' مجھ سے مانگی۔ اسی صحیفۂ مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہو گے کہ اگر 'دساتیر' نہیں تو فرہنگ کی خواہش کیوں ہے؟ حق یوں ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں، اس واسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس 'فرہنگ' کی نقل بھیج دو گے تو مجھ پر احسان کرو گے۔ 'دساتیر' میرے پاس موجود ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ اس کا بھی پارسل بھیج دیتا۔ ہاں صاحب! اگر 'دساتیر' ہوتی اور میں بھیج دیتا، تو البتہ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا، دین و دنیا میں کیوں ماجور ہوتا؟ ارسالِ ابدا پر حصولِ اجر کیوں مترتب ہو گیا؟ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں جو واسطہ اس کے اعلان[3] و شیوع کا ہوتا تو عند اللہ مجھ کو استحقاق اجر پانے

۱- ۲۶ رمضان ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۸۶۵ع- دیکھیے خط ۴۱۶-

۲- مجتبائی صفحہ ۳۳۹، مجیدی صفحہ ۳۰۶، مبارک علی صفحہ ۳۰۱، رام نرائن صفحہ ۳۹۲، مہیش صفحہ ۳۲۵، سہر صفحہ ۶۰-

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۰۸- علائی کے حالات اور زیر نظر خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی والدہ اور مرزا غالب کی صحبت میں رہ کر شیعہ ہو گئے تھے لیکن نواب امین الدین خاں اسے پسند نہیں کرتے تھے۔

کا پیدا ہوتا ۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ:

غالب :

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیماں شو
کافر نتوانی شد ، ناچار مسلماں شو

حافظ :

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

مولانا :

مذہب عاشق ز مذہبہا جداست
عاشقاں را مذہب و ملت خداست

رات کو خوب مینہ برسا ہے ، صبح کو تھم گیا ہے ۔ ہوا سرد چل رہی ہے ، ابر تنک چھا رہا ہے ۔ یقین ہے کہ تمھاری جدۂ ماجدہ مع اپنی بہو اور پوتے کے روانۂ لوہارو ہوں ۔ کل ، آج کی روانگی کی خبر تھی ۔ یہ لڑکا سعید ازلی ہے ۔ ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا ، خاص اس کی آسایش کے واسطے ہے ۔ میرا منظر سرِ راہ ہے ۔ وہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں ۔ محمد علی بیگ اُدھر سے نکلا ۔

"بھئی محمد علی بیگ ! لوہارو کی سواریاں روانہ ہوگئیں ؟"

"حضرت ابھی نہیں"

"کیا آج نہ جائیں گی؟"

"آج ضرور جائیں گی ، تیاری ہو رہی ہے"

مرقومہ شنبہ یکم جون وقت ۶ بجے ۷ کے عمل میں [۱۸۶۱ع[1]]

غالب

۱- مطابق ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ ۔

[۴۲۴] ایضاً (۱۶)

یکشنبہ[1]، ۳ محرم سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۱ جون سنہ ۱۸۶۳ع -

میری جان ! مرزا علی حسین خاں آئے اور مجھ سے ملے ، میں نے خطوط مرسلہ تمھارے[2] یک مشت اُن کو دیے - اب تمھارے پاس بھیجنے کا ان کو اختیار ہے ، رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے - علی حسین خاں سے آنے کی حقیقت اور یہاں اقامت کی مدت پوچھی گئی - جواب پایا کہ ایک مہینے دس دن کی رخصت لے کر آیا ہوں ، بی بی بیمار ہے ، اُس کا استعلاج منظور ہے - میری[3] جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دریغ نہ کروں - بھلا یہ مبالغہ[4] سہی بلکہ بے شک تبلیغ و غلو ہے - لیکن قریب قریب اس کے ، یعنی جو حیّز[5] امکان سے باہر نہ ہو ، اس میں قصور کیوں کر کیا جائے گا ، بلکہ شاید تمھاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو مگر سوچو کہ آئینِ غم خواری و اندوہ گساری کیا ہوگی[6] ؟ میرزا بد وضع و بد روش نہیں کہ پند و بند کا محتاج ہو - کوئی

۱- مجتبائی صفحہ ۳۴۰ ، مجیدی صفحہ ۳۰۷ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۹۳ ، مہیش صفحہ ۳۵۱ ، مہر صفحہ ۸۶ -

۲- اردوے معلیٰ کے لیے خط جمع کر رہے ہیں - خط نمبر ۴۱۸ میں انھی خطوں کا مطالبہ ہے - اب واپسی کا ذکر ہے -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۰۹ -

۴- مبالغہ یعنی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے تین درجے ہیں : تبلیغ اغراق غلو - دیکھیے تعلیقات و حواشی عود ہندی صفحہ ۴۶۷ -

۵- نسخۂ مبارک میں 'چیز' غلط ہے -

۶- تمام نسخوں میں یہی ہے - عبدالستار صاحب کہتے ہیں: ''غم گساری کیا ہوگا ''یعنی ''ہوگی'' آئین کا متعلق ہے ، لیکن غالب رواروی میں غم گساری کی مناسبت سے کیا ہوگی لکھ گئے ہیں -

اُس کا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو۔ رہے امورِ خانگی، یعنی بی‌بی اور اُس کے آبا اور اخوان کے معاملے، اُس میں نہ تم کو دخل، نہ مجھ کو مداخلت۔ تم علی‌حسین خاں کو اس پیوند پر کیا کیا چھیڑتے ہو، اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اب اُس کے دادا کی اور اُس کی سسرال ایک ہے۔ یہ ذریعۂ فخر ہے اس کو، اُس کے طفیل سے تم کو، بلکہ تھوڑی سی نازش اگر مجھ ننگِ اقربا کے حصے میں بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں۔ ہر چند تمھارا ہر کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن اس 'خسرو خسروانی' نے مار ڈالا۔ کیا کہوں، جو مجھ کو مزا ملا ہے۔ کہاں 'خسرو خسروان' لغات عربی الاصل اور کہاں روزمرہ مشہور کہ 'خسر' سسرے کو کہتے ہیں۔ صنعتِ اشتقاق[1] و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے۔

اچھا میرا میاں، یہ 'خسر' بہ معنی پدر زن کیا لفظ ہے؟ حروف بین الفارسی و العربی مشترک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی ہے۔ فارسی میں 'پدر زن' بہ فکِ اضافت کہتے ہیں۔ عربی جس طرح بہ معنی نقصان لغت منصرف ہے۔ شاید سسرے کا اسم جامد بھی ہو، یا فی‌الحقیقت سسرے کی تفریس و تعریب ہو؟ یہ پرسش نہ بہ سبیل استہزا ہے بلکہ بہ طریق استفسار و استعلام ہے۔ جو تمھیں معلوم ہو، بلکہ اگر تم پر مجہول ہو تو معلوم[2] کرکے مجھے لکھ بھیجو[3]۔

۱۔ اشتقاق: ایک مادے سے کسی لفظ کا بنانا جیسے خسرو سے خسر۔ 'طباق' کا مطلب یہ ہے کہ ایسی دو لفظوں کو جمع کر دینا جن میں کسی حد تک تضاد ہو جیسے 'خسر' بمعنی گھاٹا اور خسر بمعنی پدر زن، سسرا۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۰۔

۳۔ خسر کے معنی بیوی کا باپ فارسی کے پرانے فرہنگ لکھتے چلے آئے ہیں۔ لغت فرس، دری کشا، لغات کشوری وغیرہ میں اس
(باقی حاشیہ صفحہ ۷۵۷ پر)

یوسف علی خاں عزیز مانند اُس دہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منتظر ہو اور ابر آئے اور نہ برسے ، مضطر و حیران ہے ۔
علی حسین خاں آتے ہیں، علی حسین خاں آتے ہیں ، آئے ، وہ آئے ، تو کیا لائے ؟
غالب

[۳۲۸] ایضاً (۱۷)

میرزا[1] نسیمی کو دعا پہنچے !

آنکھ کی گہاجنی جب خود پک کر پھوٹ گئی تھی اور پیپ نکل گئی تھی ، تو نشتر کیوں کھایا ؟ مگر یہ کہ بہ طریق خوشامد طبیب سے رجوع کی ۔ جب اس نے نشتر تجویز کیا تو خواہی نخواہی امتثالِ امر کرنا پڑا ۔ اور شاید یوں نہ ہو ، کچھ مادہ باقی ہو ، بہرحال حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے :

قطعہ

بسکہ فعالِ ما یرید ہے آج
ہر سلحشور انگلستاں کا

گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا

چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵۶)

کا ضبط ''خسرو'' بضم اول و ثالث و واؤ معروف ہے ۔ جناب غلام علی مہدوی چاشتری نزیل لاہور سے آج ۲۸ نومبر ۱۹۶۷ء کو گفتگو ہوئی ۔ موصوف نے فرمایا کہ اصفہان میں اس کا تلفظ ''بخسرو'' ہے جو شاید ''بابا خسر'' کا مخفف و مصحف ہے ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۳۱ ، مجیدی صفحہ ۳۰۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۹۴ ، مہیش صفحہ ۳۲۰ ، مہر صفحہ ۵۳ ۔

شہرِ دہلی کا ذرہ ذرۂ خاک
تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا

کوئی واں سے نہ آسکے یاں تک
آدمی واں نہ جا سکے یاں کا

میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا
وہی رونا تن و دل و جاں کا

گاہ جل کر کیا کیے شکوہ
سوزشِ داغ ہائے پنہاں کا

گاہ رو کر کہا کیے باہم
ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا

اس طرح کے وصال سے یا رب!
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

[مئی ؟[1] سنہ ۱۸۶۱ع]

[۴۲۹] ایضاً [۱۸]

یار[2] بھتیجے، گویا بھائی، مولانا علائی!
خدا کی دہائی - نہ میں ویسا ہوں گا جیسا 'نیر' سمجھا ہے اور

۱- عرشی صاحب نے دیوان اردو کے تعلیقات میں اس خط کو ۱۸۵۷ع کا مانا ہے - میرے خیال میں ۱۸۵۸ع کا ہے کیونکہ غدر کے فرو ہونے پر مسلمانوں کا قتل عام تھا—خط نمبر ۲۰ بنام علائی مورخہ ۱۲ مئی ۱۸۶۱ع میں تخلص کی بحث سے معلوم ہوتا ہے یہ خط مئی ۱۸۶۱ع سے پہلے یا بعد کا ہے - ممکن ہے قطعہ پہلے کا ہو اور خط میں فرمایش سے لکھا ہو - دیکھیے خط نمبر ۴۳۱-

۲- مجتبائی صفحہ ۳۴۲، مجیدی صفحہ ۳۰۹، مبارک علی صفحہ ۳۰۳، رام نرائن صفحہ ۳۹۵، سہیش صفحہ ۳۳۹، سہر صفحہ ۴۷-

تم مجھ کو لکھ چکے ہو ، یعنی خفقانی اور خیال تراش ۔ نہ ویسا ہوں گا جیسا میرزا علی حسین خاں بہادر سمجھے ہوں گے :

اے کاش کسے ، ہر انچہ ہستم ، داند

دوجانے میں میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریب شادی پر مدار ، یہ بھی شعبہ ہے انھیں ظنون کا جس سے تمھارے چچا کو گمان ہے مجھ پر جنون کا ۔ جاگیردار میں نہ تھا کہ ایک جاگیردار مجھ کو بلاتا ، گویتا میں نہ تھا کہ اپنا ساز و سامان لے کر چلا جاتا ؟ دوجانے جا کر شادی کھاؤں اور پھر اس فصل میں کہ دنیا کرۂ نار ہو ؟ لوہارو بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں ، اور پھر اس موسم میں کہ جاڑے کی گرمیِ بازار ہو ؟

کل استاد میر جان صاحب نے تمھارا خط مجھ کو دکھایا ہے ۔ میں نے اُن کو جانے نہ جانے میں متردد پایا ہے ۔ جائیں نہ جائیں، میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا ۔ غلام حسن[1] خاں اگر کسی وقت آ جائیں گے تو اُن کو تمھاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کروں گا ۔ حق سبحانہ تعالیٰ ان دونوں صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے ، یا مجھ کو طاقت یا تم کو انصاف کہ میرے نہ آنے کو دلی کی دل بستگی پر محمول نہ کرو ۔ مجھ کو رشک ہے جزیرہ[2] نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیس[3] فرخ آباد پر

۱۔ غلام حسن خاں مسرور کے دوسرے بیٹے، عارف کے سوتیلے بھائی ۔

۲۔ جزیرہ نشینوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنھیں ہنگامۂ ۱۸۵۷ء کے سلسلے میں انڈمان بھیجا گیا تھا ۔ ان میں غالب کے چند دوست بھی تھے ۔

۳۔ رئیس فرخ آباد تفضل حسین خاں جو غداری کے جرم میں گرفتار ہونے

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۶۰ پر)

خصوصاً کہ جہاز سے اُتر کر سر زمین عرب میں چھوڑ دیا ۔ اہا ہا ہا

بڑے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زیست میں مجھ کو نظر نہیں آتا ۔ "قاطع برہان" کا چھاپا تمام ہو گیا ۔ حق التصنیف کی ایک جلد میرے پاس[1] آ گئی ، وہ تمہارے عمِ نام‌دار کے نذر ہوئی ۔ باقی جلدیں جن کا میں خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے، جب تک قیمت نہ بھیج دوں ، کیونکر آئیں ۔ [2]روپیہ کی تدبیر میں ہوں ، اگر بہم پہنچ جائے تو بھیج دوں ۔ تمہارے پاس جو 'قاطع برہان' پہنچی ہے ، اگر چھاپے کی ہے تو صحیح ہے ۔ جہاں تردد ہو غلط نامۂ ملحقہ میں دیکھ لو ۔ زیادہ انکشاف منظور ہو ، مجھ سے پوچھ لو ۔ اگر قلمی ہے تو درجۂ اعتبار سے ساقط ہے ۔ اُس کو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مجھ کو مول لے لو اور اُس کو پھاڑ ڈالو ۔

آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارک ، بارہ پر تین بجے تمہارا خط آیا ۔ ادھر پڑھا ، اُدھر جواب لکھنے بیٹھا ۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی آئے ، تمہارا خط اُن کو دیا ، وہ پڑھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵۹)

اور ان کی خواہش کے مطابق حجاز میں اتار دیے گئے ۔ ۱۸۸۳ع میں مکہ معظمہ میں انتقال کیا ۔

۱- قدر بلگرامی کے نام ایک خط مورخہ ۵ مئی ۱۸۶۲ع سے معلوم ہوتا ہے کہ اپریل کے آخر میں کتاب چھپ گئی تھی ، مئی کے اوائل میں جلد بندھی ۔ ۲۴ مئی کو لکھا ہے کہ ایک جلد پریس سے لے کر جناب مفتی محمد عباس صاحب قبلہ کو دے دو ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخر مئی میں کتاب غالب کو پہنچی ہے ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۲ ۔

رہے ہیں - ہم لکھ رہے ہیں - ابر آیا ہوا ہے، ہوا سرد چل رہی ہے -

[۱۸۶۲ع[1]]

[۴۳۰] ایضاً (۱۹)

میاں[2]! تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو احیا[3] سے مرسوم و معمول ہیں - خیر، تمھارا حکم بجا لایا - غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے - جناب لفٹننٹ گورنر بہادر نے دربار کیا - میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف و عنایت میری ارزش و استحقاق سے زیادہ، بلکہ میری خواہش اور تصور سے سوا مبذول کی - اس ہجوم امراض جسمانی اور آلام روحانی کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہے - ہر دم دم نزع ہے - دل وہ غم سے خوں ریز ہو گیا ہے کہ کسی بات سے خوش نہیں ہو سکتا - مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہوں، اور نجات کا طالب ہوں - کئی دن سے کوئی تحریر دل پذیر تمھاری نظر نہیں آئی - نہ مجھے تم نے یاد کیا، نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا؟ اب اس خط کا جواب جلد لکھو - پہلے اپنے بچوں کا حال، پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمھارا قاعدہ ہے، منقح اور مفصل لکھو - فقط

نجات کا طالب غالب

[مارچ[4] ۱۸۶۳ع]

۱- ۱۹ جون ۱۸۶۲ع مطابق ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ - غالب نے "یوم الخمس" لکھا ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۳۴۳، مجیدی صفحہ ۳۱۰، مبارک علی صفحہ ۳۰۵، رام نرائن صفحہ ۳۹۹، مہیش صفحہ ۳۴۸، مہر صفحہ ۸۳ -

۳- احیا: جمع حی - زندہ لوگ -

۴- سر رابرٹ منٹگمری، گورنر پنجاب نے ۳ مارچ ۱۸۶۳ع کو دہلی میں دربار کیا تھا - غالب نے اس دربار سے خلعت پایا، دیکھیے خط بہ نام منشی نول کشور، ضمیمہ عود ہندی، طبع مجلس ترقی ادب، صفحہ ۳۹۵ -

[۴۳۱] ایضاً (۲۰)

میری[1] جان! تخلص تمھارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے۔"ہشمی" کو بہ تکلف[2] اس کا مصحف کیوں ٹھہراؤ؟ یہ میدان تو بہت فراخ ہے۔ خدا کی "خ" کو جیم فارسی سے بدل دو۔ نبی کو بتقدیمِ موحدہ علی النون لکھو، یہ وساوس دل سے دور کرو۔ "رہرو" ایک اچھا تخلص ہے۔ "رہڑو" اس کی تجنیس موجود ہے۔ "شیون" اچھا تخلص ہے، "ستون" اس کی تصحیف ہے۔

تمھارے واسطے بہ مناسبت اسم "عالی" تخلص خوب تھا، مگر اس تخلص کا ایک شاعر[3] بہت بڑا نامی گزر چکا ہے۔ ہاں، نامی، سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہیں۔ مولانا فائق کی پیروی کرو، مولانا لایق کہلاؤ۔اگر کہو گے کہ اس ترکیب سے نالائق پیدا ہوتا ہے، مولانا شائق بن جاؤ۔

ہنسی کی باتیں ہو چکیں، اب حقیقت واجبی سنو:

نسیمی، تخلصِ خماسی بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے۔ اگر

۱- مجتبائی صفحہ ۳۴۴، مجیدی صفحہ ۳۱۰، مبارک علی صفحہ ۳۰۵، رام نرائن صفحہ ۳۹۷، مہیش صفحہ ۳۲۴، مہر صفحہ ۵۸۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۱۳۔

۳- حکیم میرزا محمد، فرزند حکیم محمد فتح الدین شیرازی ۔ عالم گیری دربار سے نعمت خاں و مقرب خاں کا خطاب یافتہ معزز و معتبر امیر دبیر و مشیر بادشاہ تھے۔ ہندوستان کے مشہور فارسی نگاروں میں بلند مرتبہ ادیب و شاعر و مصنف۔ حسن و عشق، وقائع، مضحکات، رقعات، دیوان وغیرہ عام مطبوعہ کتابیں ہیں۔۱۱۲۱ھ حیدر آباد میں وفات پائی۔ ان کی اولاد بدایوں اور بلند شہر میں آباد ہے۔ صاحب جائداد و باوقار لوگ تھے۔ مرزا سودا ان کے نواسے بتائے جاتے ہیں۔

بدلنا ہی منظور ہے[1] تو ناسی ، سامی ، رہرو ، شیون ، یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں ۔ ان میں سے ایک تخلص قرار دو ۔ میرے نزدیک سب سے بہتر تمہارے واسطے خاص "فخری" تخلص بہتر[2] ہے ۔ کہو گے کہ آزاد پور کے باغ میں ایک آم کا نام فخری ہے ؟

حاصل کلام ، دو دن کے فکر میں جو تخلص میرے خیال میں آئے ، وہ آج لکھ بھیجتا ہوں ۔

بھائی ! دو بد تخلص نیا ہے ، اگر یہ پسند آئے تو یہ رکھو ! والدعا

صبح یک شنبہ ، ۱۲[3] مئی سنہ ۱۸۶۱ع

نجات کا طالب غالب

[۳۳۲] ایضاً (۲۱)

صاحب[4] ! بہت دن سے تمہارا خط نہیں آیا ۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے ، مقدمہ اس نے جیت لیا ۔ چنانچہ اُس کی تحریر سے تم کو معلوم ہوا ہوگا ۔ سنتا ہوں کہ حمزہ[5] خاں کو ان دنوں 'علت مشائخ' کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں :

۱- مہر صاحب "منظور ہو" لکھتے ہیں ۔
۲- اردوے معلیٰ طبع اول میں 'بہتر' کا استعمال فقرے میں دو مرتبہ ہوا ہے ۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے حاشیہ[6] خطوط غالب طبع اول میں دوسرے "بہتر" کو زائد قرار دیا ہے ۔
۳- مطابق یکم ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ ۔
۴- مجتبائی صفحہ ۳۴۴ ، مجیدی صفحہ ۳۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۶ ، رام نرائن صفحہ ۳۹۸ ، مہیش صفحہ ۳۷۱ ، مہر صفحہ ۱۰۳ ۔
۵- حمزہ خاں : نواب امین الدین خاں کے یہاں بچوں کو پڑھاتے تھے۔ غالب اور ان میں بہت زیادہ بے تکفی بلکہ کھلی گفتگو بھی ہوتی تھی ۔

کسانیکہ یزدان پرستی کنند
بہ آوازِ دولاب مستی کنند
خدا[1] مبارک کرے۔

[؟ ۱۸٦۲ع]

[۴۳۳] ایضاً (۲۲)

صبح[2] یکشنبہ، یکم مارچ سنہ ۱۸٦۲ع

صاحب! پرسوں تمھارا خط آیا۔ کل جمعہ کے دن نواب کا مسہل تھا، ۱۱ بجے وہاں سے آیا۔ چونکہ حبوب میں مکرب دوائیں تھیں، بہت بے چین رہے۔ آٹھ دس دست آئے، آخر روز مزاج بحال ہو گیا۔ تنقیہ اچھا ہوا، اب بفضل الٰہی اچھے ہیں اور یقین ہے کہ مرض عود نہ کرے۔ دلی کی اقامت کی مدت اپنے والد کی رائے پر رہنے دو، بہ قدر مناسب وقت عزم خیرخواہانہ کچھ کہوں گا، ضرور، نہ بابرام۔

میں تم سے زیادہ ان کا مزاج داں ہوں۔ یہ خود پسند اور معہذا سپارش کا دشمن ہے۔ مغل بچوں[3] کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑ دو۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۴۔ بعض نسخوں میں اس جملے کے بعد "غالب" بھی لکھا ہے جو بنیادی مآخذ کے خلاف ہے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۴۵، مجیدی صفحہ ۳۱۱، مبارک علی صفحہ ۳۰٦، رام نرائن صفحہ ۳۹۸، مہیش صفحہ ۳۳۷، مہر صفحہ ۷۰۔

۳- قربان علی بیگ سالک اور شمشاد علی بیگ رضوان ان دنوں بیکار ہیں۔ غالب چاہتے تھے کہ نواب لوہارو مصاحبین میں نوکر رکھ لیں۔ امین الدین خاں ایک بھائی کو تو رکھنے پر تیار تھے لیکن دوسرے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ علائی دونوں کے طرف‌دار تھے۔ غالب علائی کو معاملات سمجھا رہے ہیں—نیز دیکھیے خط نمبر ۴۳۴، ۴۴۳ مہیش "سغلچوں"۔ اردوے معلیٰ طبع مبارک علی "مغلچیوں"۔

میں دخل نہ کروں گا ، ہاں اگر خود مجھ سے پوچھیں گے یا میرے سامنے ذکر آ جائے گا تو میں اچھی طرح کہوں گا : مصرع

بریدہ باد زبانے کہ نا سزا گوید

برا نہ ماننا ، اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک رفیق ہو گیا یوں تمام عمر بہ خوشی گزر جائے ، لیکن تم کے برس ، کے مہینے ، کے ہفتے کا اگریمنٹ[۱] لکھتے ہو ؟

غالب

[۴۳۴] ایضاً (۲۳)

مرزا علائی[۲] ! پہلے استاد میر جان صاحب کے قہر و غضب سے مجھ کو بچاؤ تاکہ میرے حواس جو منتشر ہو گئے ہیں ، جمع ہو جائیں ۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا ۔ جھگڑا ان کی طرف سے ہے ، تم اُس کو یوں چکاؤ ، یعنی اگر اُن کو صرف آشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست ہیں ، شفیق ہیں ، میرا سلام قبول فرمائیں ۔ اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی ہیں مگر عمر میں چھوٹے ، میری دعا قبول فرمائیں ۔

صاحبین کی رائے کا اختلاف[۳] مشہور ہے ۔ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ[۴] ہر ایک قول جدا جدا لکھوں ۔ آج نہ لکھا نہ سہی ،

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول و مہیش میں گریمنٹ (معاہدہ) ۔ غالب کے یہاں اس لفظ کا استعمال بتاتا ہے کہ انگریزی کا دباؤ اردو پر اچھا خاصا ہو گیا تھا ۔ یکم مارچ ۱۸۶۲ع مطابق ۹ ۲ شعبان ۱۲۷۸ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۴۵ ، مجیدی صفحہ ۳۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۶ ، رام نرائن صفحہ ۳۹۹ ، مہیش صفحہ ۳۳۲ ، مہر صفحہ ۹۶ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۱۵ ۔

۴۔ نسخۂ مبارک علی میں ''یہ کہ'' ندارد ۔

دو چار دن کے بعد لکھوں گا۔ تم سمجھ تو گئے ہو گے کہ صاحبین¹
مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہیں۔ بھائی صاحب کی
رضا جوئی مجھ کو منظور اور یہ غزل معروف ہے:
میری طرف سے سلام کہو۔

از² من غزلے گیر و بہ فرمائے کہ مطرب
در نے دمد از روئے نوازش دو سہ دم را

غزل

جز دفعِ غم ز بادہ نبود است کامِ ما
گوئی چراغِ روز سیاہست جامِ ما

در خلوتش گذر نبود باد را مگر
صرصر بہ خاکِ راہ رساند پیامِ ما

اے بادِ صبح عطرے ازاں پیرہن بیار
تسکیں ز بوئے گل نہ پذیرد مشامِ ما

ہر بار دانہ بہر ہما افگنیم و مور
آید بدام و دانہ رباید ز دامِ ما

گفتی، چو حالِ دل شنود مہرباں شود
مشکل کہ پیشِ دوست تواں برد نامِ ما

۱- صاحبین: فقہاء کی اصطلاح میں امام ابویوسف اور امام محمد کے لیے مستعمل ہے۔ غالب نے سالک و رضوان مراد لیے ہیں۔ غدر کے بعد یہ دونوں بے روزگار تھے، غالب نے کوشش کی تھی، لیکن بھائی آپس میں ہم خیال نہ تھے اور نواب امین الدین خاں آف لوہارو تنخواہ کے بارے میں ان کی منہ مانگی شرطیں پوری کرنے پر آمادہ نہ تھے۔

۲- یہ شعر اور غزل، کلیات غالب طبع نول کشور میں موجود نہیں۔ کلیات طبع مجلس ترقی ادب لاہور میں شریک اشاعت ہے۔

از ما بما پیام و ہم از ما بما سلام
ریخ دلی مباد پیام و سلامِ ما

مقصود ما ز دہر ، ہر آئینہ نیستی ست
یا رب ! کہ ہیچ دوست مبادا بہ کامِ ما

غالب بہ قول حضرت حافظ ز فیضِ عشق
"ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما"

[جنوری[1] سنہ ۱۸٦۲ع ؟]

[۴۳۵] ایضاً (۲۴)

میاں[2] ! چلتے وقت تمھارے چچا نے غلیل کی فرمائش کی تھی - رام پور پہنچ کر وہ بے سعی و تلاش ہاتھ آ گئی، بنوا رکھی - لڑکوں نے ، ملازموں نے ، سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب ضیاء الدین خاں کے واسطے ہے - اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی - بھائی ! کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی ، کہیں بہم نہ پہنچی - دس روپیہ تک مول کو نہ ملی - نواب صاحب سے مانگی[3] ، توشہ خانہ میں بھی نہ تھی - ایک امیر کے ہاں پتا لگا ، دوڑا ہوا گیا ، کھپچی موجود پائی -

---

۱- سالک و رضوان کے معاملاتِ ملازمت اور لوہارو میں مصاحبت کی کوشش کا یہی دور ہے - دیکھیے خط مورخہ یکم فروری ۱۸٦۲ع و یکم و سات مارچ ۱۸٦۲ع - خط کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر مکتوب ان دونوں سے پہلے کا ہے - مہیش و مہر صاحب نے تاریخ معین نہیں کی ہے - (نیز دیکھیے مقدمہ کلیات سالک ، صفحہ ۱۴ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور) -

۲- مجتبائی صفحہ ۳۴٦ ، مجیدی صفحہ ۳۱۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۷ ، رام نرائن صفحہ ۴۰۰ ، مہیش صفحہ ۳٦۹ ، مہر صفحہ ۱۰۱ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۱٦ -

ایکن کیا کھپچی ؟ جیسے نجف خاں[1] کے عہد کے تورانیوں میں بہاری، تمھاری بڑی ـ بنوانے کی فرصت کہاں ؟ آج لی کل چل دیا ـ اس بانس کی قدر کرتا اور اس کو اچھی طرح بنوا لیتا ـ بادشاہ فرخ سیر اور اس کے اخوان خوش و خرم ہیں ـ فرخ سیر کی ماں نے باجرے کا حلوا[2] سوہن کھلایا ـ

نجات کا طالب غالب

شنبہ ۲۵ شعبان [۱۲۸۲ھ[3]] ۱۳ جنوری [۱۸٦٦ع]

[۴۳٦] ایضاً (۲۵)

جان غالب[4] ! دو خط متواتر تمھارے پہنچے ـ مغربی[5] عرفا میں سے ہے ـ بیشتر اس کے کلام میں مضامین حقیقت آ گین ہیں ، لیکن 'داماں گلہ دارد' و 'گریباں گلہ دارد' اس زمین میں میں نے اس کی غزل نہیں دیکھی ـ حاجی[6] محمد جان قدسی کی غزل اس زمین

۱ـ نجف خاں ایرانی تھے اس لیے دربار دہلی کی تورانی پارٹی کم زور ہوگئی تھی اور انھیں سیاسی عروج کے بعد زوال دیکھنا پڑا تھا ـ اردوے معلیٰ طبع اول میں''عہد میں'' صحت نامہ :''عہد کے''۔

۲ـ مہیش کے علاوہ دوسرے ماخذ میں ''حلوا سوہان'' درج ہے ـ بعض ثقہ تہرانی حضرات سے معلوم ہوا کہ ''سوہن''ایران کی عمدہ مٹھائی ہے ـ پاکستان میں بھی مشہور ہے ـ

۳ـ اردوے معلیٰ طبع اول میں سنہ موجود نہیں ہیں ـ

۴ـ مجتبائی صفحہ ۳۴۷ ، مجیدی صفحہ ۳۱۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۰ ، مہیش صفحہ ۳۴۰ ، مہر صفحہ ۷۵ ـ

۵ـ مغربی : مغربی تبریزی متوفّی ۸۰۹ھ مشہور عارف ہیں ـ ان کا ایک بہت عمدہ دیوان مختصر خطی ۱۸۱ ؛ھ میرے کتب خانے میں بھی موجود ہے ـ

٦ـ خان ـ زمان حاجی محمد جان قدسی، ۱۰۴۱ھ یا ۱۰۴۸ھ میں ہندوستان

(باقی حاشیہ صفحہ ۷٦۹ پر)

میں ہے:

در بزم وصال تو بہنگام تماشا
نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد

یہ ایک شعر اس کا مجھے یاد ہے۔ بھائی! تمھارا باپ بدگمان ہے، یعنی مجھ کو زندہ سمجھتا ہے۔ میرا سلام کہو اور یہ شعر میرا پڑھ سناؤ:

گمان زیست بود بر مُنت ز بے دردی
بدست مرگ ولے بد تر از گمان تو نیست

مجھے کافور و کفن کی فکر پڑ رہی ہے، وہ ستم گر شعر و سخن کا طالب ہے۔ زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا۔ مجھ پر سے یہ تکلیف اُٹھوا لو اور تم اس زمین میں چند شعر کہہ[1] کر بھیج دو، میں اصلاح دے کر بھیج دوں گا۔ عصائے پیر بجائے پیر، واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی، کچھ میرے پاس نہیں ہے۔ آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا، اب جو کچھ یاد آ گیا، وہ لکھتا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷٦۸)

آیا، شاہ جہاں کے عہد میں بڑا معزز شاعر قرار دیا گیا۔ بادشاہ نے ایک دفعہ سونے میں تلوایا تھا۔ ۱۰۵٦ھ میں لاہور میں فوت ہوا اور ہڈیاں مشہد مقدس میں دفن ہوئیں۔ آتش کدہ آذر، طبع بمبئی صفحہ ۸۳۔ تصویر کے لیے دیکھیے مجلۂ ہلال اوت ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۷۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب کہتے ہیں کہ یہ شعر دیوان قدسی میں موجود نہیں ہے۔ لیکن غالب نے یہ غزل دیکھی ہے اور اس کی تعریف بھی کی ہے۔ ممکن ہے کسی نسخے میں موجود ہو۔ بیدل و نظیری وغیرہ نے بھی اس قافیے میں غزلیں لکھی ہیں۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع مبارک علی و مہر: ''شعر لکھ کر'' اردوے معلیٰ طبع اول و نقوش: ''شعر کہہ کر''۔

غزل

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست ؟
در امرِ خاص حجتِ دستورِ عام چیست ؟
مستم[1] ز خونِ دل کہ دو چشمم ازاں پُر است
گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست ؟
با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام
داند کہ حور و کوثر و دارالسلام چیست ؟
ما خستۂ غمیم و بود مے دوائے ما
باخستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست ؟
از کاسۂ کرام نصیب ست خاک را
تا از فلک نصیبۂ کاسِ کرام چیست ؟
غالب اگر نہ خرقۂ و مصحف بہم فروخت
پرسد چرا کہ نرخِ مئے لعل فام چیست[2] ؟

[۷ شعر نہ یاد آئے ، ۲ یاد آ گئے - خیر ، گانے کو یہ بھی کافی و مکتفی[3] ہیں :

دل برد و حق آنست کہ دلبر نتواں گفت
بیداد تواں دید و ستمگر نتواں گفت
در رزمگہش ناچخ و خنجر نتواں برد
در بزمگہش بادہ و ساغر نتواں گفت

۱- اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱۷ -
۲- یہ خط اردوے معلی اور خطوط غالب مرتبۂ سہیش و مہر میں یہیں پر ختم ہو گیا ہے - 'نقوش' مکاتیب نمبر میں یہ خط مکمل چھپ گیا ہے جسے ہم کہنی دار خطوں میں چھاپ رہے ہیں غزل میں دس شعر ہیں - دیکھیے کلیات جلد ۳ صفحہ ۱۰۲ -
۳- غالب کی نادر تحریریں : صفحہ ۹۲ ''متکفی'' غلط ہے -

رخشندگیِ ساعد و گردن نتوان جست
زیبندگیِ یاره و پرگر نتوان گفت

پیوستہ دہد بادہ و ساقی نتوان خواند
ہموارہ تراشد بت و آذر نتوان گفت

در گرم روی سایہ و سرچشمہ نہ جوئیم
با ما سخن از طوبیٰ و کوثر نتوان گفت

ہنگامہ سر آمد ، چہ زنی دم ز تظلم
گر خود ستمی رفت بہ محشر نتوان گفت

آن راز کہ در سینہ نہاں ست ، نہ وعظ ست
بر دار تواں گفت ، بہ منبر نتوان گفت

کارے عجب افتاد بدیں شیفتہ ما را
مومن نہ بود غالب و کافر نتوان گفت

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

موت کا ایک دن معیّن ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی ؟

داغِ دل گر نظر نہیں آتا
بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی ؟

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب ؟
شرم تم کو مگر نہیں آتی ؟

——— وله ———

نکتہ چیں ہے غمِ دل ، اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات ، جہاں بات بنائے نہ بنے
میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر ، اے جذبۂ دل
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
اس نزاکت کا برا ہو ، وہ بھلے ہیں تو کیا ؟
ہات آئیں ، تو انھیں ہات لگائے نہ بنے
بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے ؟ تو چھپائے نہ بنے
عشق پر زور نہیں ، ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے]

[۴۳۷] ایضاً (۲۶)

لو صاحب[۲] ! وہ مرزا رجب بیگ مرے ، اُن کی تعزیت آپ نے

لفافے پر ہے :
۱- لوہارو - صبح روز آدینہ ۱۸ (؟ ۲۸) جولائی (۱۸۶۵ع) بیرنگ
بہ مطالعۂ مباہجۂ برخوردار ، سعادت و اقبال نشان ، مرزا علاء الدین خاں بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ ــــ مفتوح باد ۔''
۲- مجتبائی صفحہ ۱۷ ، مجیدی صفحہ ۳۱۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۱ ، مہیش صفحہ ۳۶۲ ، مہر صفحہ ۹۱۶ -

نہ کی ۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے ۔ کل[1] ان کی چھٹی ہو گئی ، آپ شریک نہ ہوئے : ع

اے وائے ز محرومی دیدار دگر ہیچ

میاں ! خدا جانے کس طرح یہ چار سطریں تجھ کو لکھی ہیں ۔ شہاب الدین خاں کی بیماری نے میری زیست کا مزا کھو دیا ۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے عوض میں مر جاؤں ، اللہ اس کو جیتا رکھے ، اس کا داغ مجھ کو نہ دکھائے ۔ یا رب ! اس کو صحت [دے[2]] یا رب ! اس کی عمر بڑھا دے ۔ تین بچے، ایک اب پیدا ہونے والا ہے ۔ یا رب ! اس کو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ ۔

نجات کا طالب غالب

[٦ جنوری[3] ١٨٦٥ع]

[٣٣٨] ایضاً (٢٧)

مولانا نسیمی[4] !

کیوں خفا ہوتے ہو ؟ ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہیں ۔ اگر نیّر خلیفۂ[5] اول ہے ، تم خلیفہ ثانی ۔ اس کو عمر میں تم پر تقدمِ زمانی ہے ۔ جانشین دونوں مگر ایک اول ہے اور ایک ثانی ہے ۔

١۔ یعنی آج ۷ شعبان ١٢٨١ھ ہے ۔

٢۔ اردوے معلیٰ میں 'صحت' کے بعد 'دے' ندارد ۔ مبارک علی میں "اس کو صحت . . . . والا ہے یا رب" ندارد ۔

٣۔ ۷ شعبان ١٢٨١ھ مطابق ٦ جنوری ١٨٦٥ع ۔

٤۔ مجتبائی صفحہ ٣٣٨ ، مجیدی صفحہ ٣٩٤ ، مبارک علی صفحہ ٣٠٩ ، رام نرائن صفحہ ٢٠٤ ، مہیش صفحہ ٣٢٣ ، مہر صفحہ ٥٨ ۔

٥۔ نواب ضیاء الدین خاں ، نیّر رخشاں مولود اکتوبر ١٨٢١ع کو

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۷٤ پر)

شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے، طریق صید افگنی[1] سکھاتا ہے، جب وہ جوان ہو جاتے ہیں، آپ شکار کر کھاتے ہیں۔ تم سخن ور ہوگئے، حسنِ طبع خداداد رکھتے ہو۔ ولادتِ فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو؟ اسمِ تاریخی کیوں نہ نکال لو کہ مجھ پیرِ غم زدہ دل کو تکلیف دو؟ علاؤ الدین[2] خاں! تیری جان کی قسم! میں نے پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا۔ مجھ کو اس وہم نے گھیرا ہے کہ میری نحوستِ طالع کی تاثیر تھی، میرا ممدوح جیتا نہیں۔

نصیر الدین حیدر[3] اور امجد علی شاہ ایک ایک قصیدے میں چل دیے۔ واجد علی شاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے، پھر نہ سنبھل سکے۔ جس کی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے، وہ عدم سے بھی پرے پہنچا۔ نہ صاحب! دہائی خدا کی، میں نہ تاریخِ ولادت کہوں گا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷۳)

شاید بہت پہلے سندِ جانشینی دے چکے تھے۔ اس کے بعد علاء الدین خاں (مولود ۲۵ اپریل ۱۸۳۳ع) کو خلیفہ بنایا۔ یہ سند مہرصاحب کی کتاب 'غالب' طبع اول میں عکسی طور پر محفوظ ہے اور مئی ۱۸۶۳ع کو فارسی میں لکھی گئی ہے۔ دوسری اردو تحریر ۲۱ جون ۱۸۶۸ع کی 'غالب نامہ' طبع دوم میں موجود ہے۔ (نیز دیکھیے 'ماہ نو'، کراچی فروری ۱۹۶۰ع، جانشینی غالب کا مسئلہ)۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول: "صد افگنی"۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۸۴۔ اس سلسلے میں دیکھیے قطعہ' تاریخ وفات کلیات جلد اول صفحہ ۲۳۴، نیز خط نمبر ۳۵۷۔

۳۔ نصیرالدین حیدر: شاہ اودھ متوفیٰ ۱۸۳۷ع، امجد علی شاہ متوفیٰ ۱۸۴۷ع، واجد علی شاہ متوفیٰ ۱۸۸۷ع۔ مدحیہ قصائد کے لیے دیکھیے کلیات طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد دوم۔

نہ نامِ تاریخی ڈھونڈوں گا - حق تعالیٰ تم کو اور تمھاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر [و] دولت و اقبال عطا کرے -

سنو صاحب ! حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے کہ وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں - جانتے ہیں کہ جوان ہے لیکن بچہ سمجھتے ہیں - یہ حال تمھاری قوم کا ہے - قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اس کی عزت اور نام آوری جمہور کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو ، مگر جب تک اس سے قطع نظر نہ کرو اور اس مسخرے کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تم کو چین نہ آئے گا - پچاس برس سے دلی میں رہتا ہوں ، ہزارہا خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں - بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ نہیں لکھتے، بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلۂ سابق کا نام لکھ دیتے ہیں - حکام کے خطوط فارسی اور انگریزی یہاں تک کہ ولایت کے آئے ہوئے ، صرف شہر کا نام اور میرا نام - یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو تم دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا ؟ اگر میں تمھارے نزدیک امیر نہیں ، نہ سہی ، اہلِ حرفہ میں سے بھی نہیں ہوں کہ جب تک محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ، ہرکارہ میرا پتہ نہ پائے - آپ صرف دہلی لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجے، خط کے پہنچنے کا میں ضامن -

غالب

پنجشنبہ ، ۴ ماہ اپریل [۱۸۶۱ع[۲]]

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱۹ -

۲- پنج شنبہ ، ۴ اپریل اردوے معلیٰ طبع اول میں ہے اور تقویم میں یہ دن تاریخ ۱۸۶۱ع اور ۱۸۶۷ع کے مطابق ہے - چونکہ پہلی سند جانشینی ۱۸۶۱ع اور دوسری ۱۸۶۷ع میں لکھی ہے ، اس لیے میرے نزدیک ۱۸۶۱ع ہی کا خط ہے - ''نسیمی''

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۷۶ پر)

[۴۳۹] ایضاً (۲۸)

میری جان[1] ! ناسازیِ روزگار و بے ربطیِ اطوار و بہ طریق داغ بالائے داغ آرزوئے دیدار وہ دو آتش شرارہ بار اور یہ ایک دریائے نا پیدا کنار ، و قنا ربنا عذاب النار ۔ خدا نے بھائی ضیاءالدین خاں کے بڑھاپے پہ اور میری بے کسی پر رحم فرمایا ۔ میرا شہاب الدین خاں بچ گیا ۔ امراض مختلفہ میں گھر گیا تھا ۔ بواسیر خونی ، زحیر، تپ ، صداع ، بارے اب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے ۔ ضعف جاتے ہی جائے گا ، آگے کون سے قوی تھے کہ اب اُن کو ضعیف کہا جائے ۔

ایک بڈھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا ، کہنے لگا "ہائے بڑھاپا" ادھر اُدھر دیکھا ۔ جب جانا کہ کوئی نہیں ہے ، کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے، و السلام ۔

غالبِ مستہام

[جنوری[2] ۱۸٦۵ع]

[۴۴۰] ایضاً (۲۹)

سو صاحب[3] ! پرسوں تمھارا خط آیا اور کل دوپہر کو اُستاد میر جان آئے ۔ جب اُن سے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ میں مدت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷۵)

تخلص بھی انھی دنوں لکھا جاتا رہا ہے ۔ اصل توقیع معلوم نہیں کہاں ہے ، لیکن خط نمبر ۴۴۵ اکتوبر ۱۸٦۱ع میں اس کا ذکر پھر آیا ہے—۴اپریل ۱۸٦۱ع مطابق ۲۲ رمضان ۱۲۷۷ھ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۴۹ ، مجیدی صفحہ ۳۱۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۰ ، رام نرائن صفحہ ۴۰۳ ، مہیش صفحہ ۳٦۲ ، مہر صفحہ ۹٦ ۔

۲۔ تاریخ مہیش صاحب نے لکھی ہے ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۳۴۹ ، مجیدی صفحہ ۳۱۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۰ ، رام نرائن صفحہ ۴۰۳ ، مہیش صفحہ ۳۴۱ ، مہر صفحہ ۷٦ ۔

سے آمادۂ سفرِ لوہارو بیٹھا ہوں ۔ حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت میں نے اپنی گٹھری بھیجی تھی ، وہ پھری آئی ، اس مراد سے کہ گاڑی میں جگہ نہ گٹھری کی نہ سواری کی ، ناچار چپ ہو رہا ۔ اب وہ گٹھری ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے ۔ جب میاں خاں اور وزیر خاں روانہ[1] ہوں گے اور منشی امداد حسین مجھ کو اطلاع دیں گے، تو میں فوراً چل دوں گا ، پا بہ رکاب ہوں ۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے ، کل اُنھوں نے چوتھے دن کھانا کھایا تھا ۔ ہیضہ ہو گیا تھا ۔ قے متواتر ، دست پے بہ پے ، غرض بچ گئے ۔ کہتے تھے کہ آج جولائی کی ۱۷ تاریخ ہے ، ۱۳ دن یہ اور پانچ دن اگست کے اور نہیں جا سکتا ۔ تنخواہ لے کر بانٹ بونٹ کر، ایک دن نہ ٹھہروں گا ، لوہارو کی راہ لوں گا ۔ مرزا شمشاد علی بیگ سے تمھارا پیام کہا گیا ، کیا بعید ہے جو غلام حسن خاں کے ہم سفر ہو جائیں ۔ بھائی کی طرف سے منشی امداد حسین خاں کو لکھوا بھیجو کہ میاں خاں[2] وغیرہ کے ساتھ اُستاد کو ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خاں کو بحوالہ میری تحریر کے عیادت اور اوائل اگست میں روانگی کی تاکید لکھ بھیجو ۔

در بزمِ وصالِ تو بہنگامِ تماشا
نظارہ ز جنبیدنِ مژگاں گلہ دارد

یہ زمین[3] قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ میں آ گئی ہے ، میں اس میں کیوں کر تخم ریزی کروں ؟ اور اگر بےحیائی سے کچھ ہاتھ پانو

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۰۴ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ''میاں جان'' تصحیح از آغاز خط و مہیش ۔

۳- دیکھیے خط سابق نمبر ۴۳۶ و ۴۶۶۔

بلاؤں ، تو اس شعر کا جواب کہاں سے لاؤں :

ہرگز نہ تواں گفت دریں قافیہ اشعار
بیجاست برادر اگر از من گلہ دارد

التوائے[1] شربِ شراب ۲۲ جون ، شروع شراب ۱۰ جولائی
مصرع : المنۃ للہ کہ درِ میکدہ باز ست

[۱۸ جولائی[2] ۱۸۶۲ع]

[۳۳۱] ایضاً (۳۰)

شنبہ[3] ۹ جولائی سنہ ۱۸۶۴ع

علائی مولائی ! غالب کو اپنا دعا گو اور خیر خواہ تصور کریں ۔ مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ قالبِ نظم میں لائیں اور نہ اور کو اس امرِ منکر کی تکلیف دیں ۔ بھائی ! سمجھو یزید پر لعن منجملۂ عبادت سہی ، لیکن تقریباً کہہ دیتے ہیں کہ[4] 'بر یذید لعنت' کسی مومن نے اس کی ہجو میں قصیدہ نہیں لکھا ۔ اِبداعِ مادہ ہائے تاریخ تمھارے حسنات میں لکھا گیا ۔ مثاب تم ہو چکے اجر پاؤ گے ۔ انشاء اللہ ، اب اپنے کو بد نام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر ، اور اگر

۱۔ اس سلسلے میں انتہائی دلچسپ خط وہ ہے جو علائی کے نام ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ع کو لکھا ہے ۔ دیکھیے مکتوب نمبر ۳۶۳ ۔ کلیات غالب طبع مجلس جلد اول ، صفحہ ۴۹۵ پر ایک دل چسپ قطعہ تاریخ ہے جس کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ آخری توبہ ۱۷ نومبر ۱۸۶۸ع یکم شعبان ۱۲۸۵ھ کو کی ہے ۔

۲۔ مہیش پرشاد ۔ یہ تاریخ مطابق ہے ۱۹ محرم ۱۲۷۹ھ کے ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۳۵۰ ، مجیدی صفحہ ۳۱۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۱ ، رام نرائن صفحہ ۴۰۴ ، مہیش صفحہ ۳۵۹ ، مہر صفحہ ۹۳ ۔ مہیش پرشاد نے ۹ جولائی لکھا ہے اور یہی مطابق تقویم ہے لیکن اردوے معلیٰ طبع اول میں ۱۰ جولائی ہے ۔ ۹ جولائی ۶۴ع مطابق ۳ صفر ۱۲۸۱ھ ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲۱ ۔

ظاہر ہو تو محکم نہ کرو ۔

علی بخش[1] خاں مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا ۔ میں سنہ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوا ہوں ۔ اب کے رجب کے مہینے سے انہتروان برس شروع ہوا ہے ۔ اُس نے ۶۶ برس کی عمر پائی ۔ نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا ۔ اکبر آباد میں میور[2] صاحب سے ملے ، اثنائے مکالمت میں کہنے لگے کہ میں چچا جان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک[3] صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہیں ، اُس میں شامل رہا ہوں ۔ بے ادبی ہوتی ہے ، ورنہ اگر قبا و پیرہن اتار کر دکھلاؤں تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے ، جا بجا تلوار اور برچھی کے زخم ہیں ۔ وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی ، اُن کو دیکھ دیکھ کر

۱۔ علی بخش خاں فرزند نواب الٰہی بخش خاں معروف ۔ مولود ، بقول غالب ۱۲۱۶ھ متوفیٰ ۳۰ دسمبر ۱۸۶۳ع مطابق رجب ۱۲۸۰ھ (دیکھیے خط نمبر ۳۵۰) لیکن اس حساب سے عمر ۶۴ سال ہوتی ہے نہ کہ چھیاسٹھ سال ۔ علی بخش خاں برادر نسبتی اور بھانج داماد ہونے کے علاوہ شاگرد بھی تھے ۔ انھوں نے "پنج آہنگ" ترتیب دی تھی ۔

۲۔ سرولیم میور ، یو پی (ہندوستان) کا مشہور گورنر تھا ، ۱۸۳۷ع میں سول سروس میں آیا ۔

۳۔ لارڈ لیک سے اور نواب احمد بخش خاں (عم علی بخش خاں) سے بہت گہرے تعلقات تھے ۔ یہ ۱۷۴۴ع میں پیدا ہوئے ، ۱۷۵۸ع میں پیدل فوج میں بھرتی ہوئے ، ۱۸۰۲ع میں جنرل اور پھر ۱۸۰۵ع تک ہندوستانی افواج کے کمانڈر انچیف اور کونسل کے ممبر رہے ۔ شاہ عالم نے مرہٹوں سے دہلی چھیننے پر "صمصام الدولہ ، اشجع الملک ، خان دوران ، خاں بہادر ، فتح جنگ" خطاب دیا ۔ لیک نے انگلستان جا کر ۲۰ فروری ۱۸۱۷ع کو انتقال کیا (حواشی مکاتیب غالب ، صفحہ ۱۲۳ ، طبع اول ، ۱۹۳۹ع) ۔

کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرنیل صاحب کے وقت میں چار یا پانچ برس کے ہوگے ؟ یہ سن کر آپ نے کہا کہ درست ، بجا ارشاد ہوتا ہے ۔

خدایش بیامرزاد و بدیں دروغہائے بے نمک مگیراد

غالب

[۳۴۲] ایضاً (۳۱)

یکشنبہ[1] ، ۹ فروری سنہ ۱۸۶۲ع

صاحب ! صبح جمعہ کو میں نے تم کو خط لکھا ، اُسی وقت بھیج دیا ۔ پھر دن چڑھے سنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا ۔ گیا[2] ، آیا ، خود اُن سے حال پوچھا ۔ علی محمد بیگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ بہ نسبت دورہ ہائے سابق خفیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا ۔

کل ، مرزا شمشاد علی بیگ ناقل تھے کہ مجھ سے علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہارو چلو گے[3] ؟ اور ہماری دال روٹی قبول کروگے ؟ میں نے کہا کہ میں دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے ۔ غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے یہ معلوم

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۵۱ ، مجیدی صفحہ ۳۱۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۱ ، رام نرائن صفحہ ۴۰۶ ، مہیش صفحہ ۳۳۳ ، مہر صفحہ ۶۸ — تاریخ انگریزی مطابق ۹ رجب ۱۲۷۸ھ ۔

۲۔ عبدالستار صاحب فرماتے ہیں صرف ”گیا“ صحیح ہے ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲۲ ۔

۴۔ اردوے معلیٰ ”تنہاے ہواے شمشاد“ مطلب یہ ہے کہ نواب امین الدین خاں صرف شمشاد علی بیگ کو نوکر رکھنا چاہتے ہیں ، قربان علی بیگ سالک کو نہیں ۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے حاشیۂ خطوط غالب میں اس نکتے کی طرف توجہ نہ فرمائی اس لیے مطلب واضح نہیں ہوا ۔

ہو کہ سالک سے سلوک منظور نہیں ۔ تنہا[۲] ہوائے شمشاد در سر است ۔

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی ، تو حافظا مخروش

غالب

[۳۴۳] ایضاً (۳۲)

صاحب[۱] ! میں از کار رفتہ و درماندہ ہوں ۔ آج تمھارے خط کا جواب لکھتا ہوں ۔ لفظ 'خسر' کے باب میں اتنی توضیح کیا ضرور تھی ۔ میرا علم لغاتِ عربیہ کا محیط نہیں ہے ، اور یہ بہ طریق حق الیقین جانتا ہوں کہ 'خسر' لغتِ فارسی نہیں ، سسرے کی تفریس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجب ہے ۔ تم سے اس کی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل نہ ہو ۔ وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں ، لغت ہندی[۲] ہے مفرّس اور یہی تھا میرا عقیدہ ۔

علی حسین خان آئے ، دو تین بار مجھ سے مل گئے ، اب نہ وہ آ سکتے ہیں ، نہ میں جا سکتا ہوں ۔ نصیبِ دشمناں ، وہ لنگڑے ، میں لولا ، اُن کے پانو کا حال مفصل تم کو معلوم ہو گا ۔ جونکیں لگیں کیا ہوا ؟ کہاں تک نوبت پہنچی ؟

میری حقیقت سنو ! مہینہ بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا ، بائیں پانو میں ورم کفِ پا سے پشتِ پا کو گھیرتا ہوا پنڈلی تک آماس ۔ کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی رگیں پھٹنے لگتی ہیں ۔ خیر ، نہ اُٹھا ، روٹی کھانے محل سرا نہ گیا ، کھانا یہیں منگا لیا ۔ پیشاب کو کیوں کر نہ اُٹھوں ۔ حاجتی رکھ لی ، بغیر اوکڑو بیٹھے بات نہیں بنتی ، پاخانہ

۱- مجتبائی صفحہ ۳۵۱ ، مجیدی صفحہ ۳۱۷ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۶ ، مہیش صفحہ ۳۵۳ ، مہر صفحہ ۸۷ ۔

۲- دیکھیے خط نمبر ۳۲۷ ۔

کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاؤں، مگر[1] جاؤں تو سہی۔ یہ سب موقع خیال میں لا کر سوچ لو کہ کیا گذرتی ہوگی؟ آغاز فتق مزید علیہ یا مستزاد : ع

پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں : ع

اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

مرگ اب ناگہانی کہاں رہی، اسباب و آثار سب فراہم ہیں۔ ہائے الٰہی بخش خاں مغفور کا کیا مصرع ہے :

آہ جی جاؤں، نکل جائے اگر جان کہیں

زائدہ بے فائدہ۔

مرگ کا طالب غالب

جمعہ[2] ۳ جولائی سنہ ۱۸۶۳ع

[۴۴۴] ایضاً (۳۳)

ولی عہدی[3] میں شاہی ہو مبارک
عنایاتِ الٰہی ہو مبارک

اس امر[4] فرخ و ہمایوں کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اس کے اخفا میں مبالغہ خفقانیت۔ تم اپنی زبان پر نہ لاؤ، اگر

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۲۳ -
۲- مطابق ۱۵ محرم ۱۲۸۰ھ -
۳- مجتبائی صفحہ ۳۵۲، مجیدی صفحہ ۳۱۸، مبارک علی صفحہ ۳۱۳، رام نرائن صفحہ ۴۰۷، سہیش صفحہ ۳۴۹، مہر صفحہ ۸۴ -
۴- میرا خیال ہے کہ اس سے مراد اعلان جانشینی غالب کا مرحلہ ہے کیونکہ غالب نے توقیع جانشینی سنی ۱۸۶۳ع کو دی ہے۔ ملاحظہ ہو 'غالب' از مہر طبع اول۔

کوئی اور کہے مانع نہ آؤ ، نہ اشتہار نہ استتار - ۱۲

دورہ ہوا مگر مدتِ معینہ کے بعد اور پھر جھاگ کا نہ آنا ، اور تمھارے پکارنے سے متنبہ ہو جانا ، مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں - شدت میں جس قدر خفت ہو ، غنیمت ہے -

میرے خطوطِ اُردو کے ارسال کے باب میں، جو کچھ تم نے لکھا تمھارے حسنِ طبع پر تم سے بعید تھا - میں سخت بے مزہ ہوا - اگر بے مزگی کے وجوہ لکھوں تو شاید ایک تختہ' کاغذ سیاہ کرنا پڑے - اب ایک بات موجز و مختصر لکھتا ہوں : سنو بھائی ! اگر اُن خطوط کا تم کو اخفا منظور ہو اور شہرت تمھارے منافی طبع ہے ، تو ہرگز نہ بھیجو ، قصہ تمام ہوا - اور اگر اُن کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے ، تو میرے دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو اور کسی متصدی سے نقل اُتروا کر ، چاہو کسی کے ہاتھ ، چاہو بہ سبیل پارسل ارسال کرو - لیکن خدا کے واسطے کہیں غصہ میں آ کر' عطائے تو بہ لقائے تو کہہ کر اصل خطوط نہ بھیج دینا کہ یہ امر میرے مخالفِ مقصود ہے - بھلا صاحب ڈرتا ہوں میں تم سے - ادھر خط پڑھا اُدھر جواب لکھ کر ڈاک میں بھیجا - تمھارا خط رہنے دیا ہے ، جب آغا شمشاد علی بیگ آئیں گے ، پڑھ لیں گے -

[مئی[2] ۱۸۶۳ع]

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲۴ -

۲- مہیش پرشاد اور مہر صاحب نے صرف سنہ لکھا ہے - میں توقیع کی روشنی میں تیس مئی سے پہلے کا خط تجویز کرتا ہوں - نیز یہی زمانہ تھا جب نواب امین الدین خاں نے ریاست کے انتظام ان کے سپرد کر دیے تھے - نیز دیکھیے خط نمبر ۳۵۱ -

[۴۴۵] ایضاً (۴۴)

میری جان[1] ! کیا کہتے ہو ؟ کیا چاہتے ہو ؟ ہوا ٹھنڈی ہو گئی، پانی ٹھنڈا ہو گیا ۔ فصل اچھی ہو گئی ۔ اناج بہت پیدا ہو گیا ۔ توقیع[2] جانشینی مجھ سے تم کو پہنچا ، خرقہ پایا ، سبحہ و سجادہ کا یہاں پتہ نہیں ، ورنہ وہ بھی عزیز نہ رکھتا ۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بھائی نے شفا پائی ۔ استاد میر جان پہنچ گئے ۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں ، نیر رخشاں کو بھی وہیں لو ۔ بھر عقرب و قوس کے آفتاب کا کیا ذکر ، آبان ماہ و آزر[3] ماہ سے کیا غرض ؟

بسی تیر و دی ماہ و اردی بہشت
بر آید کہ ما خاک باشیم و خشت

استاد میر جان کو ، اس راہ سے کہ میری پھوپی ان کی چچی تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں ، دعا ۔ اور اس رو سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی و بیشی سن و سال کی رعایت نہیں کرتے ، سلام ۔ اور اس سبب سے کہ استاد کہلاتے ہیں ، بندگی ۔ اور اس نظر سے کہ یہ سید ہیں ، درود ۔ اور موافق مضمونِ اس مصرع کے :

سوے اللہ واللہ ، مافی الوجود —— سجود ۔

حضرت ! وہ ''شرف نامہ[4]'' نہیں ہے ۔ کسی احمق نے 'شرف نامہ' میں سے کچھ لغات ، اکثر غلط ، کم تر صحیح ، چن کر جمع کیے ہیں ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۵۳۰ ، مجیدی صفحہ ۳۱۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۳ ، رام نرائن صفحہ ۷۰۴ ، مہیش صفحہ ۳۳۱ ، مہر صفحہ ۶۶ ۔

۲۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خط سے کچھ پہلے توقیع روانہ کی ہے ۔ لیکن خط نمبر ۴۳۸ ، مورخہ ۴ اپریل سے خیال ہوتا ہے کہ یہ قصہ مئی ۱۸۶۱ع کا ہے ۔

۳۔ صحیح ''آذر'' ۔

۴۔ شرف نامہ : شیخ ابراہیم قوام قریۂ منیر صوبہ بہار نے ۸۷۲ و

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۸۵ پر)

نہ دیباچہ ہے کہ اس سے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ کہ عہد و عصر کا حال کھلے۔ بایں ہمہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے۔ اگر وہ آ جائیں[1] گے تو ان[1] سے کہہ دوں گا۔ اگر وہ لائیں گے تو ان کی قیمت دے کر علائی مولائی کو بھیج دوں گا۔

خصی بکروں کے گوشت کے قلیے، دو پیازے، پلاؤ، کباب جو کچھ تم کھا رہے ہو، مجھ کو خدا کی قسم اگر اس کا کچھ خیال بھی آتا ہو۔ خدا کرے بیکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا تم کو میسر نہ آیا ہو۔ کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اس مصری کے ٹکڑے چبا رہے ہوں گے، تو یہاں میں رشک سے اپنا کلیجہ چابنے[2] لگتا ہوں۔

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ[3]، ۱۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ع

[۴۴۶] ایضاً (۳۵)

خاک[4] نمناکم و تو باد بہار
نہ توانی مرا ز جا بردار[5]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۴)

۸۷۷ھ کے درمیان "فرہنگ نامہ" تالیف کیا ہے۔ دیکھیے فرہنگ نویسی در ہند و پاکستان۔ تالیف دکتر شہریار نقوی طبع دانش کدہ تہران، ۱۳۶۱ شمسی صفحہ ۶۲۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۲۵۔
۲- علاء الدین خاں نے نومبر میں مصری بھیجی ہے۔ دیکھیے خط نمبر ۴۱۷۔
۳- مطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ۔
۴- مجتبائی صفحہ ۳۵۴، مجیدی صفحہ ۳۱۹، مبارک علی صفحہ ۳۱۴، رام نرائن صفحہ ۴۰۸، سہیش صفحہ ۳۳۰، سہر صفحہ ۵۵۔
۵- اردوے معلیٰ طبع اول میں "ز جا برون"۔ دوسری جگہ "کے توانی مرا زجا بردار" ہے۔

ہاں نسیمی ز من چہ می خواہی
زحمت خویشتن چہ می خواہی

خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے ۔ تم نے مجھے تہنیت دی تو مبارک اور میں نے تمھیں تہنیت دی تو مناسب ۔ للہ الحمد للہ الشکر۔

بھائی ! سچ تو یوں ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں ۔ اگر بیرنگ بھیجوں تو کہار ماندہ ، اٹھ نہیں سکتا ، ڈاک گھر تک جائے کون ؟ اپنا مقصود تمھارے والد ماجد سے اور تمھاری جدۂ ماجدہ اور تمھارے عمِ عالی مقدار سے کہہ چکا ہوں ۔ خلاصہ یہ کہ میری بی بی اور بچوں کو کہ یہ تمھاری قوم کے ہیں ، مجھ سے لے لو کہ میں اب اس بوجھ کا متحمل ہو نہیں سکتا ۔ انھوں نے بھی ، بہ شرط ان لوگوں کے لوہارو جانے کے ، اس خواہش کو قبول کیا ۔ میرا قصد سیاحت کا ہے ۔ پنشن اگر کھل جائے گا تو وہ اپنے صرف میں لایا کروں گا ۔ جہاں جی لگا وہاں رہ گیا ، جہاں سے دل اکھڑا چل دیا :

تا درمیانہ خواستۂ کردگار چیست

غالب

دو شنبہ ۱۳ محرم سنہ ۱۲۷۵ھ
مطابق ۲۳ اگست سنہ ۱۸۵۸ع

[۴۴۷] ایضاً (۳۶)

مرزا علائی' مولائی ! نہ لاہور سے خط لکھا ، نہ لوہارو سے ۔ بہ قدر مادۂ حمق محوِ انتظار بلکہ امیدوار رہا ۔ اب جو کسی طرح کی

۱- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۴۳۶ ۔ مجتبائی صفحہ ۳۵۴ ، مجیدی صفحہ ۳۱۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۹ ، سنبیش صفحہ ۳۶۱ ، مہر صفحہ ۹۴ ۔

توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں کہ ایک شکوہ کے دفع میں 'طوطی نامہ' برابر ایک رسالہ لکھو گے اور ہزار وجہیں موجہ بیان کرو گے۔ میں اس تصور کا مزہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا، پھوپھی صاحبہ سے لکھوانا، غالب سے لکھوانا۔ بعد حصول اجازت نہ آنا، اس کے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں؟ اچھا میرا میاں! کچھ اس باب میں لکھ 'چپڑی اور دو دو' ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک؟

بچوں کو میری دعا کہنا اور اُن کی خیر و عافیت لکھنا۔ اُستاد میر جان صاحب کو سلام۔ مزا تو جب ملے گا کہ تم دلی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور[1] کے ہنگامۂ انجمن کا حال بیان کرو۔

نجات کا طالب غالب

چار شنبہ[2] ۲ نومبر سنہ ۱۸۶۴ع

[۳۳۸] ایضاً (۳۷)

صبح[3] یکشنبہ، ۲۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ع

جانا عالی شانا! پہلے خط اور پھر بتوسط برخوردار علی حسین

۱- اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ''انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب'' کا قیام اکتوبر ۱۸۶۴ع کو عمل میں آیا، اور علاء الدین خاں دہلی سے بحیثیت مندوب شریک ہوئے تھے۔ دیکھیے حاشیہ مکاتیب محمد حسین آزاد، ترتیب فاضل، طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۳۹۔

۲- تقویم میں چار شنبہ ۲ نومبر ہے جسے صرف مہیش نے لکھا ہے۔ چار شنبہ ۲ نومبر ۱۸۶۴ع مطابق یکم جمادی الثانیہ ۱۲۸۱ھ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۳۵۵، مجیدی صفحہ ۳۲۰، مبارک علی صفحہ ۳۱۵، رام نرائن صفحہ ۳۱۰، مہیش صفحہ ۳۵۴، مہر صفحہ ۸۸۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۸۸ پر)

خاں ، مجلد کلیات فارسی پہنچے۔ حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور چار آنے محصول ڈاک قالب انطباع میں آ کر پانچ روپیہ قیمت اور پانچ آنے محصول قرار پاوے ۔ خیر جہاں سو ، وہاں سوا سے[1] ۔ میرا حال تمھیں اور تمھارا حال مجھے معلوم ہے :

این ہم اندر عاشقی بالاے غم ہاے دگر

اب کے چٹھے میں شاید نہ دے سکوں ۔ نومبر سنہ حال پچاس روپے تمھارے پاس پہنچ جائیں گے ، انشاء اللہ العلی العظیم ۔ میں بےحیا تھا ، نہ مرا ، اچھا ہونے لگا۔ عوارض میں تخفیف ہے ، طاقت آتی چلی ہے ۔ مختصر مفید :

در نامہ جز این مصرعہ شاعر چہ نویسم ؟
اے[2] وائے ز محرومیِ دیدار ، دگر ہیچ

نجات کا طالب غالب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۷)

مہر صاحب نے دوسرے نسخوں کی طرح دو ستمبر لکھا ہے ۔ طبع اول 'اردوے معلیٰ' اور 'خطوط غالب' مہیش پرشاد میں بیس ستمبر ہے ۔ مطابق ٦ ربیع الثانی ١٢٨٠ھ ۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول میں ''سوائے''ــغالب نے اس خط میں (قبل ۲۰) ستمبر ۱۸٦۳ع کو دس مجلد کلیات کے وصول ہونے ور پچاس روپے قیمت دینے کا ذکر کیا ہے ۔ لیکن وہ نومبر میں روپیہ نہ بھیجنے پائے تھے کہ منشی نول کشور دہلی پہنچے اور قیمت بتیس روپے آٹھ آنے طے ہوئی ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۲۳ اور اس کا حاشیہ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۷ ۔

[۳۳۹] ایضاً (۳۸)

دو شنبہ[1] ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ ۔

اے میری جان! "مثنوی[2] ابر گہر بار" کون سی فکرِ تازہ تھی کہ میں تجھ کو بھیجتا ۔ کلیات میں موجود ہے ، معہذا شہاب الدین خاں نے بھیج دی ، میں مکرر کیا بھیجتا ۔ "تب محرق[3]" کے دیکھنے سے انکار کیوں کرتے ہو ؟ اگر منافیِ طبع تحریر کو بہ سبب انزجار نہ دیکھا کرتے ، تو فریقین کی کتبِ مبسوطہ کہاں سے موجود ہوتیں ۔ "افسوس" کو میں نے عربی جانا ، عربی نہیں ہے ۔ اب مانا ، یہ ایک سہوِ طبیعت تھا ۔ میرا اعتراض تو خلطِ مبحث پر ہے ۔"افسوس" و "فسوس" ایک کیوں ہو جائے ۔

یہاں کے اطوار مجھ سے باوجود قرب مخفی اور تم پر با ایں ہمہ بعد آشکار ۔ "دورانِ با خبر در حضور ، و نزدیکانِ بے بصر دور" ۔ روپیہ آ گیا ۔ دل سے نکلا ، مخزن سے نکلا ، ہاتھ سے نہیں نکلا ۔ جب ہاتھ سے نکل جائے گا اور جنس مول لی جائے گی اور یہ گندکٹ جائے گا ،

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۵۵ ، مجیدی صفحہ ۳۲۰ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۵ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۰ ، مہیش صفحہ ۳۵۸ ، مہر صفحہ ۹۲ ۔ دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۴ع ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۶۴ ۔

۲۔ "مثنوی ابر گہر بار" کلیات طبع لکھنئو میں پہلی مرتبہ شریک اشاعت ہوئی ، پھر اکمل المطابع دہلی سے کچھ قصائد و قطعات کے ساتھ چھپی ۔ تیسری مرتبہ میں نے مکمل تصحیح اور حذف شدہ اشعار کے ساتھ مرتب کی جسے سہ ماہی 'اردو' کراچی نے ۱۹۶۶ع میں شائع کیا ۔ نیز ملاحظہ ہو 'کلیات غالب' طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد اول صفحہ ۳۱۸ ۔ طبع اکمل المطابع میں مرزا شہاب الدین احمد خاں ثاقب کے نام دو قطعات تاریخ بھی شائع ہوئے ہیں ۔

۳۔ "محرق قاطع" سعادت علی کی تالیف ہے جو ۱۸۶۴ع میں چھپی

تب ترساں ترساں پیش گاہِ نادری میں تمھارے یہاں آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ میں آن دنوں مردود بھی ہوں۔ و السلام۔

صبح دم ، با ابو البشر گفتم
''پارۂ زر بدہ کہ زر داری''

حیف باشدکہ از چو من پسرے
خاکِ رنگیں عزیز تر داری

گفت حیف است از توخواہشِ زر
کہ تو گنجینۂ گہر داری

گنجدانِ سخن حوالۂ تست
خود بیں تا چہ اے پسر داری

پیش من زر کجاست ، جانِ پدر
بری ہر چہ در نظر داری

گفتم ، اینک بہ بند پیانی
زر بمن مے دہی ، اگر داری

سرِ[1] زنبیلِ آں عمرو عیار
گر ز عیاریش خبر داری

بکشا زود و زر بریز و بگوئے
کہ ہمیں مدعا مگر داری

گفت ''بابا فسانۂ بودہ است
چہ فرو ریزم و چہ برداری ؟''

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۸ ۲ ۴ — ''عمر عیار'' بجائے ''عمرو عیار'' — یہ قطعہ کلیات طبع نول کشور میں نہیں ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ غالب نے اسی خط کے لیے لکھا ہے ۔

[۴۵۰] ایضاً (۳۹)

یکم[1] جنوری سنہ ۱۸۶۴ع -

علائی مولائی کو غالبِ طالب کی دعا - بے چارہ مرزا کا معاملہ علی حسین خاں کی معرفت طے ہوگیا - یہاں پندرہ کا سوال، وہاں دس میں سے تین کم کرنے کا خیال - متوسط دوسرا جو علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیان آئے، وہ کیا کرے اور کیا کہے - مرزا قانع و متوکل ہیں، نہ پندرہ مانگتے ہیں، نہ دس[2] - اللہ بس ماسوا ہوس -

جناب تروِلین[3] صاحب بھائی کے دوستِ دلی، دلی آئے - لارڈ صاحب کہلاتے ہیں - سنتا ہوں کہ کل اکبر آباد جاتے ہیں -

بھائی علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے، رات کو بارہ پر دو بجے مر گئے - انا للہ و انا الیہ راجعون - تمھارے عمِ[4] نامدار آج دن کو ۱۲ بجے سلطان جی گئے ہیں، میں نہ جا سکا - تجہیز و تکفین اُن کی طرف سے عمل[5] میں آئے گی - بارہ پر تین بجے یہ خط میں نے تمھیں لکھا ہے - کل شنبہ ۲ جنوری صبح کو ڈاک گھر بھیج دوں گا -

مشفقی شفیقی میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام -

نجات کا طالب غالب

۱- مجتبائی صفحہ ۳۵۶، مجیدی صفحہ ۳۲۱، مبارک علی صفحہ ۳۱۶، رام نرائن صفحہ ۴۱۱، مہیش صفحہ ۳۵۶، مہر صفحہ ۹۰ -

۲- یہ معاملہ کلیات طبع نول کشور کی قیمت کا ہے، دیکھیے خط نمبر ۴۴۸ -

۳- سر چارلس ٹرولن : ۱۸۲۶ع میں ہندوستان آئے اور جنوری ۱۸۶۳ع کو سپریم کونسل کے ممبر مالیات بنے - انھوں نے میکلے کی بہن سے شادی کی تھی -

۴- نواب ضیاء الدین خاں مراد ہیں -

۵- غالب نے کہا ہے کہ مجھ سے چار برس چھوٹا تھا، یعنی تقریباً ۱۲۱۶ھ میں پیدا ہوے - دیکھیے خط نمبر ۴۴۱ -

[۳۵۱] ایضاً (۳۰)

صبح شنبہ[1] ۳۰ مئی ۱۸۶۳ع -

لا موجود الا اللہ - اُس خدا کی قسم جس کو میں نے ایسا مانا ہے ، اور اُس کے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کو مکرر نہ لکھنا از راہِ ملال نہ تھا - طالب کے ذوق کو سست پا کر میں متوقف[2] ہو گیا - متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب ، کتب کا سوداگر[3] ہے ، اپنا نفع نقصان سوچے گا ، لاگت بچت کو جانچے گا - میں متوسط کو مہتمم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائے گا - تیس رقعہ ایک جگہ سے لے کر اُن کو بھیجے ، اُس کی رسید میں تقریباً اُنھوں نے طلب رقعات بہ تکلیف سوداگر لکھی ، اور اُس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا - ظاہرا کتابیں لے کر کہیں گیا ہو گا ، کتابیں لینے گیا ہوگا - یہ ۲۳ لفافے اور ۳۴ خط بدستور میرے بکس میں موجود و محفوظ رہیں گے - اگر متوسط بہ تقاضا طلب کرے گا ، ان خطوط کی نقلیں اُس کو اور اصل تم کو بھیج دوں گا ورنہ تمھارے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو پہنچ جائیں گے -

میاں ! ان خطوں کے ارسال میں تم نے مجھ سے وہ کیا جو میں نے تم سے دوجانہ میں کیا تھا - بھلا میں تو پیرِ خرف[4] ہوں اور

۱- مجتبائی صفحہ ۳۵۷ ، مجیدی صفحہ ۳۲۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۱ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۴ ، مہیش صفحہ ۳۵۰ ، مہر صفحہ ۸۵ - ۳۰ مئی مطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ -

۲- نسخۂ مبارک علی میں ''متوقع''۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹ - نہ معلوم جلیل القدر آدمی سے مراد منشی غلام غوث خاں بے خبر مؤلف 'عود ہندی' ہیں یا لالہ بہاری لال مؤلف 'اردوے معلیٰ'۔ دیکھیے خط نمبر ۳۴۴-

۴- پیر حواس باختہ - ۱۲ - (غالب)

سن خرافت کو نسیان لازم ہے ، تم نے کیا سمجھ کے کپڑا لپیٹ کر اور مختم کرکے ؟ بھیجا خطوں پر ایک قلیل العرض کاغذ لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا ؟ اگر منشی بہاری لال میرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پچاس روپیہ کا مجھ کو دھپا لگتا ۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

غالب

[۳۵۲] ایضاً (۳۱)

بدست[1] مرگ ولے بد تر از گمانِ تو نیست

مکرر لکھ چکا ہوں کہ قصیدہ کا مسودہ میں نے نہیں رکھا ۔ مکرر لکھ چکا ہوں کہ مجھے یاد نہیں کون سی رباعیاں مانگتے ہو ۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج ، قصیدہ بھیج ، معنی اس کے یہ کہ تو جھوٹا ہے ، اب کے تو مقرر بھیجے گا ۔ بھائی ! قرآن کی قسم ! انجیل کی قسم ! توریت کی قسم ! زبور کی قسم ! ہنود کے چار بید کی قسم ! دساتیر کی قسم ! ژند کی قسم ، پاژند کی قسم ، اَستا[2] کی قسم ! گرو کے گرنتھ کی قسم ! نہ میرے پاس وہ قصیدہ ، نہ مجھے وہ رباعیاں یاد ۔

'کلیات[3]' کے باب میں جو عرض کر چکا ہوں :

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۵۷ ، مجیدی صفحہ ۳۲۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۳ ، مہیش صفحہ ۳۵۱ ، مہر صفحہ ۸۵ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰ ۔ حاشیہ پر ہے "ژند کی تفسیر کا نام ہے ، یہ کتاب آتش پرستوں کے مذہب کی ہے ۱۲" (غالب) قصیدے سے مراد غالباً "لارڈ الگن یا لارنس کا مدحیہ قصیدہ ہے ۔ یہ قصیدہ اور رباعیاں "ابر گہر بار" میں الگ چھپی ہیں ۔

۳۔ عرض کر چکا ہوں کہ 'اودھ اخبار' کے اعلان کے مطابق کلیات فارسی مئی میں تیار ہوئی لیکن غالب کو ستمبر میں ملی ۔ لوگ

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۹۴ پر)

بر ہمانیم کہ ہستیم و ہماں خواہد بود

جب میں دس پند رہ جلدیں منگا لوں گا ، ایک بھائی کو اور ایک تم کو ارمغان بھیجوں گا ۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنئو میں 'اودھ اخبار' کا مطبع ، مالک اس کا منشی نول کشور مشہور ۔ جتنی جلدیں چاہیں لکھنئو سے منگا لیں ۔ میں بہ ہر حال دو جلدیں جس وقت موقع ہوگا بھیج دوں گا ۔

۱۱ جون سنہ ۱۸۶۳ع

نجات کا طالب ، غالب

[۳۵۳] ایضاً (۴۲)

یکشنبہ[۲] ، ۱۶ فروری سنہ ۸۶۲ ع ہنگام نیم روز ۔

صاحب ! کل تمھارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں ، پہنچا ہوگا ۔ آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا ، بھائی ضیاء الدین خاں اور میاں شہاب الدین خاں بھی وہیں تھے ۔ مولوی صدر[۳] الدین میرے سامنے آئے ۔ حکیم محمود خاں کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے ، یعنی انھوں نے نسخہ لکھ دیا ہے ، سو اس کے موافق حبوب بن گئی ہیں ۔ نقوع کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹۳)

اشتہار پڑھ کر بے چین تھے کہ کتاب اب تک کیوں نہیں آئی ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۴۸ ۔

۱۔ مطابق ۲۳ ذی حجہ ۱۲۷۹ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۵۸ ، مجیدی صفحہ ۳۲۲ ؛ مبارک علی صفحہ ۳۱۸ ، رام نرائن صفحہ ۴۱۳ ، سہیش صفحہ ۳۳۵ ، مہر صفحہ ۷۱ ۔ ۱۶ فروری مطابق ۱۶ شعبان ۱۲۷۸ھ ۔

۳۔ مولوی صدر الدین خاں آزردہ دسمبر ۶۳ھ میں فالج زدہ ہوئے ۔ دو سال فالج میں مبتلا رہ کر ، پنجشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں رحلت کر گئے (حدائق الحنفیہ صفحہ ۴۸۱) نیز دیکھیے خط نمبر ۴۵۶ ۔

دوائیں آج اگر بھیگیں گی ، کل حبوب کے اوپر وہ نقوع پیا جائے گا۔ مگر انداز و ادا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور اُن کے ہوا خواہوں کی رائے میں قصد اس استعلاج کا مذبذب ہے۔ نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر میں تول رہے ہیں۔ اُستاد میر جان بھی تھے۔ نیم نا معقول مرزا اسد بیگ بھی تھے۔ سب طرح خیریت ہے۔

کل تمھارے خط میں دوبارہ یہ کلمہ مرقوم دیکھا کہ "دلی بڑا شہر ہے ، ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہوں گے" اے میری جان! یہ وہ دلی نہیں ہے جس میں تم پیدا ہوئے ہو ، وہ دلی نہیں ہے جس میں تم نے علم تحصیل کیا ہے ، وہ دلی[1] نہیں ہے جس میں تم شعبان بیگ کی حویلی میں مجھ سے پڑھنے آتے تھے ، وہ دلی نہیں ہے جس میں میں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہوں ، وہ دلی نہیں ہے جس میں اکیاون برس سے مقیم ہوں۔ ایک کنپ ہے۔ مسلمان اہل حرفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ ، باقی سراسر ہنود۔ معزول بادشاہ کے ذکور ، جو بقیۃ السیف ہیں ، وہ پانچ پانچ روپیہ مہینہ پاتے ہیں۔ اناث میں سے جو پیر زن ہیں ، وہ کٹنیاں اور جوانیں کسبیاں۔ امرائے اسلام میں سے اموات گنو : حسن[2] علی خاں بہت بڑے باپ کا بیٹا، سو روپیہ روز کا پنشن دار ، سو روپیہ مہینہ کا روزینہ دار بن کر نامرادانہ مر گیا۔ میر[3] ناصر الدین باپ کی طرف سے پیر زادہ ، نانا اور نانی کی طرف سے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۳۱۔

۲- حسن علی خاں خلف نواب نجابت علی خاں آف جھجر۔ بڑے بھائی فیض علی خاں کی نوابی میں جھگڑا ہوگیا۔ آخر تین ہزار روپے ماہوار پنشن ملنے لگی۔ غدر میں شہر سے نکل گئے تھے غدر کے بعد آئے سو روپیہ ماہوار پنشن ملی۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول : میر ناصرالدین۔ مہیش : "نصیرالدین"۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۹۶ پر)

امیر زادہ، مظلوم مارا گیا، آغا سلطان بخشی محمد علی خاں کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے، بیمار پڑا۔ نہ دوا، نہ غذا، انجام کار مر گیا۔ تمہارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی۔

احیا کو پوچھو: ناظر حسین مرزا جس کا بڑا بھائی[1] مقتولوں میں آیا، اس کے پاس ایک پیسہ نہیں، ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو مل گیا ہے، مگر دیکھیے چھٹا رہے، یا ضبط ہو جائے۔ بڈھے[2] صاحب ساری املاک بیچ کر نوشِ جان کرکے بیک بینی و دوگوش بھرت پور چلے گئے۔ ضیاء الدولہ[3] کے پانسو روپیہ کرایہ کی املاک واگزاشت ہو کر پھر قرق ہو گئی۔ تباہ خراب لاہور گیا، وہاں پڑا ہوا ہے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ قصہ کوتاہ 'قلعہ' اور 'جھجر' اور 'بہادر گڑھ' اور 'بلب گڑھ' اور 'فرخ نگر' کم و بیش تیس لاکھ روپیہ کی ریاستیں مٹ گئیں۔ شہر کی عمارتیں خاک میں مل گئیں۔ ہنر مند آدمی یہاں کیوں پایا جائے؟ جو حکما کا حال 'کل لکھا[4] ہے وہ بیان واقع ہے۔ صلحا اور زہاد کے باب میں جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اس کو بھی سچ جانو۔

اپنے والد ماجد کی طرف سے خاطر جمع رکھو۔ سحر آسیب کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹۵)
ناصر الدین، فخر الدین سخن کے بزرگوں میں تھے جو ہنگامے کے بعد قتل ہوئے۔

۱۔ مظفرالدولہ، سیف‌الدین حیدر خاں، خلف حسام‌الدین حیدر خاں۔ دیکھیے داستان غدر۔

۲۔ مہر صاحب فرماتے ہیں کہ بڈھے صاحب کا نام نواب غلام محی‌الدین تھا۔ ایک ہزار روپے ماہوار پنشن، تین سو روپے بھرت پور سے وظیفہ ملتا تھا، پانچ سو روپیہ ماہانہ کرایا تھا۔

۳۔ رکن الدولہ کے فرزند غدر کے بعد پانی پت چلے گئے تھے مگر گرفتار ہوئے۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۲۳۔ حکماء سے مراد زعماء اور ارباب سیاست و ریاست ہیں۔

گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو استعمال ایارجات کے بعد بالکل اچھے ہو جائیں گے ، اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھے ہیں ۔

عافیت کا طالب غالب

[۴۵۴] ایضاً (۴۳)

اجی[1] مولانا علائی ! نواب صاحب دو مہینہ تک کی اجازت دے چکے ، اور یہ میں خبر تراشی نہیں کرتا ، مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب ، علاء الدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے ، اب تم شوق سے دلی جاؤ ۔ دو ہفتے سے لے کر دو مہینے تک کی تم کو رخصت ہے ۔ پھر تم کیوں نہ آئے ؟ خدا نے دعا ، خداوند نے استدعا قبول کی ۔ تمہاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ ؟ اگر حاکی کی حکایت جھوٹ ہے ، تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے ۔ مرزا یوسف علی خاں ''عزیز'' تمہارے بلائے ہوئے اور مہدی حسین ، بھائی صاحب کے مطلوب ، مرزا عبدالقادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانۂ لوہارو ہوئے ہیں ۔

نجات کا طالب غالب

شنبہ ، ۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۴ع

[۴۵۵] ایضاً (۴۴)

میاں[2] ! مدعا اصلی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ اگر کل[3]

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۵۹ ، مجیدی صفحہ ۳۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۴۱۵ ، مہیش صفحہ ۳۶۰ ، مہر صفحہ ۹۴ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۶۰ ، مجیدی صفحہ ۳۲۴ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۴۱۵ ، مہیش صفحہ ۳۷۱ ، مہر صفحہ ۱۰۳ ۔

۳۔ دہلی سوسائٹی ۲۸ جولائی ۱۸۶۵ع کو قائم ہوئی تھی ، مرزا غالب پہلے اجلاس میں موجود نہ تھے اس اجلاس میں عہدیدار وغیرہ منتخب ہوئے ، دوسرے جلسے کی تاریخ ۱۱ اگست ۱۸۶۵ع

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۹۸ پر)

کمیٹی میں گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھے جانے کا حال لکھو۔ ضمناً ذکر ایک مدبر کا لکھا جاتا ہے۔ جو تم نے اُس مدبر کے صفات لکھے سب سچ ہیں۔ احمق، خبیث النفس، حاسد، طبیعت بری، سمجھ بری، قسمت بری۔

ایک بار میں نے دکنی[1] کی دشمنی میں گالیاں کھائیں۔ ایک بار بنارسی کی دوستی میں گالیاں کھاؤں گا۔ میں نے جو تمھیں اس کے باب میں لکھا[2] تھا، وجہ اُس کی یہ تھی کہ میں نے سنا تھا کہ تم نے اپنے سائیسوں سے کہہ دیا ہے یا کہا چاہتے ہو کہ اس کو بازار میں بے حرمت کریں۔ یہ خلاف شیوۂ مومنین ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ قصد نہ کرنا، یہ موید اُس قول کا ہے جو میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم یوں تصور کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ میں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں۔

غالب

[۱۸۶۶ع[3]]

[۴۵۶[4]] ایضاً (۳۵)

مولانا علائی[4]!

واللہ، علی حسین خاں کا بیان بمقتضائے محبت تھا۔ ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق بجانب اُن کے ہے۔ نہ کوئی ہم سخن،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹۷)

ہے جس میں مرزا شریک ہوئے اور ''حال تباہی شہر دہلی اور کمی بارش'' پر مضمون پڑھا۔

۱۔ دکنی سے مراد ہیں محمد حسین تبریزی، صاحب برہان قاطع۔

۲۔ اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۳۳۴۔

۳۔ ایک اندازہ ہے، کیونکہ انھی دنوں دہلی سوسائٹی کے جلسے ہوے تھے۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۳۶۰، مجیدی صفحہ ۳۲۴، مبارک علی صفحہ ۳۲۰، رام نرائن صفحہ ۳۱۶، مہیش صفحہ ۳۵۵، مہر صفحہ ۸۹۔

نہ کوئی ہم نفس، نہ سیر، نہ شکار، نہ مجلس، نہ دربار، تنہائی و بے شغلی اور بس۔ جی کیوں کر نہ گھبرائے، خفقان کیوں نہ ہو جائے؟

نہ دن یاد نہ تاریخ، آج چوتھا یا بھئی شاید بھول گیا ہوں، پانچواں دن ہے کہ منشی نول کشور بہ سواری ڈاک رہ گرائے لکھنو[1] ہوئے۔ کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں۔ آج روز یک شنبہ ۱۳[2] دسمبر کی ہے۔ ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدین خاں بھی تھا۔ میں نے ثاقب کو مخاطب کرکے کہا: "اگر میں دنیا دار ہوتا تو اس کو نوکری کہتا، مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں، تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہوں: ساڑھے باسٹھ روپے یعنی سات سو پچاس روپے سال سرکار انگریزی سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال رام پور سے اور چوبیس روپیہ سال ان مہاراج سے۔ توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار مجھ کو بھیجتے ہیں، قیمت نہیں لیتے، مگر ہاں، اڑتالیس ٹکٹ میں مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں"۔ بتیس روپے آٹھ آنے جو میں نے پوچھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ[3] کروں، مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال بہ سبیل ہنڈوی دشوار ہے۔ خیر، اب جس طرح ہوگا حصار پر ہنڈوی لکھوا کر تم کو بھیج دوں گا۔ تم حصار پہنچ کر روپیہ منگوا لیجیو۔ خدا چاہے تو دسمبر میں روپیہ تمھارے پاس پہنچ جائے۔

استاد میر جان صاحب کو قدمبوس کہہ کر مجھ کو فرعون بننا پڑا۔

۱۔ خط نمبر ۳۲۳ میں ۳ دسمبر کو منشی جی کی آمد و ملاقات کا حال لکھا ہے۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۲۸۔

۲۔ مطابق ۲ رجب ۱۲۸۰ھ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۲۴۔ دیکھیے خط نمبر ۳۲۸۔

دوہائی خدا کی اب ، ایسا نہ کروں گا ۔ میرا سلام بلکہ دعا اُن کو کہہ دینا ۔ پرسوں مولوی صدر الدین خاں صاحب کو فالج ہو گیا ۔ سیدھا ہاتھ رہ گیا ہے ، زبان موٹی ہو گئی ہے ، بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے ۔ میں اپاہج ہوں جا نہیں سکا ۔ جو اُن کو دیکھ آتا ہے ۔ اُس سے اُن کا حال پوچھا جاتا ہے ۔ دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں ۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان[1] جاؤ ۔ ۱۲

[۱۸۶۳ع]

[۳۵۷] ایضاً (۳۶)

آج[2] بدھ کے دن ، ۲۷[3] رمضان کو ، پہر دن چڑھے کہ جس وقت میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ، ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط اور شہاب الدین کا خط معاً لایا ، مضمون دونوں کا ایک ۔ واہ کیا مضمون ! ان دنوں میں کہ سب طرح کے رنج و عذاب فراہم ہیں ، ایک داغ جگرسوز یہ بھی ضرور تھا ۔ سبحان اللہ ! میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی ، یا ولادت کی تاریخ سنی یا اب رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی[4] ۔ پروردگار ، تم کو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے ۔

میاں ! اس کو سب جانتے ہیں کہ میں مادۂ تاریخ نکالنے میں عاجز ہوں ۔ لوگوں کے مادے دیے ہوئے نظم کر دیتا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں ، وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے ۔ چنانچہ اپنے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ''پچھان جاؤ'' ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۶۱ ، مجیدی صفحہ ۳۲۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۲۱ ، رام نرائن صفحہ ۴۱۷ ، مہیش صفحہ ۳۱۹ ، مہر صفحہ ۵۴ ۔

۳- ۲۷ رمضان ۱۲۷۴ھ چہار شنبہ مطابق ۱۲ مئی ۱۸۵۸ع ہے ۔ (تقویم)

۴- علائی کے اس بچے کا نام یحییٰ تھا ۔

بھائی کی رحلت کا مادہ 'دریغ' دیوانہ' نکالا ، پھر اس میں 'آہے' کے عدد گھٹائے۔

تمام[2] دوپہر اس فکر میں رہا ، یہ نہ سمجھنا کہ مادہ ڈھونڈھا ۔ تمھارے نکلے ہوئے دو لفظوں کو تاکا کیا کہ کس طرح سات اس پر بڑھاؤں ۔ بارے ایک قطعہ درست ہوا ، مگر تمھاری زبان سے گویا تم نے کہا ہے ۔ پانچ شعر ہیں ، تین شعر زائد ، دو موضح مدعا ، لیکن میں نہیں جانتا کہ تعمیہ اچھا ہے یا برا ہے ۔ ہاں ، اغلاق تو البتہ ہے ، تاسل سے سمجھ میں آ جاتا ہے ، اور شاید لوح مزار پر کھدوانے کے قابل نہ ہو :

قطعہ

در گریہ[3] اگر دعوی ِ ہم چشمی ِ ما کرد
بینی کہ شود ابر بہاری خجل از ما

ناچار بگرییم شب و روز کہ ایں سیل
باشد کہ برد کالبد آب و گل از ما

گفتی کہ نگہ دار دل ، از کش مکش ِ غم
خود گرد بر آورد غم ِ جاں گسل از ما

۱- مرزا یوسف کا قطعہ وفات یہ ہے :
ز سال مرگ ستم دیدہ میرزا یوسف
کہ زیستی بجہاں در ، ز خویش بیگانہ
یکی درانجمن از من ہمی پژوہش کرد
کشیدم آہے و گفتم ''دریغ دیوانہ''

۲- اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۳۵ -

۳- یہ اشعار کلیات طبع اول میں نہیں ہیں ۔ لیکن کلیات طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد اول صفحہ ۱۳۴ میں موجود ہیں ۔

یحییٰ شد و از شعلۂ سوز غمِ ہجرش
چوں شمع دود دود بسر متصل از ما

غم دیدہ نسیمی پئے تاریخِ وفاتش
بنوشت کہ در داغ پسر سوخت دل از ما

'ما' کے عدد ۴۱ 'دل' کے عدد ۳۴ - 'ما' میں سے 'دل' گیا ، گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے ، باقی رہے سات ، وہ 'داغ پسر' پر بڑھائے ۱۲۷۴ ہاتھ آئے -

[۱۲ مئی ۱۸۵۸ع]

[۳۵۸] ایضاً (۴۷)

سبحان[2] اللہ ! ہزار برس تک نہ پیام بھیجنا نہ خط لکھنا ، اور پھر لکھنا تو سراسر غلط لکھنا - مجھ سے کتاب مستعار مانگتے ہو ، یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ 'دساتیر' اور 'برہان قاطع' کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں - ازاں جملہ 'برہان قاطع' تم کو دے چکا ہوں ، 'دساتیر' میرا ایمان و حرز جان ہے -

اشعارِ تازہ مانگتے ہو ، کہاں سے لاؤں ؟ عاشقانہ اشعار سے مجھ کو 'وہ بعد ہے جو ایمان سے کفر کو - گورنمنٹ کا بھاٹ تھا ، بھٹئی کرتا تھا ، خلعت پاتا تھا - خلعت موقوف ، بھٹئی متروک ، نہ غزل ، نہ مدح - ہزل و ہجو میرا آئین نہیں ، پھر[3] کیا لکھوں؟ بوڑھے پہلوان کے سے پیچ بتانے کو رہ گیا ہوں - اکثر اطراف و جوانب سے اشعار آ جاتے ہیں ، اصلاح پا جاتے ہیں - باور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا -

---

۱- مہیش پرشاد اور مہر صاحب نے فقط سنہ لکھا ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۳۶۲ ، مجیدی صفحہ ۳۲۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۲۱ ، رام نرائن صفحہ ۱۸ ۴ ، مہیش صفحہ ۳۲۱ ، مہر صفحہ ۵۶ -

۳- اُردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۳۶ -

تمھارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمھارا موقوف اس پر ہے کہ تم یہاں آؤ۔ کاش! اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجھ کو دیکھ جاتے۔

اردو کا دیوان رام پور سے لایا ہوں اور وہ آگرے گیا ہے۔ وہاں منطبع ہوگا۔ ایک نسخہ تمھارے پاس بھی پہنچ جائے گا۔

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

مرقومہ[1] روز دو شنبہ ۲ جولائی سنہ ۱۸۶۰ع
غالب

[۳۵۹] ایضاً (۳۸)

صاحب[2]! میرا برادر عالی قدر اور تمھارا والد ماجد اب اچھا ہے۔ از روئے عقل اعادۂ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے۔ رہا وہم، اس کی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں۔ مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اور آئندہ جو کچھ لکھو گے میری طرف سے جواب وہی ہو گا جو آگے لکھ چکا[3] ہوں۔ یعنی میں تماشائی محض رہوں گا۔ اگر بھائی صاحب مجھ سے کچھ ذکر کریں گے، تو بھلی کہوں گا۔ آپ کے عم عالی مقدار جو فرماتے ہیں کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزار ہا تسویلات و خیالات دکھائی دیتے ہیں، یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری طبیعت کو طرح کیا ہے اور وہ یہ سمجھے ہیں کہ جس طرح میں مبتلائے وساوس و اوہام ہوں، اور لوگ بھی

۱- اردوے معلی طبع اول "سنہ ۱۲۶۰"— یہ تاریخ مطابق ۲ ذی حجہ ۱۲۷۶ھ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۶۳، مجیدی صفحہ ۳۲۶، مبارک علی صفحہ ۳۲۲، رام نرائن صفحہ ۱۹۳، مہیش صفحہ ۳۳۷، مہر صفحہ ۷۲۔

۳- دیکھیے خط نمبر ۳۳۳۔

اسی طرح بخارات مراق میں گرفتار ہوں گے - قیاس مع الفارق ہے ، نہ تخیل صادق - یہاں 'لاموجود الا اللہ' کے بادۂ ناب کا رطل گراں چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و نور و نار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں -

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر
سوی اللہ و اللہ ما فی الوجود

ضمیراں بر وزن درگراں لغت عربی ہے ، نہ معرب - میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان میں ہوتا ہے یا نہیں ، اس کی تحقیقات از روئے الفاظ الادویہ ممکن ہے -

آج اس نے جلاب لیا ، دس دست آئے ، مواد خوب اخراج ہوا -

فارسی غیر فصیح : "امروز فلانی مسہل گرفت ، دہ دست آمدند ، مواد خوب بر آمد -"

فارسی فصیح : "امروز فلانی پگاہ داروئے مسہل آشامید تا شام دہ بار نشست یا دہ بار بمستراح رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت مادۂ فاسد چنانکہ باید اخراج یافت -"

معلوم رہے کہ لوطیوں کے منطق میں خصوصاً اور اہل پارس کے روزمرہ میں عموماً "نشستن" استعارہ ہے 'ریدن' کا - چنانچہ ایک تذکرہ میں مرقوم ہے کہ :

اصفہان میں ایک امیر نے شعرا کی دعوت اپنے باغ میں کی ، مرزا صائب اور اس عصر کے کئی شعرا جمع ہوئے - ایک شاعر کے تذکرہ میں اس کا نام مندرج ہے اور میں بھول گیا ہوں - اکول[2] تھا مگر معدہ اس کا ضعیف تھا - حرص و شرہ کے سبب سے بہت کھا جاتا تھا ، ہضم نہ کر سکتا تھا - کھانا کھا کھا کر ، شراب پی پی کر دروازہ باغ کا مقفل کرکے سب سو رہے - اس مرد اکول[2] فضول نے رات بھر میں

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۳۲ -

۲- بہت کھانے والا—از غالب - برحاشیہ اردوے معلیٰ طبع اول -

سارا باغ ہگ بھرا ۔ نہ ایک جگہ ، بلکہ کبھی اُس کیاری میں ، کبھی اُس روش پر ، کبھی اُس درخت کے تلے ، کبھی اُس دیوار کی جڑ میں ۔ قصہ مختصر ، غایت شرم و حیا سے دو چار گھڑی رات رہے دیوار سے کود کر چلا گیا ۔ صبح کو جب سب جاگے اُس کو ادھر اُدھر ڈھونڈھا کہیں[1] نہ پایا ، مگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا ۔ مرزا صائب نے ہنس کر فرمایا : "یاران شما را چہ آفتادہ است کہ سی گویند فلانے در باغ نیست ، سے بینم کہ مخدوم ہم دریں باغ چند جا نشستہ است ۔"

صبح جمعہ ۵ رمضان [۱۲۷۸ھ] و ۷ مارچ [۱۸۶۲ع] سال رستاخیز ۔ رباعی خط میں لکھنا بھول گیا ۔ یہ میں نے بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی :

رباعی

اے کردہ بمہر زرفشانی تعلیم
پیدا ز کلاہ تو شکوہ دیہیم
بادا بتو فرخندہ ز یزدان کریم
پروانگی جدید اقطاع قدیم

[۳۶۰] ایضاً (۳۹)

مولانا[2] علائی ! نہ مجھے خوفِ مرگ ، نہ دعوئ صبر ہے ۔ میرا مذہب ، بہ خلاف عقیدۂ قدریہ جبر ہے ۔ تم نے میانجی گری کی ، بھائی نے برادر پروری کی ۔ تم جیتے رہو ، وہ سلامت رہیں ۔ ہم اسی حویلی میں تا قیامت رہیں ۔ اس ایہام[3] کی توضیح اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا ، اس کی دادی

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۸ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۶۴ ، مجیدی صفحہ ۳۲۷ ، مبارک علی صفحہ ۳۲۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۰ ، مہیش صفحہ ۳۴۶ ، سہر صفحہ ۸۱ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول "ایہام"۔ مہیش پرشاد و سہر "ابہام"۔

بھی گھبرائی ۔ مجھ کو خلوت خانے کا دروازہ غرب رویہ اور اس کے آگے ایک چھوٹا سا سہ درہ یاد تھا ۔ جب تمھارے پانو میں چوٹ لگی ہے ، تو میں اسی دروازہ سے تم کو دیکھنے آیا تھا ۔ یہ سمجھ کر خلوت خانے کو محل سرا بنایا چاہتا تھا کہ گاڑی ، ڈولی ، لونڈی ، اصیل ، کاچھن ، تیلن ، تنبولن ، کمہاری ، پسنہاری ، ان فرقوں کا ممر[1] وہ دروازہ رہے گا ؛ میری اور میرے بچوں کی آمد و رفت دیوان خانے میں سے رہے گی ۔ عباذاً باللہ ! وہ لوگ دیوان خانے میں سے آئیں جائیں ، اپنے بیگانے کو ہر وقت پچھلپائیاں نظر آئیں ۔

بی وفادار ، جن کو تم کچھ ، اور بھائی خوب جانتے ہیں ، اب تمھاری پھوپی نے انھیں "وفادار بیگ" بنا دیا ہے ۔ باہر نکلتی ہیں ، سودا[2] تو کیا لائیں گی ، مگر خلیق اور ملن‌سار ہیں ، رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں ۔ جب وہ محل سے نکلیں گی ، ممکن نہیں کہ اطرافِ نہر کی سیر نہ کریں گی ، ممکن نہیں کہ دروازے کے سپاہیوں سے باتیں نہ کریں گی ، ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑیں ، اور بی بی کو لے جا کر نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ "یہ پھول تائی چچا کے بیٹے کی کائی کی ابں ۔" شرح : تمھارے چچا کے بیٹے کی کیاری کے ہیں ـــــ ہے ہے ، ایسے عالی شان دیوان خانے کی یہ قسمت اور مجھ سے نازک مزاج دیوانے کی یہ شامت ! معہذا اس سہ دری کو اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے مکتب کے لیے ہرگز کافی نہ جانا ۔ مور اور کبوتر اور دنبہ اور بکری ، باہر گھوڑوں کے پاس رہ سکتے تھے ؟ "عرفت[3] ربی بفسخ العزائم" پڑھا اور چپ ہو رہا ۔ مگر تمھاری

۱۔ ممر : راستہ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۳۹ ۔

۳۔ جانا میں نے اپنے کو بہ سبب ٹوٹنے قصدوں کے ۔ (غالب) حاشیہ طبع اول ۔

خاطر عاطر جمع رہے کہ اسباب وحشت و خوف و خطر اب نہ رہے۔ مینہ کھل گیا ہے، مکان کے مالکوں کی طرف سے مدد شروع ہو گئی ہے۔ نہ لڑکا ڈرتا ہے، نہ بی بی گھبراتی ہے، نہ میں بے آرام ہوں۔ کھلا ہوا کوٹھا، چاندنی رات، ہوا سرد، تمام رات فلک پر مریخ پیش نظر، دو گھڑی کے تڑکے زہرہ جلوہ گر۔ ادھر چاند مغرب میں ڈوبا آدھر مشرق سے زہرہ نکلی۔ صبوحی کا وہ لطف، روشنی کا وہ عالم!

۶ ماہ اگست[۱] سنہ ۱۸۶۲ع

[۳۶۱] ایضاً (۵۰)

صبح[۲] سہ شنبہ، نہم ستمبر سنہ ۱۸۶۲ع

جان غالب! مگر جسم سے نکلی ہوئی جان، قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع ہے خدا کا احسان۔ مرزا قربان علی بیگ تمھاری کشش کے مجذوب کیوں بنتے؟ وہ تو خود سالک ہیں۔ مگر ہاں، یہ صاحب زادہ سعادت مند رضوان[۳] سو اس کے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب کا ہم مطبخ اور آپ کا ہم مائدہ ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہرہ کیا مقرر ہوا؟ اثنا عشری ایک تم ہو، سو تمھیں کیا اختیار ہے؟ البتہ عشرۂ مبشرہ کی اولیت پر مدار ہے۔ باپ تمھارا

۱- مطابق چہار شنبہ ۹ صفر ۱۲۷۹ھ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۶۶، مجیدی صفحہ ۳۲۸، مبارک علی صفحہ ۳۲۴، رام نرائن صفحہ ۳۲۱، مہیش صفحہ ۳۴۷، مہر صفحہ ۸۲۔ تاریخ انگریزی مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۲۷۹ھ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۴۰۔ رضوان و سالک کی نوکری کا قصہ ہے۔ سالک کی ملازمت کا انتظام نہ ہوا اور رضوان دس یا سات روپے ماہوار پر نوکر رکھ لیے گئے۔ مرزا اس واقعے کو مزہ لے لے کر بیان کر رہے ہیں۔

خلاف قاعدۂ اہل سنت جماعت ، عشرہ میں سے ثلثہ کو کم کرتا تھا ، رضوان نے نہ مانا ۔ کیوں کر مانتا ، وہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا ۔ تہور خاں صاحب کے باب میں بندہ جویا اس خبر کا ہے کہ اب لوہارو سے اُن کا ارادہ کدھر کا ہے ؟

رضوان کو دعا پہنچے ۔ نواب صاحب کی عنایت اور مولانا علائی کی صحبت مبارک ہو ! پیر جی سے جب پوچھتا ہوں کہ تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے ۔ اور میں پوچھتا ہوں کس کا ؟ تو وہ فرماتے ہیں مرزا شمشاد علی بیگ کا ۔ ایں ، اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے ؟ دیکھو یوسف علی خاں بیٹھے ہیں ، ہیرا سنگھ موجود ہے ۔ واہ صاحب ! میں کیا خوشامدی ہوں ، جو منہ دیکھی کہوں ؟ میرا شیوہ حفظ الغیب ہے ، غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے؟ ہاں صاحب ، آپ ایسے ہی وضع دار ہیں ، اس میں کیا ریب ہے ۔

[۳۶۲] ایضاً (۵۱)

جانا[1] ، عالی شانا ! خط پہنچا ، حظ اٹھایا ۔ تمھاری آشفتہ حالی میں ہرگز شک نہیں ۔ تم کہیں ، قبائل کہیں ، والی شہر نا سازگار ، انجام کار ناپدیدار ، ایک دل اور سو آزار ۔ اللہ تمھارا یاور ، علی تمھارا مددگار ۔ میں پا در رکاب بلکہ نعل در آتش ، کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں ؟ ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا ، وہاں سے آس

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۶۶ ، مجیدی صفحہ ۳۲۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۲۵ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۲ ، مہیش صفحہ ۳۶۵ ، مہر صفحہ ۹۹ ۔ اردوے معلیٰ و خطوط غالب مہیش ، طبع اول ''حظ اُٹھا''۔ مہر اور نسخۂ مبارک علی ''حظ اٹھایا'' ۔ آگے چل کر اردوے معلیٰ اور مہیش میں ''پدیدار'' نسخۂ مبارک عی و مہر میں ''ناپائدار''۔

کا جواب آ گیا۔ روہیلا پھوڑے پھنسی میں مبتلا ہے ، خدا اُس کو صحت[1] دے۔ شمشاد علی بیگ کہاں الور پہنچا ، اور اس طرح گیا کہ شہاب الدین خاں سے بھی مل کر نہ گیا۔ خیر : ع

رموز مصلحت خویش خسرواں دانند

یہاں[2] جشن کے وہ سامان ہو رہے ہیں کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا۔ شہر سے دو کوس پر آغا پور نامی ایک بستی ہے۔ آٹھ دس دن سے وہاں خیام برپا تھے۔ پرسوں صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبوں اور میموں کے آئے اور خیموں میں اترے۔ کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوئے۔ سب سرکار رام پور کے مہماں۔ کل سہ شنبہ ۵ دسمبر حضور پر نور بڑے تجمل سے آغا پور تشریف لے گئے۔ بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو خلعت پہن کر آئے۔ وزیرعلی خاں خانساماں خواصی میں سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا۔ دو کوس کے عرصہ میں دو ہزار روپیہ سے کم نہ نثار ہوا ہوگا۔ آج صاحبان عالی شان کی دعوت ہے۔ ٹِفِن ، شام کا کھانا یہیں کھائیں گے۔

روشنی آتش بازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کرے گی۔ طوائف کا وہ ہجوم ، حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۱۔

۲۔ غالب نے کلب علی خاں کی تخت نشینی کی پر وقار تقریب سے متاثر ہو کر اکثر احباب کو تفصیلات لکھیے اور اسے "جشن جمشیدی" کا نام دیا۔ اس موقع پر انھوں نے ایک فارسی نثر (دیکھیے کلیات نثر صفحہ ۹۱) اور ایک قصیدہ پیش کیا (دیکھیے کلیات جلد دوم صفحہ ۳۹۶ طبع مجلس ترقی ادب بہ ترتیب فاضل) قصیدہ میں تیس شعر ہیں اور مطلع ہے :

تا چہ نیرنگ است ایں کاندر جہاں آوردہ اند
نوبہار طرفہ در فصل خزاں آوردہ اند

کہا چاہیے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالی شان کے کل جائیں گے ، کوئی کہتا ہے پرسوں ۔

رئیس کی تصویر کھینچتا ہوں : قد ، رنگ ، شکل ، شمایل بعینہ بھائی ضیاء الدین خان ۔ عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت ۔ حلیم و خلیق ، باذل ، کریم ، متواضع ، متشرع ، متورع ، شعر فہم ۔ سیکڑوں شعر یاد ، نظم کی طرف توجہ نہیں ۔ نثر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں ۔ جلالائے طباطبائی کی طرز برتتے ہیں ۔ شگفتہ جبیں ایسے کہ ان[1] کے دیکھنے سے غم کوسوں بھاگ جائے ، فصیح بیان ایسے کہ ان کی تقریر سن کر ایک اور نئی روح قالب میں آئے ۔ اللھم دام اقبالہ و زاد اجلالہ ۔

بعد اختتامِ محافل طالبِ رخصت ہوں گ ، بعد حصولِ رخصت دلی جاؤں گا ۔ بھائی صاحب کی خدمت میں بہ شرط رسائی و تاب گویائی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تم کو معلوم ہوئی ہے ، وہ مجھ کو لکھنا ۔

۶ دسمبر سنہ ۱۸۶۵ع[2] کی ، بدھ کا دن ، صبح کے آٹھ بجا چاہتے ہیں ۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہو گے ۔

[۳۶۳] ایضاً (۵۲)

صبح[3] یکشنبہ ، ۲۷ جولائی سنہ ۱۸۶۲ع

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۲ ۔

۲۔ مطابق ۱۶ رجب ۱۲۸۲ھ ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۳۶۸ ، مجیدی صفحہ ۳۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۲۶ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۳ ، مہیش صفحہ ۳۴۲ ، مہر صفحہ ۷۷ تاریخ کے سلسلے میں اردوے معلیٰ طبع اول میں ۱۸۶۴ع چھپا ہے ، لیکن مہیش اور جنتری سے وہ اور تاریخ ملائی گئی تو ۱۸۶۲ع صحیح ہے جو مطابق ۲۸ محرم ۱۲۷۹ھ کے ہے ۔

میری جان ! سن ، پنجشنبہ پنجشنبہ[1] ، جمعہ نو ، ہفتہ دس ، انوار گیارہ ؛ ایک مژہ برہم زدن مینہ نہیں تھا ۔ اس وقت شدت سے برس رہا ہے ۔ انگیٹھی میں کوئلے دہکا کر پاس رکھ لیے ہیں ۔ دو سطریں لکھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا ۔ کیا کروں ؟ تمھارے خط کا جواب ضرور ۔ لو سنتے جاؤ ، مرزا شمشاد علی بیگ کو تمھارا خط پڑھوا دیا ، انھوں نے کہا کہ غلام حسن خاں کی معیت پر کیا موقوف ہے ؟ مجھے آج سواری مل جائے ، کل چل نکلوں ۔ اب میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہیں ، گاڑی کی تدبیر ہو جائے بس ۔

پچاس برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی ، میں نے حسب الحکم غزل لکھی ۔ بیت الغزل یہ ہے :

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا ، نہ دے شراب تو دے

مقطع یہ ہے :

اسد خوشی سے مرے ہات پانو پھول گئے
کہا جو اس نے ذرا میرے پانو داب تو دے

اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع[2] اور چار شعر کسی نے لکھ کر اس مقطع اور اس بیت الغزل کو شامل ان اشعار کے کر کے غزل بنا لی ہے اور

۱- مہر صاحب فرماتے ہیں پنجشنبہ کے بعد ”آٹھ“ اتفاقاً تمام نسخوں سے حذف ہو گیا ہے :

۲- یہ شعر تعلیقات دیوان غالب میں عرشی صاحب نے صاحب عالم کے روزنامچے سے نقل کیے ہیں :

نہ بوسے دے مجھے ، میرا دل خراب تو دے
دل خراب بھی رہنے دے ، کچھ جواب تو دے
ہزار بوسے ہیں تجھ پر ، مرے حساب کی رو
پر ایک بوسہ مجھے تو علی الحساب تو دے

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۱۲ پر)

اس کو لوگ گاتے پھرتے ہیں۔ مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی اُلو کے۔ جب شاعر کی زندگی میں گانے والے شاعر[1] کے کلام کو مسخ کر دیں، تو کیا بعید ہے کہ دو شاعر متوفٰی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو؟ مقطع بے شک مولانا مغربی کا ہے، اور وہ شعر جو میں نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جو اب لکھتا ہوں:

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

یہ دونوں شعر 'قدسی' کے ہیں[2]۔ 'مغربی' قدما میں اور عرفا میں ہے، جیسا 'عراقی'۔ ان کا کلام دقائق و حقائق تصوف سے لبریز۔ 'قدسی' شاہ جہانی شعرا میں 'صائب' و 'کلیم' کا ہم عصر اور ہم چشم۔ ان کا کلام شور انگیز، ان بزرگوں کی طرز و روش میں زمین و آسمان کا فرق۔

بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ نہیں کہ ادھر متھرا داس سے قرض لیا، ادھر درباری مل کو مارا، ادھر خوب چند

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۱)

اِدھر تو گور میں چپ ہوں غم جدائی سے
ادھر کہے ہے فرشتہ "مجھے حساب تو دے"
یہ کون کہوے ہے "آباد کر ہمیں" لیکن
کبھی زمانہ مراد دل خراب تو دے

شرح غالب، صفحہ ۳۵۶، بحوالہ روز نامچہ مکتوبہ ۲۳ جولائی ۱۸۵۳ع۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۴۴۔

۲۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی فرماتے ہیں یہ غزل حیرتی کی ہے۔ نیز دیکھیے خط ۴۳۶ و ۴۴۰۔

چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی ـ ہر ایک پاس تمسک مہری موجود ـ شہد لگاؤ چاٹو ، نہ مول نہ سود ـ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل پھوپھی کے سر ـ با ایں ہمہ کبھی خان نے کچھ دے دیا ، کبھی الور سے کچھ دلوا دیا ، کبھی ماں نے کچھ آگرے سے بھیج دیا ـ اب میں اور باسٹھ روپے آٹھ آنے کلکٹری کے ، سو روپے رام پور کے ـ قرض دینے والا ایک میرا مختارکار ـ وہ سود ماہ بہ ماہ لیا چاہے ، مول میں قسط اس کو دینی پڑے ـ انکم ٹکس جدا ، چوکی دار جدا ، سود جدا ، مول جدا ، بی بی جدا ، بچے جدا ، شاگرد پیشہ جدا ، آمد وہی ایک سو باسٹھ ـ تنگ آ گیا ، گزارہ مشکل ہو گیا ـ روزمرہ کا کام بند رہنے لگا ـ سوچا کہ کیا کروں ، کہاں سے گنجائش نکالوں ؟ قہر درویش بر جان درویش صبح کی تبرید متروک ، چاشت کا گوشت آدھا ، رات کی شراب و گلاب موقوف ـ بیس بائیس روپیہ مہینہ بچا ، روزمرہ کا خرچ چلا ـ یاروں نے پوچھا : تبرید و شراب[1] کب تک نہ پیو گے ؟ کہا گیا جب تک وہ نہ پلائیں گے ـ پوچھا : نہ پیو گے تو کس طرح جیو گے ؟ جواب دیا کہ جس طرح وہ جلائیں گے ـ بارے مہینا پورا نہیں گزرا تھا کہ رام پور سے علاوہ وجہ مقرری اور روپیہ آ گیا ، قرض مقسط ادا ہوگیا ـ متفرق رہا ، خیر رہو ـ صبح کی تبرید ، رات کی شراب جاری[2] ہو گئی ، گوشت پورا آنے لگا ـ

۱ـ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۳ خط نمبر ۳۳۰ میں ۱۸ جولائی کو لکھ چکے ہیں کہ ترک شراب نوشی ۲۲ جون کو ہوئی اور ۱۰ جولائی سے پینا شروع کر دی ـ اسی خط کے جواب میں امین الدین خاں اور حمزہ خاں نے کچھ لکھا تو مرزا صاحب نے مندرجۂ بالا جواب دیا ـ

۲ـ خط نمبر ۳۳۰ میں التوائے شراب نوشی کی تاریخ ۲۲ جون اور شروع شراب نوشی ۱۰ جولائی لکھی ہے ، یعنی اٹھارہ دن نہ پی ـ

چونکہ بھائی نے وجہ موقوف و بحالی پوچھی تھی ، اُن کو یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا :

اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

دیکھنا ، ہم کو یوں پلاتے ہیں ۔ دریبہ کے بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا اور رسائل ابوحنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارنا اور ہے اور عُرفا کے کلام سے حقیقت حقہٗ وحدت وجود کو اپنے دل نشین کرنا اور ہے ۔ مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں ، مشرک وہ ہیں جو مسیلمہ[۱] کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں ، مشرک[۲] وہ ہیں جو نومسلموں کو ابوالائمہ کا ہمسر مانتے ہیں ۔ دوزخ اُن لوگوں کے واسطے ہے ۔ میں موحد خالص اور مومن کامل ہوں ۔ زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہوں ۔ انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت میں سب مفترض الطاعت تھے ۔ محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی ۔ یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہیں ۔ مقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت[۳] نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ

۱۔ مسیلمہ : یمامہ کے بنی حنیفہ کا ایک عرب مدعی نبوت جس نے آنحضرت کے آخری عہد میں نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ کے بعد قتل کیا گیا ۔

۲۔ یہاں سے غالب اپنے عقائد کا اظہار کرنے میں ترش اور جذباتی ہو گئے ہیں اور ایسے کلمات لکھ گئے ہیں جو خالص و مخلص شیعہ کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کے قلم سے نہیں لکھے جا سکتے ۔ چونکہ علاء الدین خاں خود ، مولائی ، اور اثنا عشری تھے اس واسطے خط میں صراحت زیادہ کی ہے ۔

۳۔ شیعہ عقیدے کے مطابق امامت ایسا منصب ہے جو خدا کی

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۱۵ پر)

علی علیہ السلام ہے ، ثم حسن ثم۔ حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام : ع

بریں زیستم ہم بریں بگذرم

ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباحت[۱] اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں۔ اگر مجھ کو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا ، بلکہ دوزخ کا ایندھن ہوں گا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کروں گا تاکہ مشرکین و منکرینِ نبوت مصطفوی و امامتِ مرتضوی اس میں جلیں۔

سنو مولوی صاحب ! اگر ہٹ دھرمی نہ کروگے اور کتمانِ حق کو گناہ جانو گے تو البتہ تم کو یاد ہوگا اور کہو گے کہ ہاں یاد ہے۔ جن روزوں میں تم علاء الدین خاں کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایک دن غریب کو دو تین تپانچے مارے ہیں ، نواب امین الدین خاں ان دنوں میں لوہارو میں ہیں۔ علاء الدین خاں کی والدہ نے تم کو ڈیوڑھی پر سے اٹھا دیا ، تم با چشم پر آب میرے پاس آئے۔ میں نے تم سے کہا کہ بھائی شریف زادوں کو اور سردار زادوں کو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں ، مارتے نہیں۔ تم نے بے جا کیا ، آئندہ یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۴)

طرف سے نبی کے ذریعے معیّن افراد کو مرحمت ہوتا ہے اور آنحضرت نے یہ منصب اپنے بعد حضرت علی اور ان کے بعد گیارہ حضرات کے لیے معیّن فرمایا ہے۔

۱۔ اردوے معلی طبع اول آغاز صفحہ ۴۴۵۔ اردوے معلی کے تمام نسخوں میں ''اباحت'' کو عبن سے لکھا گیا ہے جو غلط ہے۔ اباحت کو مردود سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں شریعت محمدی کے حلال و حرام کا اعتقاد رکھتا ہوں اور اس کی مخالفت کو گناہ گری جانتا ہوں۔ اباحیہ فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا۔

حرکت نہ کرنا۔ تم نادم ہوئے۔ اب وہ مکتب نشین طفل سے گذر کر پیر ہفتاد سالہ کے واعظ بنے۔ تم نے کئی فاقوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہے : ع

چوں پیر شدی حافظ الخ

اور پھر بڑھتے ہو اس کے سامنے کہ اُس کی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان سے دو چند سہ چند ہے ، مجموعۂ نثر جداگانہ ۔ اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ ہے اور ہزار شعر اس کے مخالف ہیں :

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را
تا بنگری صفائے مے لعل فام را

شراب ناب خور و روے مہ جبیناں بیں
خلاف مذہب آناں جمال ایناں بیں

ترسم کہ صرفہ نہ برد روز بازخواست
نانِ حلالِ شیخ ، ز آبِ حرامِ ما

ساقی مگر وظیفۂ حافظ ز بادہ داد
کاشفتہ گشت ، طرۂ دستار مولوی

میاں ! میں بڑی مصیبت میں ہوں ، محل سرا کی دیواریں گر گئی ہیں ، پاخانہ ڈھ گیا ہے ، چھتیں ٹپک رہی ہیں ۔ تمھاری پھوپھی کہتی ہیں : ہائے دبی ! ہائے مری ! دیوان خانے کا حال محل سرا سے بدتر ہے ۔ میں مرنے سے نہیں ڈرتا ، فقدانِ راحت سے گھبرا گیا ہوں ۔ چھت چھلنی ہے ۔ ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے ۔ مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے ، تو کیوں کر کرے ؟ مینہ کھلے تو سب کچھ ہو ، اور پھر اثنائے مرمت میں ، میں بیٹھا کس طرح رہوں ۔ اگر تم سے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۶ ۔

ہوسکے ، تو برسات تک بھائی سے مجھ کو وہ حویلی جس میں میر حسن رہتے تھے ، اپنی پھوپھی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے وہ بالاخانہ مع دالانِ زیریں ، جو الٰہی بخش خاں مرحوم کا مسکن تھا ، میرے رہنے کو دلوا دو ۔ برسات گزر جائے گی ، مرمت ہو جائے گی ، پھر 'صاحب' اور 'میم' اور 'بابا لوگ' اپنے قدیم مسکن میں آ رہیں گے ۔ تمھارے والد کے ایثار و عطا کے جہاں مجھ پر احسان ہیں ، یہ ایک مروت کا اِحسان میرے پایانِ عمر میں اور بھی سہی ۔

غالب

[۳۶۳] ایضاً (۵۳)

چار شنبہ[1] ، ۱۸ مئی سنہ ۱۸۶۳ع ، بقولِ عوام 'باسی عید کا دن' ، صبح کا وقت ۔

میری جان ! غالبِ کثیرالمطالب کی کہانی سن ۔ میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں ۔ جہاں ایک امر کی ابتدا دیکھی ، یہ جان لیا کہ اب یہ امر مطابق اس بدایت کے نہایت پذیر ہوگا ۔ یہاں اختلافِ طبائع کا وہ حال کہ آغاز مغشوش ، انجام مخدوش ۔ مبتدا خبر سے بیگانہ ، شرط جزا سے محروم ۔ سُنا اور متواتر سنا کہ قصہ طے ہو گیا ؛ اب علاء الدین خاں مع قبائل آئیں گے ۔ دل خوش ہوا کہ اپنے محبوب کی شکل مع اُس کے نتائج کے دیکھوں گا ۔ پرسوں[2] آخر روز بھائی پاس گیا ۔

۱- مجتبائی صفحہ ۳۷۱ ، مجیدی صفحہ ۳۳۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۲۹ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۷ ، مہیش صفحہ ۳۵۷ ، مہر صفحہ ۹۱ ۔ اردوے معلیٰ طبع اول اور مجتبائی میں اٹھارہ سو کے بعد کا ہندسہ چھپنے سے رہ گیا ۔ مجیدی اور بعد کے نسخوں میں اسے اڑسٹھ فرض کر لیا گیا ، حالانکہ واضح طور پر ۱۸ مئی ۱۸۶۳ع چہار شنبہ کے دن ۱۱ ذی حجہ ۱۲۸۰ھ تقویم میں موجود ہے ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۳۷ ۔

اثنائے اختلاط و انبساط میں میں نے پوچھا کہ کہو بھئی علاء الدین خاں کب آئیں گے ؟ جواب کچھ نہیں ۔ 'اجی'[1] وہ قصہ تو طے ہو گیا ؟ ہاں وہ تو روپیہ میں نے دے بھی دیا ۔ میں نے کہا : 'تو اب چاہیے کہ وہ آئیں' ۔ فرمایا کہ 'شاید ابھی نہ آئے' : [ع]

معلوم ہوا کہ خیر ٹھینگا باجا

ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب وہ لکھ کر بھیجوں ۔ پرسوں تو شام ہو گئی تھی ، کل بغل گیر ہونے والوں نے دم نہ لینے دیا ۔ اس پر طرہ یہ کہ ثاقب نے کہا کہ بھائی تم سے شاکی ہیں ۔ اب ضرور آ پڑا کہ گذارشِ مدعا سے پہلے تمھارے رفعِ ملال میں کلام کروں ۔

بھائی ! تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو ۔ اگر میرا صُلبی بیٹا اس دید و دانست و تحریر و تقریر کا ہوتا تو میں اس کو اپنا یار وفا دار اور ذریعۂ افتخار جانتا ۔ میرے خطوط کے نہ پہنچنے کا گلہ غلط ۔ تمھارا کون سا خط آیا کہ اس کا جواب یہاں سے نہ لکھا گیا ۔ میرے پاس جو مقاصدِ ضروری فراہم تھے ، وہ میں نے اس نظر سے نہ لکھے کہ اب تم آتے ہو ، زبانی گفت و شنید ہو جائے گی ۔ ثاقب نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا ، تب مجھے توطیہ و تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا ، ورنہ آغازِ نگارش یہاں سے ہوتا :

یا اسد اللہ الغالب !

با من از جہل معارض شدہ نا منفعلے
کہ گرش ہجو کنم ایں بودش مدح عظیم

یہ رسالہ موسوم بہ "محرقِ قاطع برہان" جو ثاقب نے تم کو بھیجا ہے ، میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس ارسال سے میرا مدعا

۱۔ اردوے معلیٰ کے پہلے نسخے کی طرح تمام نسخوں میں "اے وہ قصہ" ہے ۔ سہیش میں "اجی وہ قصہ" ہے ۔

یہ ہے کہ اس کے معائنے کے وقت اس کتاب کی بے ربطیِ عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت ہائے عدیدہ پر نظر نہ کرو۔ بیگانہ وار دیکھو اور از روئے انصاف حکم بنو، بے حیف و میل۔ اُس نے جو مجھے گالیاں دی ہیں، اُس پر غصہ نہ کرو۔ غلطیاں عبارت کی، شدتِ اطناب ممل کی صورت، سوال دیگر جواب دیگر، ان باتوں کو مطمح نظر کرو۔ بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو ان مراتب کو الگ ایک کاغذ پر لکھو اور بعد اتمام میرے پاس بھیج دو۔ میرا ایک دوست[2] روحانی کہ وہ منجملۂ رجال الغیب ہے، ان ہفوات کا خاکا اُڑا رہا ہے۔ نیّر رخشاں نے اُس کو مدد دی ہے، تم بھی بھائی مدد دو۔

اور وہ امر مبہم کہ جو تمھارے والد کی تقریر سے دل نشین نہیں ہوا، یعنی قصہ چک جانا اور دلی آنا اس کا ماجرا مفصل و مشرح لکھو۔

دن، تاریخ، اپنا نام آغازِ کتابت میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسالِ جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط

[۴۶۵] ایضاً (۵۴)

میاں[3]! تمھارے باپ کا تابع، تمھارا مطیع، فرخ مرزا کا فرماں بردار۔ مگر ابھی اُٹھا ہوں۔ اپنے کو بھی نہیں سمجھا کہ میں

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۴۸۔ 'محرق قاطع برہان' کے سلسلے میں دیکھیے خط نمبر ۴۴۹ محررہ ۳۰ مئی ۱۸۶۴ع۔
۲- 'محرق' کا جواب ایک تو نجف علی خاں نے 'دافع ہذیان' کے نام سے لکھا، دوسرے غالب نے خود لکھا مگر میاں داد خاں سیاح کے نام سے شائع کیا۔ اس کا نام تھا 'لطائف غیبی'۔ دونوں رسالے ۱۸۶۴ع میں اکمل المطابع دہلی ہی سے چھپے تھے۔
۳- مجتبائی صفحہ ۳۷۳، مجیدی صفحہ ۳۳۵، مبارک علی صفحہ ۳۳۰، رام نرائن صفحہ ۴۲۹، مہیش صفحہ ۳۷۱، مہر صفحہ ۱۰۴۔

کون ہوں ۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائے گا ۔ چھ جزو تمھارے دیے ہوئے میر مہدی حسین صاحب کو دیے اور باقی ، دن چڑھے اعیانِ مطبع جمع ہو لیں ، تو وہ اوراق بھی منگا دوں ۔

غالب

[۶۳—۱۸۶۶ع][1]

[۳۶۶] ایضاً (۵۵)

شنبہ[2] ۱۵ شعبان [۱۲۷۸ھ] و [۱۵] فروری [۱۸۶۲ع] وقت نماز ظہر ۔

نیرِ اصغرِ سپہرِ سخن سرائی مولانا علائی کے خاطر نشان و

۱- مہیش پرشاد صاحب اور پھر مہر صاحب نے اس خط کو ۱۸۶۶ع کے بعد اور ۶۸ع سے پہلے کے خطوں میں شمار کیا ہے ۔ میرے نزدیک یہ رقعہ ۱۸۶۳ع میں لکھا گیا ہے کیونکہ انھی دنوں مرزا نے اپنے خط علائی سے مانگے ہیں (خط ۳۱۸) اس کے بعد مئی ۶۳ع میں تقاضا کیا ۔ ۳۰ مئی کو ایک بنڈل ملا (خط ۳۵۱) پھر انھیں نقل کر کے واپس کیا ہے ۔ (دیکھیے خط نمبر ۳۴۴) اس روشنی میں یہ خط تیس مئی سے پہلے کا قرار پاتا ہے ۔ لیکن فرخ مرزا کے نام کا حوالہ کہتا ہے کہ ۱۸۶۳ع میں ان کی عمر تین سال کی تھی ۔ اس عمر کے بچے کو خط لکھنا ذرا مشکل ہے ۔ شاید ۶۵ ، ۶۶ میں لکھا ہو جب کہ بچہ کچھ سمجھنے بوجھنے کے قابل ہو جاتا ہے ۔ نیز ''چھ جزو'' بھی کتابت ختم ہونے کی غمازی کرتے ہیں ۔ دیکھیے خط ۳۶۸ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۷۳ ، مجیدی صفحہ ۳۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۹ ، مہیش صفحہ ۳۳۴ ، مہر صفحہ ۶۸ ۔ اردوے معلی کے تمام نسخوں میں سنہ اور فروری کی تاریخ درج نہیں ہے ۔ تقویم سے ان کا اضافہ کیا گیا ہے ۔

دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے ۔ میں گیا اور ملا ۔ علی حسین خاں کو بھی دیکھا ۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے ۔ میں گھر آیا ، کھانا کھایا ، دوپہر کو تمھارا خط پایا ، دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب[1] لکھا اور ڈاک میں بھجوایا ۔

یہ مرض جو بھائی کو ہے ، اس راہ سے کہ ضدِ صحت ہے ، مکروہ طبع ہے ، ورنہ ہرگز موجبِ خوف و خطر نہیں ۔ میں تو بھول گیا تھا ، اب بھائی کے بیان سے یاد آ گیا کہ ۱۲ - ۱۳ برس پہلے ایک دن ناگاہ یہ حالت طاری ہوگئی تھی ۔ وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ افیون نہ تھے ۔ تنقیہ بہ قے فوراً اور بہ اسہال بعد چند روز عمل میں آیا ۔ اب سنِ کہولت ، استعمالِ افیون مزید علیہ ۔ دورہ جلد جلد متواتر ہوا ۔ اضطراب از راہِ محبت ہے ، از روئے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہیں ۔ نظری میں یکتا حکیم امام الدین خاں[2] ، وہ ٹونک ۔ عملی میں چالاک حکیم احسن اللہ خاں ، وہ کرولی ۔ رہے حکیم محمود[3] خاں ، وہ ہم سایہ دیوار بہ دیوار ۔ حکیم غلام نجف خاں وہ دوست قدیم صادق الولا ۔ حکیم 'بقا' کے خاندان میں دو صاحب

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۹۴۴ ۔

۲۔ سرسید کہتے ہیں کہ جامع معقول و منقول ، حاوی فروع و اصول ہیں ۔ سرکار بادشاہی سے عہدۂ طبابت پر مامور تھے ۔

۳۔ حکیم صادق علی خاں متوفی ۱۲۶۲ھ کے فرزند اور حکیم اجمل خاں کے بیٹے ۔ نجف خاں کا ذکر گذر چکا ۔ حکیم احسن اللہ خاں غدر کے کچھ دن بعد دہلی سے چلے گئے تھے اور ۱۸۷۳ع بڑودہ میں فوت ہوے ۔ سنجھلے صاحب سے حکیم حسام الدین مراد ہیں ۔

کون ہوں ۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائے گا ۔ چھ جزو تمہارے دیے ہوئے میر مہدی حسین صاحب کو دیے اور باقی ، دن چڑھے اعیانِ مطبع جمع ہو لیں ، تو وہ اوراق بھی منگا دوں ۔

غالب

[۱۸۶۶ع۱—۶۳]

[۳۶۶] ایضاً (۵۵)

شنبہ[۲] ۱۵ شعبان [۱۲۷۸ھ] و [۱۵] فروری [۱۸۶۲ع] وقت نماز ظہر ۔

نیرِ اصغرِ سپہرِ سخن سرائی مولانا علائی کے خاطر نشان و

۱- مہیش پرشاد صاحب اور پھر مہر صاحب نے اس خط کو ۱۸۶۶ع کے بعد اور ۶۸ع سے پہلے کے خطوں میں شمار کیا ہے ۔ میرے نزدیک یہ رقعہ ۱۸۶۳ع میں لکھا گیا ہے کیونکہ انھی دنوں مرزا نے اپنے خط علائی سے مانگے ہیں (خط ۳۱۸) اس کے بعد مئی ۶۳ع میں تقاضا کیا ۔ ۳۰ مئی کو ایک بنڈل ملا (خط ۳۵۱) پھر انھیں نقل کر کے واپس کیا ہے ۔ (دیکھیے خط نمبر ۳۴۴) اس روشنی میں یہ خط تیس مئی سے پہلے کا قرار پاتا ہے ۔ لیکن فرخ مرزا کے نام کا حوالہ کھٹا ہے کہ ۱۸۶۳ع میں ان کی عمر تین سال کی تھی ۔ اس عمر کے بچے کو خط لکھنا ذرا مشکل ہے ۔ شاید ۶۵ ، ۶۶ میں لکھا ہو جب کہ بچہ کچھ سمجھنے بوجھنے کے قابل ہو جاتا ہے ۔ نیز ''چھ جزو'' بھی کتابت ختم ہونے کی غمازی کرتے ہیں ۔ دیکھیے خط ۳۶۸ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۷۳ ، مجیدی صفحہ ۳۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۹ ، مہیش صفحہ ۳۳۴ ، مہر صفحہ ۶۸ ۔ اردوے معلیٰ کے تمام نسخوں میں سنہ اور فروری کی تاریخ درج نہیں ہے ۔ تقویم سے ان کا اضافہ کیا گیا ہے ۔

دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ٦ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے ۔ میں گیا اور ملا ۔ علی حسین خاں کو بھی دیکھا ۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے ۔ میں گھر آیا ، کھانا کھایا ، دوپہر کو تمھارا خط پایا ، دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب[1] لکھا اور ڈاک میں بھجوایا ۔

یہ مرض جو بھائی کو ہے ، اس راہ سے کہ ضدِ صحت ہے ، مکروہ طبع ہے ، ورنہ ہرگز موجبِ خوف و خطر نہیں ۔ میں تو بھول گیا تھا ، اب بھائی کے بیان سے یاد آ گیا کہ ۱۲ - ۱۳ برس پہلے ایک دن ناگاہ یہ حالت طاری ہوگئی تھی ۔ وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ افیون نہ تھے ۔ تنقیہ بہ قے فوراً اور بہ اسہال بعد چند روز عمل میں آیا ۔ اب سنِ کہولت ، استعمالِ افیون مزید علیہ ۔ دورہ جلد جلد متواتر ہوا ۔ اضطراب از راہِ محبت ہے ، از روئے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہیں ۔ نظری میں یکتا حکیم امام الدین خاں[2] ، وہ ٹونک ۔ عملی میں چالاک حکیم احسن اللہ خاں ، وہ کرولی ۔ رہے حکیم محمود[3] خاں ، وہ ہم سایہ دیوار بہ دیوار ۔ حکیم غلام نجف خاں وہ دوست قدیم صادق الولا ۔ حکیم 'بقا' کے خاندان میں دو صاحب

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۴۹ ۔

۲۔ سرسید کہتے ہیں کہ جامع معقول و منقول ، حاوی فروع و اصول ہیں ۔ سرکار بادشاہی سے عہدۂ طبابت پر مامور تھے ۔

۳۔ حکیم صادق علی خاں متوفیٰ ۱۲٦۲ھ کے فرزند اور حکیم اجمل خاں کے بیٹے ۔ نجف خاں کا ذکر گذر چکا ۔ حکیم احسن اللہ خاں غدر کے کچھ دن بعد دہلی سے چلے گئے تھے اور ۱۸۷۳ع بڑودہ میں فوت ہوئے ۔ سنجھلے صاحب سے حکیم حسام الدین مراد ہیں ۔

سوجود - تیسرے حکیم منجھلے، وہ بھی شریک ہو جائیں گے - اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے ؟ ہاں ، دو ایک ڈاکٹر باعتبار ہم قومی حکام نامور ، یا کوئی ایک آدھ بید سو سنزوی اور گم نام - بہر حال خاطر جمع رکھو - خدا کے فضل پر نظر رکھو - سبحان اللہ تم مجھ سے سپارس کرو امین الدین خاں کی - کیا میرے پہلو میں دل یا میرے دل میں ایمان ، جس کو محبت بھی کہتے ہیں ، بقدرِ پرِ پشہ و سرِ مور بھی نہیں ؟ معالجہ حکما کی راہ پر رہے گا - ندیمی اور غم خواری میں اگر قصور کروں تو گناہ گار - میاں ایسے موقع میں رائے اطبا میں خلاف کم واقع ہوتا ہے - مرض مشخص ، دوا معین ، سوء مزاج ساذج نہیں عادی ہے اور مادہ بارد ہے - کوئی طبیب سوائے تنقیہ کے کچھ تدبیر نہ سوچے گا - تنقیہ میں سوائے مخرجاتِ بلغم اور کچھ نہ تجویز کرے گا - تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایارج کا مسہل دیا جائے - اسما و آیاتِ شفا بخش مقرر ہیں - ردِ سحر و دفعِ بلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے - لیکن آن ملاؤں اور عزائم خانوں نے تہہ توڑ[۲] دی ہے ، کچھ نہیں جانتے اور باتیں بکھانتے ہیں - تمھارے باپ پر کوئی سحر کیوں کرے گا - بے چارہ الگ ایک ایسے گوشہ میں رہتا ہے کہ جب تک خاص وہاں کا قصد نہ کرے کبھی کوئی وہاں نہ جائے ، یہ خیال عبث - ہاں ، خیرات و مساکین سے طلبِ دعا اور اہل اللہ سے استمداد ؟ شہر میں مساکین شمار سے باہر ، اہل اللہ میں ایک حافظ عبدالعزیز - ما بخیر شما بسلامت - دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں -

نجات کا طالب
غالب

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۰ -
۲- تہہ توڑ دی ہے : اعتبار کھو دیا ہے -

[۳٦۷] ایضاً (٥٦)

اقبال[۱] نشان والا شان ، صدرہ عزیز تر از جان میرزا علاءالدین خاں کو دعائے درویشانہ غالب دیوانہ پہنچے ۔

سال ِ نگارش تم کو یاد ہو گا ۔ میں نے دبستان ِ[۲] فارسی کا تم کو جانشین و خلیفہ قرار دے کر ایک سجل لکھ دیا ہے ۔ اب جو چار[۳] کم اسّی برس کی عمر ہوئی اور جانا[۴] کہ میری زندگی برسوں کیا بلکہ مہینوں کی[۵] نہ رہی ، شاید بارہ مہینے ، جس کو ایک برس کہتے ہیں ، اور جیوں ، ورنہ دو چار مہینے ، پانچ سات ہفتے ، دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے ۔ اپنے ثبات ِ حواس میں ، اپنے دستخط سے ، یہ توقیع تم کو لکھ دیتا ہوں کہ فن ِ اُردو میں نظماً و نثراً تم میرے جانشین ہو۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۷۳ ، مجیدی صفحہ ۳۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۱ ، رام نرائن صفحہ ۴۲۹ ، مہیش صفحہ ۳۷۲ ، مہر صفحہ ۱۰۴ ۔

۲۔ شاید اس سے وہ سند مراد ہے جس کا عکس 'غالب' از مہر طبع اول صفحہ ۳۰۸ کے مقابل میں چھپا ہے ۔

۳۔ مہر صاحب فرماتے ہیں ۔ "۱۲۸۵ھ میں غالب کی عمر ۷۳ برس کی تھی ، معلوم نہیں کس حساب سے ۷٦ برس بنا دیا ۔ میرا خیال ہے ، اصل لفظ چار نہیں سات ہو گا ، غلطی سے چار بڑھا گیا اور یہی رائج رہا'۔ واقعہ یہ ہے کہ اکرام صاحب نے اس تحریر کا عکس چھاپ دیا ہے ۔ اس میں "چار" کے بعد عدد میں بھی ۴ تحریر ہے ۔ غالب بیماری کی وجہ سے بہ ظاہر ذہنی کرب میں مبتلا تھے۔ جیسے تحریر سے واضح ہوتا ہے ۔

۴۔ اصل خط میں 'اب' لکھ کر قلم زد کر دیا ہے ۔

۵۔ یہاں پھر عبارت لکھنے میں تکلف ہوا ہے ۔ 'نکی' سے بھی نہیں ۔ 'نہ' میں بھی کلام ہے ۳ سہنو' جیسے بے ربط کلمات لکھ کر کاٹ دیے ہیں ۔

چاہیے کہ میرے جاننے والے[1]، جیسا مجھ کو جانتے تھے، ویسا تم کو جانیں اور جس طرح مجھ کو مانتے تھے، تم کو مانیں۔ کل شئی ھالک [الا وجھہ[2]] و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

یکشنبہ، سلخ صفر[3] سنہ ۱۲۸۵ ہجری، ۲۱ جون سنہ ۱۸۶۸ عیسوی من مقام دہلی۔

۱۔ 'والے' کے بعد 'تم کو میری جگہ جانیں' قلم زد ہے۔
۲۔ اردوے معلیٰ میں 'الا وجھہ' ندارد۔
۳۔ ربیع الاول لکھ کر کاٹ دیا۔ دیکھیے عکس تحریر مشمولہ غالب نامہ بعد صفحہ ۹۳ طبع دوم بمبئی ۱۹۳۹ء۔

[۴٦٨] به نام[1] مرزا امیر الدین احمد خاں ، المدعو به فرخ مرزا (۱)

اے مردم[2] چشم جہاں بینِ غالب !

پہلے القاب کے معنے سمجھ لو ، یعنی 'چشم جہاں بین' غالب کی پتلی - چشمِ جہاں بیں : تمھارا باپ مرزا علاؤ الدین خاں بہادر ، اور پُتلی تم -

آج میں نے تمھارا خط دیکھا ، مجھ کو بہت پسند آیا - استاد کامل نہ ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا - آفرین ، صد آفرین - میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے ،

۱- نواب سر امین الدین خاں : علائی کے بڑے صاحب زادے تھے- ۱۸٦۰ع میں پیدا ہوے اور ۱۸۸۱ع میں ریاست کے سربراہ قرار پائے - ۱۸۹۹ع سے ۱۹۰۱ع تک پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی رہے - (دیکھیے تذکرہ روساء پنجاب جلد ۲ صفحہ ۸۰۳) مہر صاحب کہتے ہیں کہ امیرالدین صاحب کو جب معلوم ہوا کہ غالب کے خطوں کا مجموعہ چھپ رہا ہے تو کہا 'دادا جان ! ہمارے نام بھی ایک خط لکھ دو' اس موقع پر فرمایا 'دادا تمھارے امین الدین خاں ہیں ، میں تو تمھارا دل دادہ ہوں' یہی فقرہ لکھ دیا - یہ غالباً ۱۸٦۸ع کا واقعہ ہے - میرے خیال میں اڑسٹھ میں کتاب کے ابتدائی مراحل کتابت ختم ہو چکے ہوں گے - اس لیے ۱۸٦٦ع کا خط ماننا چاہیے - نیز دیکھیے خط نمبر ۴٦۵ -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۴۵۱ - مجتبائی صفحہ ۳۷۵ ، مجیدی صفحہ ۳٦۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۲ ، رام نرائن صفحہ ۴۳۱ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۱۱۰ -

یہ دعا مانگتا ہوں کہ تم کو زیادہ نہیں تو تمھارے باپ کے برابر علم و فضل ، اور تمھارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خان بہادر جنت آرام گاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے ۔

میاں ! تمھارے دادا نواب امین الدین خان بہادر ہیں ، میں تو تمھارا دلدادہ ہوں ۔ خبردار ! ہر جمعہ کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو ۔ والدعا

دیدار کا طالب غالب

[۱۸٦٦ع]

[۳۶۹] به نام' میر احمد حسین المتخلص به میکش (۱)

بھائی[۲] میکش ! آفرین ، ہزار آفرین ۔ تاریخ نے مزا دیا ۔ خدا جانے وہ خرمے کس مزے کے ہوں گے جن کی تاریخ ایسی ہے - دیکھو صاحب : ع

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

تاریخ دیکھی ، اس کی تعریف کے خرمے کھائیں گے ، اُس کی تعریف کریں گے ۔ کہیں یہ تمھارے خیال میں نہ آوے کہ یہ حسن طلب ہے کہ نا حق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو ۔ ابھی رقعہ لے کر آیا ہے ، ابھی خرمے لے کر آوے ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ اگر بہ فرض محال تم یوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے بھجواؤ گے تو ہم بھی کہیں گے - تازہ شے بہتر بارہ سے بہتر ۔

[۵۵/[۳]۱۸۵۶ع]

۱- میر کرار حسین دہلوی کے فرزند تھے۔ فارسی میں شعر کہتے تھے - کچھ دنوں تک غالباً دہلی میں وکالت عدالت دیوانی کرتے رہے - پھر پاٹودی چلے گئے تھے۔ (کلیات نثر صفحہ ۲۱۷) سنہ ۱۸۵۷ع کے ہنگامے میں ماخوذ ہو گئے اور بقول غالب پھانسی دی گئی - (مکتوب بہ نام غلام نجف خاں ، اردوے معلی) مالک رام کہتے ہیں کہ ایک گورے کی گولی کا شکار ہوے (تلامذۂ غالب صفحہ ۲۶۷) ۔ غالب کے گھرے دوستوں میں تھے -

۲- مجتبائی صفحہ ۳۷۵ ، مجیدی صفحہ ۳۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۲، مہیش پرشاد : خطوط غالب صفحہ ۱۷۶، مہر صفحہ ۵۸۷ -

۳- یکم محرم ۱۲۷۲ھ مطابق چودہ ستمبر ۱۸۵۵ع -

[۴۷۰] ایضاً (۲)

میاں[1] ! عجیب اتفاق ہے ۔ نہ میں تمھارے دیکھنے کو آ سکتا ہوں ، نہ تم میرے دیکھنے کو قدم رنجہ فرما سکتے ہو ۔ وہ قدم رنجہ کہاں سے کرو ، سراپا رنجہ ہو ، لاحول ولا قوۃ ۔ یہ تعطیل کے دن کیا نا خوش گزرے ۔ یوسف مرزا سے ، میر سرفراز حسین سے تمھارا حال سن لیتا ہوں اور رنج کھاتا ہوں ۔ خدا تمھارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا دے ۔ خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو ۔ والدعا

اسد

[۱۸۵۶ع[2]]

۱۔ اردوے معلی طبع اول آغاز صفحہ ۵۲۴ — مجتبائی صفحہ ۳۷۶ ، مجیدی صفحہ ۳۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۲ ، مہیش صفحہ ۱۷۶ ، مہر صفحہ ۵۸۸ ۔

۲۔ صرف ایک تخمینہ ۔

[۴۷۱] بہ نام[1] جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب (۱)

خاں صاحب[2] جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب کو غالب درد مند کا سلام ۔ خوب یاد کیجیے کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی ۔ اب ایک طرح کی عنایت کا سائل ہوں ؛ حامل ہذا المکتوب پنڈت جے نرائن میرا یہ خط لے کر حاضر ہوتے ہیں ۔ ان کے بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکار میں مناصب عالیہ اور عہدہ ہائے جلیلہ رکھتے تھے ۔ اب موقع یہ آیا ہے کہ جستجوئے نوکری میں پٹیالے آتے ہیں ۔ آپ کو میرے سر کی قسم ! جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے کوئی منصب ، کوئی عہدہ دلوا دو گے تو میں یہ جانوں گا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوا دیا ہے ، بڑا احسان مند ہوں گا ۔

نجات کا طالب ۔
غالب
۱۳ شوال[3] سنہ ۱۲۸۱ ہجری

۱- حکیم غلام مرتضیٰ خاں دہلی کے طبیبوں میں تھے ، پٹیالہ میں ملازم ریاست ہو کر چلے گئے ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۳۷۶ ، مجیدی صفحہ ۳۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۴ ، سہیش ندارد ، مہر صفحہ ۵۸۸ ۔
۳- مطابق ۱۱ مارچ ۱۸۶۵ع ۔

[۴۷۲] بہ نام[1] جناب حکیم غلام رضا خاں صاحب (۱)

نور دیدہ[2] و سرور دل و راحت جان، اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو غالبِ نیم جان کی دعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمھیں خدا کو سونپ کر روانۂ رام پور ہوا۔ موسم[3] اچھا تھا، گرمی گزر گئی تھی، جاڑا ابھی چمکا نہ تھا، عالم اعتدال آب و ہوا، سایہ و سرچشمہ جا بجا، آرام سے رام پور پہنچا۔ نواب صاحب حال بمقتضائے "الولد سر لابیہ" حسنِ اخلاق میں نواب فردوس آرام گاہ کے برابر بلکہ بعض شیوہ و روش میں اُن سے بہتر ہیں۔ بمجرد مسند نشینی کے غلہ کا محصول یک قلم معاف کیا۔ علی بخش خاں خانساماں کو تیس ہزار روپیہ بابت مطالبہ سرکاری بخش دیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عندالملاقات زبانی کہوں گا۔

سنو صاحب! میں فقیر آزادہ کیش ہوں۔ دنیادار نہیں، مکار نہیں، خوشامد میرا شعار نہیں۔ جس میں جو صفات دیکھتا ہوں وہ بیان کرتا ہوں۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے مجھے سو روپیہ مہینہ دیتے ہیں، تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمھارے باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بمثل میرا کوئی صلبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو، تو میں اُس کو اپنا فخر و شرف جانتا۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع، تورع و زہد و تقویٰ کے حاوی۔ علم اخلاق میں حکمائے روحانی

۱- حکیم غلام رضا خاں بھی دلی کے حکیموں میں تھے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۷۷، مجیدی صفحہ ۳۴۰، مبارک علی صفحہ ۳۳۴، رام نرائن صفحہ ۳۳۴، مہیش ندارد، مہر صفحہ ۵۸۸۔

۳- اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۵۳۔

نے سعادت کے جو مدارج لکھے ہیں وہ سب تم میں پائے جاتے ہیں۔ پروردگار تم کو عمر طبیعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے زیادہ دے۔

انشاء اللہ کہ ہم چنیں خواہد بود

غالب

[بعد[1] ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۵ع]

۱- غالب ۷ اکتوبر ۱۸۶۵ع کو روانہ ہوئے اور ۱۲ اکتوبر کو رام پور پہنچے۔ خطوط بنام علائی، ثاقب، حکیم غلام نجف خاں وغیرہ دیکھیے۔

[۴۷۳] بہ نام[1] جناب ماسٹر پیارے لال صاحب (۱)

شفیق مکرم[2] بابو پیارے لال صاحب کو سلام ۔ کل رقعہ مع مسودہ بابو[3] چندولال صاحب کے پاس پہنچ گیا ۔ یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہوں گے ۔ جلدی نہیں ، آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھیے ۔ جب صاف ہو جائے گا مجھے[4] دیجیے گا ؛ میں اپنی مہر کرکے ڈاک میں بھجوا دوں گا ۔ ابھی ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس سے آیا ہوں ۔ وہ کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئیں گے اور پرسوں شملے کو تشریف لے جائیں گے ۔ بطریق اطلاع

۱- پیارے لال آشوب : منشی رام نرائن کے فرزند اور راجہ ٹوڈرمل کے خاندان سے تھے ۔ ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے ۔ دلی کالج میں ذکاء اللہ ، آزاد ، نذیر احمد وغیرہ کے ساتھی تھے ۔ تعلیم ختم کرکے ۱۸۵۸ء میں بریلی میں ملازم ہوگئے ۔ پھر پنجاب اور دہلی میں رہے ۔ ۲۸ جولائی ۱۸۶۵ء کو دلی سوسائٹی کے سکریٹری منتخب ہوئے ۔ ۹ دسمبر ۶۸ء کو لاہور آئے ، ۱۸۹۲ء میں رائے بہادری کا خطاب ملا ، ۲۸ مئی ۱۹۱۴ء کو انتقال کیا ۔(غالب کی نادر تحریریں ، حواشی صفحہ ۱۵۸) ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۷۸ ، مجیدی صفحہ ۱۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۵ ، رام نرائن صفحہ ۴۳۴ ، مہر صفحہ ۵۸۹ ۔

۳- چندو لال دلی میں مدرس تھے ۔ (دیکھیے احوال غالب صفحہ ۱۹۱) ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۵۴ ۔

آپ کو لکھا ہے۔ یہ منظور نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جائے اور کل میں آپ دوں۔ ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے۔

راقم

اسد اللہ خاں غالب

۳' اپریل سنہ ۱۸۶۶ع

[۴۷۴] ایضاً (۲)

کیوں[2] صاحب! ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ ملنا[3] بھی چھوڑا۔ خیر، میری تقصیر معاف کرو اور اگر ایسا ہی گناہِ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کر دو تاکہ میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں۔ برخوردار ہیرا سنگھ تمھارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تمھارا دست گرفتہ ہے، رہتک[4] میں تم نے نوکر رکھوا دیا تھا۔ خیر، وہاں کی صورت بگڑ گئی۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امورِ معاش

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ''تین اپریل'' دوسرے نسخوں میں ۳۰ (تیس) اپریل چھپا ہے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۷۸، مجیدی صفحہ ۱۶۹، مبارک علی صفحہ ۳۳۵، رام نرائن صفحہ ۴۳۵، مہر صفحہ ۵۹۰۔

۳- آشوب، ہر اتوار کو مرزا صاحب سے ملنے آیا کرتے تھے۔ اگر کبھی غیر حاضر ہوتے یا دیر کرتے تھے توغالب پریشان ہوجاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہ دو مصرع لکھ کرانھیں طلب کیا تھا:

آج یکشنبہ کا دن ہے آؤ گے
یا فقط رستہ ہمیں دکھلاؤ گے

(خم خانۂ جاوید جلد اول صفحہ ۸۱)

۴- مالک رام کہتے ہیں کہ ''اپنے بڑے بھائی کی سفارش پر کچھ دن رہتک میں ملازم رہے۔'' غالب کی اس تصریح کے بعد یہ جملہ مشتبہ ہو جاتا ہے (دیکھیے تلامذۂ غالب صفحہ ۱۰۵)۔

میں سخت دل تنگ ۔ تمھیں دست گیری کرو تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا
نقشِ ہستی صفحۂ دہر سے مٹ جائے گا ۔ والسلام

عنایت کا طالب غالب

[۱۸۶۵ع[1]]

[۴۷۵] ایضاً (۳)

فرزند[2] ارجمند اقبال بلند ، بابو ماسٹر پیارے لال کو غالبِ ناتوان نیم جان کی دعا پہنچے ۔ لاہور[3] پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا ، اس کی میں جتنی شکایت کروں بجا ہے ۔ تم نہیں جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے ۔ میں تمھارا عاشق ہوں اور کیوں کر نہ عاشق ہوں ؛ صورت کے تم اچھے ، سیرت کے تم اچھے ، شیوہ و روش کے تم اچھے ۔ خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہیں ۔ اگر میرا صلبی فرزند ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو میں اس کو اپنا فخرِ خاندان سمجھتا ۔ اور اب تم جس قوم اور جس خاندان میں ہو ، اس قوم اور اس خاندان کے ذریعۂ افتخار ہو ۔ خدا تم کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال[4] و جاہ و جلال عطا کرے ۔

میاں ! تم کو یاد ہے کہ میں نے تم کو سابق اس سے نور چشم مرزا یوسف علی خاں کے باب میں کچھ لکھا ہے ۔ میرے اختلالِ حواس کا حال تم جانتے ہو ۔ خدا جانے اس وقت کس خیال میں تھا اور میں

۱۔ صرف ایک تخمینہ ، نیز دیکھیے خط نمبر ۴۷۸ ۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۳۷۸ ، مجیدی صفحہ ۱۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۵ ، رام نرائن صفحہ ۴۷۲ ، مہر صفحہ ۵۹۰ ۔

۳۔ ماسٹر پیارے لال نے ۹ دسمبر ۱۸۶۷ع کو دہلی سوسائٹی سے استعفا دیا اور اس کے بعد لاہور آ گئے تھے ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۵۵ ۔

کیا لکھ گیا۔ وہ جو کچھ لکھا، وہ سہل انگاری تھی، اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ، یعنی مرزا یوسف علی خاں عزیز بڑے عالی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہیں۔ شاعر بھی بہت اچھے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، صاحب استعداد ہیں۔ علم ان کو اچھا ہے۔ یہ بھی گویا فرقۂ اہل علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں۔ نور چشم مولوی[1] میرنصیرالدین کو میری دعا کہنا۔

محررہ[2] ۳۰ جنوری سنہ ۱۸۶۸ عیسوی

۱- مولوی نصیر الدین لاہور میں مدرس ہو گئے تھے۔

۲- مطابق دوشنبہ ۳ رمضان ۱۲۸۴ھ۔

[۴۷٦] به نام' منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر (۱)

برخوردار[۲] منشی جواہرسنگھ کو بعد دعائے دوامِ عمر و دولت معلوم ہو: خط تمھارا پہنچا، خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ قطعے جو تم کو مطلوب تھے، اس کے حصول میں جو کوشش ہیرا سنگھ نے کی ہے، میں تم سے کہہ نہیں سکتا۔ نری کوشش نہیں، روپیہ صرف کیا۔ پندرہ روپے، جو تم نے بھیجے تھے وہ، اور پچیس تیس روپے اور صرف کیے۔ پانچ پانچ اور چار چار روپے اور دو دو روپے کو قطعے مول لیے اور بنوائے۔ خرید میں روپے جدا دیے اور بنوانے میں روپے جدا لگائے۔ دوڑتا پھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضورِ والا کا قطعہ لایا۔ اب دوڑ رہا ہے ولی عہد بہادر کے دستخطی قطعے کے واسطے۔ یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آوے اور بعد اس قطعہ کے آنے کے وہ سب کو یک جا کر کے تمھارے پاس بھیج دے گا۔ مدد میں بھی اس کی کر[۳] رہا ہوں۔ لیکن اس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین پندرہ روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور ماں کو عاجز کر کے اس سے بہت روپے لیے

۱- منشی جواہر سنگھ جوہر: رائے چھجمل متوفٰی ۱۲۷۷ھ کے فرزند تھے۔ غالب کو ہیراسنگھ اور جواہر سنگھ دونوں بھائیوں سے بہت محبت تھی۔ تینوں کے نام متعدد فارسی خط موجود ہیں۔ جوہر پنجاب اور یو۔ پی میں ملازمت کرتے رہے ہیں۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۷۹، مجیدی صفحہ ۳۴۸، مبارک علی صفحہ ۳۳٦، رام نرائن صفحہ ۴۳٦، مہیش صفحہ ۱۰۵، مہر صفحہ ۵٦۸ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۵٦۴—غالباً جواہر سنگھ نے اپنے چھوٹے بھائی کو لکھا تھا کہ دلی سے بادشاہ اور ولی عہد جیسے اکابر کے لکھے ہوے قطعات بھیج دو۔

جب سب قطعے تمھارے پاس پہنچیں گے تب اس کا حسن خدمت تم پر ظاہر ہوگا۔ کیوں صاحب! وہ ہماری لنگی[1] اب تک کیوں نہیں آئی؟ بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔

والدعا

اسد اللہ

[۱۸۵۰ع]

[۳۷۷] ایضاً (۲)

برخوردار[2] کامگار سعادت و اقبال نشان، منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈھ کی تحصیل داری مبارک ہو۔ پیپلی سے نوح آئے، نوح سے بلب گڈھ گئے، اب بلب گڈھ سے دلی آؤ گے۔ انشاء اللہ۔

سنو صاحب! حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے، تمھارے علاقۂ تحصیل داری میں بہ صیغہ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں۔ ان کے والد ماجد میرے پچاس برس کے دوست ہیں، میں اُن کو اپنے بھائی کے برابر جانتا ہوں۔ اس صورت میں حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے۔ لازم ہے کہ اُن سے یک دل و یک رنگ رہو اور اُن کے مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ

۱۔ لنگی سے مراد غالباً دستار کی لنگی ہے۔ ''باغ دودر'' حصہ دوم میں ۱۳ خط جوہر کے نام ہیں۔ ان خطوں سے گمان ہوتا ہے کہ یہ خط بھی ۱۸۴۹—۱۸۵۰ع کا ہے اور لنگی کا تقاضا کر رہے ہیں مہرصاحب ایک خط محررہ یکم دسمبر ۱۸۴۸ع دیکھ کر اس مکتوب کے لیے ۱۸۴۹ع فرض کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ لنگی کا بار بارتذکرہ ہے اس لیے تعین دشوار ہے۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۸۰، مجیدی صفحہ ۳۴۸، مبارک علی صفحہ ۳۳۷، رام نرائن صفحہ ۴۳۶، سہیش صفحہ ۱۰۷، مہر صفحہ ۵۷۱۔

بہ صیغۂ دوام ہے - تم کو کوئی نئی بات پیش کرنی نہ ہوگی - صرف اسی امر میں کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے - سرکار کی خاطر نشان رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کار گزار آدمی ہے -

غالب

۲ فروری[1] سنہ ۱۸٦۴ع

۲- مطابق سہ شنبہ ۲۳ شعبان ۱۲۸۰ھ

[۴۷۸] به نام[1] منشی هیرا سنگھ صاحب (۱)

نور چشم[2] غالب ِ غم دیدہ ، منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے ۔ تمھارا خط محررہ ۱۱ جنوری پہنچا ۔ دورہ کا سفر بارے تمام ہوا ، اب جاڑوں کے دن آرام سے کاٹو ۔ گھبراؤ نہیں ۔ سال[3] بھر بڑھائے جؤ جب لڑکا شد و بد سے آگاہ ہو جائے، تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا ۔ اگر نائب تحصیلدار ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے ۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو نوکر نہیں ہو جو بابو پیارے لال کو تمھاری بدلی کا اختیار ہو ۔ زنہار میں اس باب میں بابو صاحب سے نہ کہوں گا اور نہ یہ خط تمھارا منشی جواہر سنگھ کو دکھلاؤں گا ۔ نا حق اُلجھو کیوں ، اس اُلجھنے سے فائدہ کیا ؟ خاطر جمع رکھو : ع

کہ رحم گر نکند مدعی ، خدا بکند

میں ویسا ہی ہوں جیسا تم دیکھ گئے ہو اور جب تک کہ[4] جیوں گا ایسا ہی رہوں گا ۔

غالب

۱۴[5] جنوری سنہ ۱۸۶۸ع

۱- ہیرا سنگھ : رائے چھجمل کے چھوٹے فرزند تھے اور جواہر سنگھ کے بھائی ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۸۰ ، مجیدی صفحہ ۳۴۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۴۷ ، مہر صفحہ ۵۷۲ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۷ ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ''سہ'' ۔ غلط نامے میں اسے ''یہ'' لکھنے کا حکم ہے ، لیکن صحیح 'کہ' ہے ۔ دوسرے نسخوں سے یہ لفظ ہی اڑ گیا ہے ۔

۵- مطابق سہ شنبہ ۱۸ رمضان ۱۲۸۴ھ ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۴۷۷ ۔

[۴۷۹] به نام[1] بہاری لال المتخلص بہ مشتاق (۱)

سعادت[2] مند با کمال، منشی بہاری لال کو بہ یمن ِ تاثیر ِ دعائے غالب ِ خستہ حال عمر و دولت و اقبال فراواں ہو۔ منشی من بھاون لال تمہارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا۔ اگرچہ اس رہرو جادۂ فنا سے میری ملاقات نہ تھی لیکن تمہارے تنہا اور بے مربی رہ جانے کا میں نے بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔

غالب

۲۶ فروری سنہ ۱۸۶۸[3]ع

۱- بہاری لال مشتاق (مولود ۱۸۳۵ع متوفی ۱۹۰۸ع) فارسی میں مولوی امین الدین مؤلف 'قاطع القاطع' کے شاگرد تھے۔ اردو و فارسی میں شعر کہتے تھے، دیوان مشتاق شائع بھی ہوچکا ہے۔ مشتاق کے نانا منشی گھنشیام لال عاصی نے غالب کی قید کے قصے میں قطعہ' تاریخ لکھا تھا۔ خوش نویسی اور اطباے دہلی کے دوستانہ مراسم کی بنا پر 'اکمل الاخبار' میں کام کیا پھر لالہ سری کرشن داس گڑ والے رئیس دہلی کے یہاں ملازم ہو گئے تھے۔ مشتاق کے چھوٹے بھائی گوری شنکر قیصر اور فرزند منشی چندو لال شفق تھے۔

(تلامذۂ غالب صفحہ ۲۵۹)۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۸۱، مجیدی صفحہ ۳۵۰، مبارک علی صفحہ ۳۳۸، رام نرائن صفحہ ۳۲۷، مہر صفحہ ۵۷۲۔

۳- اردوے معلی کے غلط نامے میں ۱۸۶۷ع کو ۱۸۶۸ع لکھنے کا حکم ہے۔ مطابق چہار شنبہ یکم ذی قعدہ ۱۲۸۴ھ۔

[۴۸۰] ایضاً (۲)

برخوردار' بہاری لال ! مجھ کو تم سے جو محبت ہے اس کے دو سبب ہیں ؛ ایک تو یہ کہ تمھارے خال فرخ فال منشی مکند[۲] لال میرے بڑے پرانے یار ہیں ۔ خوش خو ، شگفتہ رو ، بذلہ گو ، دوسرے تمھاری سعادت مندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم ، اُردو نظم و نثر میں تمھاری طبع کی روانی اور تمھارے قلم کی گل فشانی ۔ مگر چونکہ تم کو مشاہدۂ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے ، بہ تقلید اور انشاء پردازوں کے تمھاری عبارت میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں ۔ میں تم کو جا بجا آگاہ کرتا رہتا ہوں ۔ خدا چاہے تو املا کی غلطی کا ملکہ زائل ہو جائے ۔ مگر بہاری لال ! اس نونہال باغ دولت یعنی حکیم غلام رضا خاں کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو ۔ یہ دانش مند ستودہ خوے امیر نامور ہونے والا اور مراتبِ اعلیٰ کو پہنچنے والا ہے ۔ اس کی ترقی کے ضمن میں تمھاری بھی ترقی ہونے والی ہے :

بیا دامانِ صاحب دولتے گیر
کہ مرد از صاحبِ دولت شود پیر

میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطابع اجمل المطابع بھی ہے ۔ حکیم غلام نبی خاں منجملۂ خوبانِ روزگار ہیں ، نکو خوے اور نیکوکردار ہیں ۔ میر فخر الدین آزاد منش اور سعادت مند نوجوان ہیں کم گفتار اور مرنج و مرنجان ہیں ۔ تم چاروں شخص پیکرِ صدق و صفا و مہر و ولا کے چار

۱- مجتبائی صفحہ ۳۸۱ ، مجیدی صفحہ ۳۵۰ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۸ ، مہر صفحہ ۵۷۲ ۔

۲- مہر صاحب کہتے ہیں کہ بال مکند لال ، بہادر شاہ ظفر کے مصاحب تھے ۔

عنصر ہو ۔ جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطابع کو با رونق اور آباد رکھے ۔

غالب

۷ جون[1] سنہ ۱۸۶۸ع

۱۔ مطابق یکشنبہ ۱۵ صفر ۱۲۸۵ع ۔ اردوے معلیٰ طبع اول ۱۸۶۹ع اور طبع رام نرائن لال بک سیلر الہ آباد کا آخری خط ہے ۔ اس کے بعد طبع اول میں خاتمۃ الطبع تین سطر، خاتمۂ کتاب از سالک، قطعۂ تاریخ سالک، تاریخ طبع کتاب از جوہر، پھر غلط نامہ ہے ۔

خاتمة الطبع

الحمد للہ کہ حصہ[1] اول 'اردوے معلیٰ[2] بہ کمال تصحیح و تنقیح اکمل المطابع دہلی میں بہ حسن اہتمام سید فخر الدین ، ۲۱' ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۶ مارچ سنہ ۱۸۶۹ع روز مبارک جمعہ کو بہ ساعت سعید و آوانِ حمید چھپ کر تیار ہو گیا[2] ۔

۱- مرزا غالب کی وفات ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ دوپہر ڈھلے یا بوقت ظہر دوشنبہ کے دن ہوئی—۱۵ فروری ۱۸۶۹ع ۔گویا اس کتاب کی آخری کاپی مرزا کے انیس دن بعد لکھی گئی ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول کے صفحہ ۴۵۸ کی آخری سطر ۔ اس صفحہ میں کل ۱۷ سطریں ہیں ۔

مرتضیٰ حسین فاضل ۴ رمضان ۱۳۸۷ھ ۔

خاتمۂ کتاب اردوئے معلیٰ

ریختۂ کلکِ بلاغت انتما ، سخن دان بے مثال ، معنی سنج ، نازک خیال ، شاعر نغز گوئے دل آویز بیان ، ناثر جادو طراز و شیریں بیان ، مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم ۔

شیدائیانِ شاہدِ دل فریبِ سخن ، ہر وقت اس کے خریدار اور شیفتگانِ حسنِ معانی ہر دم اس کے خواست گار رہتے ہیں کہ اچھا کلام جو مطبوعِ طبایعِ ناظرینِ خرد پیشہ اور پسندِ خواطرِ شائقینِ درست اندیشہ ہو ، میسر آئے ۔ صاحب نظرانِ دیدہ ور ، جن کی آنکھیں شبستانِ معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں ، مشاہدۂ ماہ پیکرانِ مہر تمثال سے تسلی نہیں پاتے ، اور رنگیں مشامان نکتہ پرور ، جن کے دماغ میں گلستانِ سخن کی بو بھر جاتی ہے ، ریاحینِ باغِ ارم کے سونگھنے کو نہیں جاتے۔ اور پھر وہ کلام اور وہ سخن ، جو نیرِ اعظم سپہرِ سخنوری ، و ماہِ منیرِ آسمانِ معنی گستری ، شہ سوارِ عرصۂ نکتہ دانی ، یکہ تازِ میدانِ جادو بیانی، فرماں روائے کشورِ نازک خیالی، زینت افزائے اورنگِ بے مثالی ، ناثرِ نثری رفعت ، شاعرِ شعری رتبت ، چمن آرائے گلستانِ فصاحت ، حدیقہ پیرائے خیابانِ بلاغت ، فروغِ بزمِ آفرینش ، نور دیدۂ بینش ، اُستاد یگانہ ، مسلم الثبوتِ زمانہ ، رشکِ عرفی و غیرتِ طالب ، جناب اُستادی **نجم الدولہ ، دبیر الملک ، اسد اللہ خان بہادر، نظام جنگ، غالب** کی زبان معجز بیان پر آیا ہو ، اور خامۂ پروین افشاں سے نکلا ہو ، علی الخصوص ، یہ سفینۂ بے نظیر و مجموعۂ دل پذیر ، جس

نادشنگ کو ہندی مین آر کہتے ہین کہ جس سی گاڑیبان بیلون کو ہانکتے ہین ۱۲

[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۶	۱۷	اللہ اللہ	اسد اللہ
۳۵۹	۱۳	چیف	کہ ہیہ چیف
۳۶۱	۱۲	چہاپے	چہاپنے
۳۶۲	۱	مغشوش	مجکو
۳۸۳	۳	ایک	ایک کو
۳۸۵	۱۲	ذکر	ذکر کیا
״	۱۵	ڈسے ڈالو	دسے ڈالو
۳۸۹	۱۲	فزا	فضا
۳۹۸	۱۳	بہیجا ہو	بہیجا ہوا
۴۰۱	۱۴	جڑی	پڑی
۴۰۳	۱۷	گاشنک	گاودشنگ
۴۰۶	۱۶	سوار کی	سوار کی سواری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰۷	۴	معنوہے	معنوی ہے
۴۱۲	۱۱	کئی برس کی پہنی	کے برس کی نئی پہنی
۴۱۶	۲	عہد مین	عہد کے
۴۱۸	۱۰	ازنام	اور نام
۴۲۱	۵	پائی گئی	پائی گئی
۴۲۸	۱	لرز	کرز
۴۳۷	۱۲	سرہ	شرہ
۴۳۸	۱۱	سہ سادرہ	سہ دورہ
۴۵۵	۴	علیخا نزان	علیخان
״	۵	عالیخان	عالیجا نزان
۴۵۷	۱۳	۱۸۶۷ء	۱۸۶۸ء
۴۵۸	۶	مغشوش	یہ

اعلان

اس کتاب کا حق تصنیف مصنف نے اپنی حیات مین حکیم غلام رضا خان صاحب کو بخش دیا ہے اور ایک رقعہ بطور سند اپنے ہاتھ سے بہ ثبت مہر لکھدیا ہے پس کوئی صاحب ان رقعات کی چہاپنے کا ارادہ بے اجازت حکیم صاحب ممدوح الصدر کے نکرین نقل اوس رقعہ کی درج ذیل ہے

ہیکر بے روح و روان فقیر اسد اللہ خان غالب تخلص ہیچمدان کہتا ہے یہ لکہتا ہے کہ یہ جو اردوے معلے تصنیف فقیر مطبع اکمل المطابع دہلی مین چہاپا ہوا سو مین نے ازراہ فرط محبت اپنا حق تالیف نورچشم اقبال نشان حکیم رضا خان کو بخشدیا ہے اور اوس حق کو خاص اونکا حق کیا اب اور کوئی صاحب اگر مالک اکمل المطابع حکیم رضا خان کی بے اطلاع اردوے معلے کے چہاپنے کا قصد کرینگے تو مواخذہ سے محفوظ نہ رہینگے اور فوراً حسب اشتہار قانون نمبر ۲۰ سنہ ۱۸۴۷ء سزا پاوینگے

نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ

اردوے معلیٰ طبع اول کا آخری صفحہ

کا ہر حرف باعث نضارت[1] چشمِ نظارگیان ، اور[2] ہر لفظ سببِ تازگیِ دیدۂ مشتاقاں ہے۔ ہر سطر کو دریائے موجِ خیزِ معانی اور ہر فقرہ کو گلزارِ ہمیشہ بہارِ رنگین بیانی کہنا چاہیے۔

عبارت سے سلسبیل کی سلاست پیدا ، مضامین سے آبِ کوثر کی لطافت ہویدا۔ کمند اندازِ رسا میں گردن معانی شکار ، شیرینی ادا پر ادائے شیریں لباں نثار ، غور کیجیے کہ فراہم آنا اس نسخۂ بے بذل کا اور طبع ہونا اس کتاب بے مثل کا کیوں کر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطف نظرِ ارزانی اور شائقین کو مذاقِ سخن کی فراوانی مبارک۔ کیوں کر شکر فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ ہاں ، اے سالک اندوہ گیں ! کیسا شکریہ ؟ کیا کلام ہے ؟ اے بے خبر ! یہ وقت گریہ و ہنگامِ ماتمِ عام ہے :

باید چو شمع در دل شبہا گریستن
سر گرم بودن از تہِ دل با گریستن
نا سازگار جسم مرا نا گداختن
نا خوش گوار چشم مرا نا گریستن
این ست اگر تراوش سر چشمۂ حیات
باید بعمر خضر و مسیحا گریستن

ہنوز یہ نامۂ دل آویز تمام و کمال تشریف طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہرِ بے مہر نے بہ تاریخ ۲ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری جامۂ حیاتِ جنابِ مغفور و مرحوم کو چاک کیا۔ ہے ہے ، آفتاب علم و کمال کو رنج خسوف دکھایا ، ماہتابِ فضل و ہنر کو صدمۂ کسوف میں پھنسایا :

۱- نضارت : تازگی ، بہار۔ بعض نسخوں میں ''نظارت'' ہے جو غلط ہے۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۰۔

اس ستم گار سے کوئی پوچھے
ہاتھ اس واقعے سے کیا آیا

نہ سوجھا کہ عالم میں تاریکی چھائے گی ، زمانہ کو تسکین نہ ہاتھ آئے گی ۔ آنکھیں اشک بار ، دل بے قرار ہوں گے ، مگر :

نیشِ عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این ست

اپنی عادت سے ناچار ہے ، دشمنی اہلِ کمال اس کا شعار ہے ۔ کوئی مبتلائے آفت ہو ، خواہ گرفتارِ مصیبت ہو[1] ، اس کو اپنی گردش کا رنگ دکھانا ،کسی نہ کسی یگانۂ آفاق کا نقشِ ہستی صفحۂ روزگار سے مٹانا ۔ سخن آرائی نوحہ سرائی سے کیوں کر بدل نہ ہو ۔ سخن سنجی کے عوض کبھی نالۂ پُر درد اور کبھی آہِ سرد لب پر ہے ۔ کہیے ، جب یہ بار گرانِ اندوہ دل پر آئے ، دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے ؟ کیسی تاریخ خاتمۂ کتاب ؟ کیسا سال وفات ؟ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قطعہ لکھتا ہوں :

قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
لب پہ نالوں کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگِ حضرتِ **غالب**
سببِ رنجِ خاص و عام ہوا
ہے یہی سالِ طبع وسالِ وفات
آج آن کا سخن تمام ہوا
۸۵ ۱۲

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۱ ساتویں سطر پر ختم ہے ۔

تاریخ طبع حصۂ اول آردوے معلیٰ طبع زاد منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص۔

چو آردوے معلیٰ گشت تالیف
ہمانا یک جہاں گردید طالب
پئے سالِ مسیحائی طبعش
بگو جوہر خہے آردوے **غالب**[1]
۱۸ع ۶۹

۱۔ اس کے بعد یہ عبارت ہے : ''ہرچند اس کتاب کی تصحیح میں کمال کوشش کی گئی مگر پھر بھی بہ مقتضائے بشریت بعض اغلاط ہنگام مقابلہ رہ گئے۔ اکثر الفاظ پتھر پر مغشوش ہو گئے ، لہذا صحیح نامہ کے الحاق کی ضرورت پڑی ۔ ناظرین سے امید یہ ہے کہ قبل از مطالعۂ کتاب صحیح نامہ کے بہ موجب صحیح کر لیں''۔ سات سطری جدول پر یہ صفحہ ختم ہو کر صفحہ ۴۶۲ و ۴۶۳ پورا اور صفحہ ۴۶۴ کی تیرہ سطریں صحیح نامہ ختم کرتی ہیں ۔ اس کے بعد ایک ''اعلان'' ہے ۔ اس کتاب کا حق تصنیف ، مصنف نے اپنی حیات میں حکیم غلام رضا خاں صاجب کو بخش دیا ہے اور ایک رقعہ بہ طور سند اپنے ہاتھ سے بہ ثبت مہر لکھ دیا ہے ۔ پس کوئی صاحب ان رقعات کے چھاپنے کا ارادہ بے اجازت حکیم صاحب ممدوح الصدر کے نہ کریں ۔ نقل اس رقعہ کی متن میں درج ہے -

[اجازت نامہ]

پیکر بے روح و رواں ، فقیر اسد اللہ خاں غالب تخلص ہیچ مداں کہتا ہے اور لکھ دیتا ہے کہ یہ جو **اردوے معلیٰ** تصنیف فقیر ، مطبع **اکمل المطابع** دہلی میں چھاپا ہوا ، سو میں نے از راہ فرط محبت اپنا حق تالیف نور چشم ، اقبال نشان حکیم [غلام¹] رضا خاں کو بخش دیا ہے - اور اُس حق کو خاص اُن کا حق کیا - اب اور کوئی صاحب اگر مالک '**اکمل المطابع**' حکیم [غلام] رضا خاں کے بے اطلاع **اردوے معلیٰ** کے چھاپنے کا قصد کریں گے تو مواخذہ سے محفوظ نہ رہیں گے اور فوراً حسب منشاء قانون بستم ۱۸۴۷ع سزا پائیں گے -

[نشان مہر]
نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں
بہادر نظام جنگ² ۱۲۶۷ھ

۱- مطبوعہ عبارت میں صرف ''رضا خاں'' ہے ''غلام'' کا اضافہ میں نے کیا ہے -

۲- ختم کتاب صفحہ ۴۶۴ -